https://ataunnabi.blogspot.com/

رسائلِ مجدّدِ الفِ ثانی

تصنیفِ لطیف

حضرت شیخ احمد مجددِ الفِ ثانی سرہندی رضی اللہ عنہ

ترتیب

علامہ غلام مصطفٰے مجددی ایم۔اے

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بنگاہ رحمت

حضور امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ

نام کتاب ☆☆☆☆☆ رسائل مجدد الف ثانی

تصنیف ☆☆☆☆☆ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ

ترتیب ☆☆☆☆☆ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

صفحات ☆☆☆☆☆

تعداد ☆☆☆☆☆ 1100/-

اشاعت ☆☆☆☆☆ جنوری 2002ء

ناشر چوہدری عبدالمجید

ہدیہ 120 86581

ملنے کے پتے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور

14۔ انفال پلازہ، اردو بازار، کراچی

نوری کتب خانہ' دربار مارکیٹ' لاہور۔

☆ ..... ادارہ تعلیمات مجددیہ ریلوے روڈ شکر گڑھ

☆ ..... لاثانی بک سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انتساب

شہنشاہ اقلیم ولایت' تاجدار ملک حقیقت
قیّوم زمانی' عارف ربانی' غوث صمدانی
سیدنا مجدّد الف ثانی قدس سرہ'

کے حضور

☆ جن کی برکت سے برصغیر پاک و ہند میں اسلام زندہ ہوا
☆ ایمان کے اجالے بکھرے
☆ عرفان کے پھول مہکے
☆ وحدت کے چاند چمکے
☆ حقیقت کے راستے کھلے
☆ معرفت کے مشاہدے عام ہوئے

ذخیرہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسائل مجدد الف ثانی

ہدایت کے خزانے ہیں، عنایت کے اُجالے ہیں
معارف کے سمندر، شیخ احمد کے رسالے ہیں

ہر اک عنواں چمکتا ہے رخ مہتاب کی صورت
ہر اک عرفاں مہکتا ہے گل شاداب کی صورت

گندھے انوار میں دین اور دنیا کے عقیدے ہیں
رموز قم باذن اللہ کے حامل جریدے ہیں

تجلی طور کی، موسیٰ کا عرفاں ان میں ظاہر ہے
مکان ولا مکاں کا ذوق جاناں ان میں ظاہر ہے

قلم کی تابشوں نے بزم فکرت کو نکھارا ہے
مجدد کے تدبر نے حقیقت کو اُبھارا ہے

جدھر دیکھو، شہود ذات کے جلوے بکھیرے ہیں
اُفق تا بہ اُفق حق کے سویرے ہی سویرے ہیں

(غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست رسائل مبارکہ

رسالہ تہلیلیہ 35

☆☆☆

ترجمہ۔ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

رسالہ اثبات نبوت 55

☆☆☆

ترجمہ۔ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

رسالہ رد روافض 111

☆☆☆

ترجمہ۔ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

رسالہ مبدء و معاد 137

☆☆☆

ترجمہ۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

رسالہ معارف الدنیہ 257

☆☆☆

ترجمہ! مولانا سید زوار حسین شاہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فقرِ قرآں احتسابِ ہست و بُود
نے شراب و مستی و رقص و سرود
فقرِ قرآں، گرمیِ بدر و حُنین
فقرِ قرآں بانگِ تکبیرِ حُسین رضی اللہ عنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُجدّد الف ثانی قدس سرہٗ

کردار و افکار

تحریر

غلام مصطفٰے مجددی ایم اے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابتدائی حالات

قطب المجددین غوث الکاملین، غیاث العارفین، امامِ ربانی سیدنا مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ۹۷۱ھ کو (بتاریخ ۱۴ شوال) دارالعرفان سرہند شریف میں پیدا ہوئے (زبدۃ المقامات صفحہ ۱۹۰)۔ آپ کا شجرۂ نسب ۳۱ واسطوں سے خلیفہ ثانی مرادِ رسول حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے (مقاماتِ خیر صفحہ ۳۴)۔ آپ کے والدِ ماجد مخدوم الاولیاء حضرت شیخ عبدالاحد بلند پایہ عالم دین اور عظیم المرتبت صوفی تھے، حضرت الشیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ (متوفی ۹۸۳ھ) سے سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ میں خلافت حاصل کی (زبدۃ المقامات صفحہ ۱۴۳)۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بیشتر علوم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کیے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا کمال کشمیری، حضرت مولانا یعقوب کشمیری اور قاضی بہلول بدخشی علیہم الرحمۃ سے بھی علم حاصل کیا (جواہر مجددیہ صفحہ ۲۳) ۹۹۸ھ میں آگرے کا سفر اختیار کیا، وہاں درباری علماء شیخ ابوالفضل و شیخ ابوالفیض فیضی سے تعلقات قائم ہوئے، یہ دونوں بھائی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

۱۰۰۸ھ میں زیارتِ حرمین کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں دہلی رُکے،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہاں حضرت خواجہ خواجگان باقی باللہ علیہ الرحمتہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمتہ نے آپ کو اپنے پاس روک لیا چنانچہ آپ نے تین ماہ وہاں رہ کر وہ کچھ حاصل کیا جسے اور لوگ برسوں کے بعد بھی حاصل نہیں کر سکے تھے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمتہ آپ کو اپنی مراد سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں:

جب فقیر کے شیخِ طریقت خواجہ امکنگی علیہ الرحمتہ نے فقیر کو ہندوستان جانے کا حکم دیا تو خود کو اس سفر کے لائق نہ دیکھتے ہوئے فقیر نے کچھ پس و پیش کیا۔ خواجہ موصوف نے استخارے کے لئے فرمایا، استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شاخ پہ طوطا بیٹھا ہے۔ دِل میں یہ خیال آیا، اگر یہ طوطا شاخ سے اُڑ کر ہاتھ پر آ بیٹھے تو اس سفر میں کچھ سہولت ہو جائے، معاً وہ طوطا اُڑ کر فقیر کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ فقیر نے اپنا لعابِ دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس نے فقیر کے منہ میں شکر ڈالی، اس خواب کی تعبیر خواجہ موصوف نے یہ فرمائی کہ طوطا ہندوستانی جانور ہے۔ ہندوستان میں تمہارے دامن سے ایک ایسا عزیز وابستہ ہوگا جس سے عالم منور ہوگا اور تم بھی اس سے مستفیض ہو گے۔

(زبدۃ المقامات)

حضرت خواجہ کی تعلیم و تربیت کے فیضان نے آپ کو ملت اسلامیہ کا پاسبان بنا دیا۔ آپ نے اپنی جرأت و استقامت سے اکبری و جہانگیری طوفانوں کے رخ موڑ دیے اور کفرستانِ ہند میں اسلام کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس بات پر مورخین کرام کا اجماع ہے کہ اگر آپ کی ذاتِ مقدسہ سرزمینِ ہند میں جلوہ افروز نہ ہوتی تو ''دینِ الٰہی'' کی تاریکی اِسلام کے اجالوں کو چاٹ جاتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمتہ نے کیا خوب لکھا:

آج جو مساجد میں اذانیں دی جارہی ہیں، مدارس سے قال اللّٰہ تعالٰی و

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلنواز صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور خانقاہوں میں جو ذکر و فکر ہو رہا ہے اور قلب و روح کی گہرائیوں سے جو اللہ کی یاد کی جاتی ہے یا لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگائی جاتی ہیں ان سب کی گردنوں پر حضرت مجدد کا بارِ منت ہے۔ اگر حضرت مجدد اِس الحاد و ارتداد کے اکبری دور میں اس کے خلاف جہاد نہ فرماتے اور وہ عظیم تجدیدی کارنامہ انجام نہ دیتے تو نہ مساجد میں اذانیں ہوتیں، نہ مدارسِ دینیہ میں قرآن، حدیث، فقہ اور باقی علوم کا درس ہوتا اور نہ خانقاہوں میں سالکین و ذاکرین اللہ اللہ کے روح افزا ذکر سے زمزمہ سنج ہوتے الا ماشاء اللہ۔ (سیرت مجدد الف ثانی، تقدیم صفحہ ۱۰)

آپ قیومیت کے منصب پہ فائز ہوئے، قطب الارشاد اور مجدد الف ثانی کے مقام پر پہنچے، ہندوستان اور دیگر بلادِ اسلامیہ میں آپ کا فیض ابرِ رحمت کی طرح برسا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیشمار ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین فرمایا تھا

لیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

ذیل کی سطور میں ہم آپ کے مختلف اوصاف و خصائل کا ذکر کرتے ہیں جنہیں پڑھ کر دل کے نہاں خانے سے یہ آواز نکلے گی۔

بے مثال کی ہے مثال وہ حسن

خوبیٔ یار کا جواب کہاں

علم و فضل

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھے، حافظ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن تھے۔ اسرارِ قرآنی پہ زبردست عبور حاصل تھا، حروفِ مقطعات سے واقف تھے، فہمِ متشابہات سے مالا مال تھے (حضرات القدس صفحہ ۲/ ۶۸)۔ علمِ حدیث میں بہت بلند مقام حاصل تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے طبقہ محدثین میں شامل کرلیا گیا ہو (زبدۃ المقامات صفحہ ۱۳۰)۔ مسائلِ فقہ میں پورے طور پر مستحضر تھے اور اصولِ فقہ میں بھی بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے (زبدۃ المقامات) علمِ کلام میں تو مجتہد تھے۔ فرماتے ہیں: مجھے توسطِ حال ایک رات جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم علمِ کلام کے ایک مجتہد ہو۔ اس وقت سے مسائلِ کلامیہ میں میری رائے خاص اور میرا علم مخصوص ہے (مبداو معاد شریف)۔ آپ نے ''شاھق الجبل'' جیسے مسائل اپنے بصیرت افروز اجتہاد سے حل فرمائے۔ اور بھی اجتہادات کلامیہ، مکتوبات شریفہ کے صفحات میں بکھرے پڑے ہیں۔ آپ کے خلیفہ حضرت علامہ ہاشم کشمی علیہ الرحمہ نے ارادہ بھی کیا کہ آپ کے اجتہادات کو اکٹھا کیا جائے (زبدۃ المقامات صفحہ ۳۵۵)۔ آپ کو آسمانوں کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عطا فرمایا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے علمِ لدنی سے نوازا (ایضاً)۔ آپ کو علم سے خصوصی لگاؤ تھا۔ طلب علم کو صوفیانہ مجاہدات پہ ترجیح دیتے تھے۔ مولانا بدرالدین سے فرمایا کرتے، سبق لاؤ اور پڑھو۔ جاہل صوفی تو شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے (حضرات القدس صفحہ ۹۷) آپ نے خود علم کی تلاش میں دور دراز کا سفر اختیار کیا۔ آگرے میں فیضی و ابوالفضل جیسے علماء آپ کے علم و فضل کا لوہا مانتے تھے۔ علامہ ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ نے ایک واقعہ لکھا ہے:

''ایک دن حضرت مجدد ابوالفیض کے گھر آئے۔ وہ غیر منقوطہ تفسیر لکھنے میں مصروف تھا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو خوش ہوا اور کہا آپ خوب تشریف لائے۔ تفسیر میں ایک مقام آیا کہ اس کی تفسیر و تاویل غیر منقوطہ الفاظ کے ذریعے مشکل ہوگئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں نے بہت دماغ سوزی کی لیکن دل پسند عبارت دستیاب نہیں ہوئی۔ حضرت مجدد نے گو کہ بے نقط عبارت کی مشق نہیں کی تھی لیکن کمال بلاغت کے ساتھ مطالب کثیرہ پر مشتمل ایک صفحہ لکھ دیا، جس سے وُہ حیرت میں پڑ گیا۔" (زبدۃ المقامات صفحہ ۱۶۴)

ایک فاضل مکرم نے حضرت مجدد کے کلماتِ طیبہ کے متعلق اہلِ زمانہ کے قیل وقال کو سنا تو کہا: حقیقت ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کے مزاج اور ان کی فطرت ان بزرگوار کے حقائق ودقائق کو سمجھنے کے لائق نہیں ہے۔ ان عزیز کو چاہئے تھا کہ اگلے زمانہ میں ہوتے کہ لوگ ان کے کلام کی قدر جانتے اور متاخرین ان کے کلام کو کتاب میں بطور استشہاد کے بیان کرتے۔ (زبدۃ المقامات صفحہ ۲۹۶)

فکر وعرفان

حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے جو آپ کو "عرفان کا مجتہدِ اعظم" قرار دیا ہے آپ کے رشحاتِ قلم کا مطالعہ کرنے سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ آپ نے تصوف کے میدان میں ایسے فکر وعرفان کا اظہار کیا جس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ فکر وعرفان کی ان جولانیوں کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

حق جل سلطانہ' کے انعامات کے متعلق کیا لکھا جائے اور کس طرح شکر ادا کیا جائے، جن علوم ومعارف کا فیضان خداوند جل شانہ' کی توفیق سے ہوتا ہے ان میں سے اکثر قیدِ تحریر میں آتے ہیں اور اہل نااہل کے کانوں تک پہنچتے ہیں، لیکن جو اسرار ودقائق کہ ممتاز ہیں ان کا ایک شمہ بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا بلکہ رمز واشارہ کے ذریعے بھی ان کے متعلق بات نہیں ہو سکتی، بلکہ اپنے عزیز ترین فرزند (جو اس فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقاماتِ سلوک کا نسخہ ہیں) کے سامنے بھی ان اسرار کی باریکیوں کا ذکر نہیں کرتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معانی کی باریکیاں زبان کو پکڑتی ہیں اور اسرار کی لطافت لب کو بند کرتی ہے۔ و یضیق صدری و ینطلق لسانی (زبدۃ المقامات صفحہ ۳۰۲)

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے مقامِ وجود و شہود کے متعلق جو معارف بیان فرمائے ہیں، آپ کا ہی حصہ ہیں۔ علامہ بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''تعین وجودی کہ جس کے متعلق آج تک کسی عارف نے لب کشائی نہیں کی تھی آپ پر ظاہر کیا گیا اور اس عالی مقام کے اسرار و برکات سے آپ کو ممتاز فرمایا گیا جیسے دفتر سوم کے مکتوب ۸۹ میں تفصیل آئی ہے۔'' (حضرات القدس جلد دوم ص ۸۲)

اسی طرح عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہ فقیر کیا کہے اور اگر کہے تو کون سمجھ سکے اور کیا حاصل کر سکے، یہ معارف احاطہ ولایت سے خارج ہیں اور علمائے ظاہر کی طرح اربابِ ولایت بھی ان کو سمجھنے سے قاصر و عاجز ہیں۔ یہ علوم انوارِ نبوت کی مشکوٰۃ سے ماخوذ ہیں کہ دُوسرے ہزار سال والی تجدید سے محض تبعیت اور وراثت کی وجہ سے تازہ ہوئے ہیں۔ (مکتوبات ۴/۲)

ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیهِ مَنْ یَّشَآءُ

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دینِ اسلام کا دارومدار محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ یہ جذبہ نہیں تو بقول اقبال سب کچھ ''بتکدۂ تصورات'' میں ڈھل جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیجئے، ہر پہلو اس جذبے سے سرشار دکھائی دیگا۔ فرماتے ہیں:

ایک وقت درویشوں کی جماعت بیٹھی تھی۔ اس فقیر نے اپنی محبت کی بنا پر جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں سے ہے، ان سے اس طرح کہا کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس طور پر مسلط ہوئی کہ حق سبحانہ' کو اس واسطے سے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے۔ حاضرین اس بات سے حیرت میں پڑ گئے لیکن مخالفت کی مجال نہ رکھتے تھے۔ یہ بات حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمتہ کی اس بات کے خلاف ہے جو انہوں نے آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں کہی تھی کہ حق سبحانہ' کی محبت اس طور پر مسلط ہو گئی ہے کہ آپ کی محبت کے لئے جگہ باقی نہیں رہی۔ یہ دونوں باتیں اگرچہ سکر کی خبر دیتی ہیں لیکن میری بات اصلیت رکھتی ہے۔ انہوں نے عین سکر میں یہ بات کہی اور میں نے ابتدائے صحو میں۔ ان کی بات مرتبہ صفات میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے رجوع کے بعد کی ہے۔ (مبداء معاد منہا ۳۷)۔ آپ کثرت سے دُرود پاک پڑھا کرتے۔ خصوصاً جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن، دوشنبہ کی شب اور دوشنبہ کے دن۔ آخری زمانے میں جمعہ کی راتوں میں احباب کو جمع کر کے ہزار بار دُرود بھیجتے تھے (زبدۃ المقامات صفحہ ۲۸۶) یہ امر بھی اس کی گواہی دیتا ہے کہ آپ سراپا محبتِ رسول میں غرق تھے، جیسا کہ حدیثِ پاک ہے من احب شیئاً اکثر ذکرہ جو کسی شے سے محبت کرتا ہے اسی کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔ اذان میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ مبارک آتا تو محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پہ لگاتے (جواہرِ مجددیہ)۔

اتباعِ شریعت

محبتِ رسول کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ سنتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ پہ عمل کیا جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ'

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس وصف میں درجہء کمال پہ فائز تھے۔آپ کے مکتوبات ورسائل کا بنیادی موضوع ہی اتباع شریعت ہے۔فرماتے ہیں:

ہم اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں کہ کسی امر میں آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تشبہ اختیار کریں۔اگرچہ تشبہ صورت ہی کے اعتبار سے ہو۔لوگ بعض سنتوں میں شب بیداری اور اس طرح کی نیت کو دخل دیتے ہیں۔ان کی کوتاہ اندیشی پر تعجب ہوتا ہے۔ان کی ہزاروں شب بیداریوں کو آدھی متابعت کے عوض ہم نہیں خریدتے۔رمضان کے آخری عشرہ میں ہم اعتکاف کے لئے بیٹھے،دوستوں کو جمع کیا اور کہا کہ متابعت کے علاوہ اور کوئی نیت نہ کرو کیونکہ ہمارا تبتل اور انقطاع کیا ہوگا۔ایک متابعت کے حصول کے عوض ہمیں سینکڑوں گرفتاریاں قبول ہیں،لیکن ہزاروں تبتل اور انقطاع،توسل و متابعت کے بغیر ہمیں قبول نہیں۔

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ

است

از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

(زبدۃ المقامات ص ۲۸۵)

حضرت مولانا ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"اس حال کو جس میں سرِ مُو بھی شریعت اور اہلسنت و جماعت کی رائے کی مخالفت ہوتی،قبول نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ احوال،شریعت کے تابع ہیں شریعت،احوال کے تابع نہیں،کیونکہ شریعت قطعی ہے،وحی سے ثابت ہے اور احوال ظنی ہیں جو کشف والہام سے ثابت ہوتے ہیں۔اور فرماتے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس دنیا میں ہوتے تو وہ بھی اسی شریعت کی پیروی کرتے۔(زبدۃ المقامات صفحہ ۲۹۰)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مخالفت ہوتی، قبول نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ احوال، شریعت کے تابع ہیں شریعت، احوال کے تابع نہیں، کیونکہ شریعت قطعی ہے، وحی سے ثابت ہے اور احوال ظنی ہیں جو کشف و الہام سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور فرماتے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس دنیا میں ہوتے تو وہ بھی اسی شریعت کی پیروی کرتے۔ (زبدۃ المقامات صفحہ ۲۹۰)

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''ایک عاقل خدا پرست شخص جو حضرت مجدد کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا، بیان کرتا تھا کہ میں برہان پور میں شیخ فضل اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچا جن کو اس سرزمینِ دکن کا قطب کہا جا سکتا ہے، انہوں نے مجھ سے حضرت مجدد کے اخلاق و اطوار کے متعلق دریافت کیا کہ تم ان کی خدمت میں رہے ہو، بتاؤ وہ کیسے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں ان کے باطنی احوال کیا بیان کر سکتا ہوں، البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ظاہر و غائب میں جس طرح وہ سنت اور اس کی باریکیوں کی رعایت فرماتے ہیں، اگر اس زمانے کے تمام مشائخ بھی جمع ہو جائیں تو اس کا دسواں حصہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔ شیخ فضل اللہ علیہ الرحمۃ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ جو کچھ اسرارِ حقیقت یہ قطب الاقطاب فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں وہ سب صحیح اور حقیقی ہیں، اور وہ اس معاملے میں بالکل سچے ہیں اور محقق بھی ہیں کیونکہ قول کی سچائی اور حال کی بلندی محض حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال اتباع کی وجہ سے ہوتی ہے۔'' (حضرت القدس صفحہ ۶۲ جلد دوم)۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں: ہم نے خود کو شریعت میں ڈال دیا ہے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن سنت کی خدمت میں قائم ہیں (حضرات القدس ص ۱۷۰)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اِحتیاط وتقویٰ

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تمام امور شریعہ میں از حد احتیاط وتقویٰ کو ملحوظِ خاصر رکھتے تھے مثلاً آپ کے وضو کرنے کا طریقہ ہی پڑھا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ اِتنی احتیاط اور تقویٰ فقط آپ کو شایاں ہے۔ آپ کی نماز آپ کی کرامت تصور کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ آپ نماز کے فرائض واجبات، سنن و مستحبات کو نہایت احتیاط وتقویٰ سے ادا فرماتے تھے۔ مولانا بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''میں آپ کی نماز دیکھ کر بے اختیار ہو جاتا اور یقین رکھتا تھا کہ آپ ہمیشہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کو دیکھتے ہیں اور اسی طریقے کے مطابق آپ نماز ادا کرتے ہیں اور یوں تو اس حقیر نے دوسرے علماء ومشائخ کو بھی دیکھا ہے لیکن ایسی نماز کسی کی نہیں دیکھی۔''

فرماتے ہیں کہ

''اسی لیے یہ حقیر بلکہ ایک کثیر جماعت آپ کی نماز ہی کی وجہ سے آپ کی معتقد ہوئی تھی۔'' (حضرات القدس صفحہ ۹۹ جلد دوم)

آپ کا ارشاد ہے:

''لوگ ریاضت ومجاہدات کی ہوس کرتے ہیں حالانکہ کوئی ریاضت ومجاہدہ آداب نماز کی رعایت کے برابر نہیں'' نیز فرمایا کہ ''بہت سے ریاضت کرنے والے اور متورع کو دیکھا جاتا ہے کہ رعایتوں اور احتیاط میں مشغول ہیں لیکن آداب نماز میں سستی برتتے ہیں۔'' (زبدۃ المقامات صفحہ ۲۸۸)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زکوٰۃ کی ادائیگی میں یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی آمدنی اور نذر آتی تو آپ سال کو ختم ہونے کا انتظار نہ فرماتے بلکہ اس رقم کے آتے ہی فوراً حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر دیتے تھے۔ (حضرات القدس صفحہ ۹۹/۲)

دیگر مسائل و احکام میں بھی احتیاط و تقویٰ آپ کا شعار تھا مثلاً رفع سبابہ کے متعلق فرماتے ہیں: ''حنفیہ سے بھی بعض روایات اس کے جواز کے متعلق منقول ہیں، لیکن جب اچھی طرح تلاش اور جستجو کی گئی تو احوط اور مفتی بہ اس کا ترک معلوم ہوا کہ بہت سے علماء نے حرام و مکروہ بھی کہا ہے، اور جب کوئی امر حلت اور حرمت کے درمیان دائر ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے۔

اور کبھی احتیاطاً نوافل میں احتمالِ سنت کی بناء پر یہ عمل کر لیا کرتے تھے۔

(زبدۃ المقامات صفحہ ۲۸۹)

اور نمازِ جمعہ کے بعد ظہر کے فرض کو چار سنت کے بعد آخر ظہر کی نیت سے احتیاطاً ادا فرماتے کہ بعض فقہا کے قول کے مطابق شرائط جمعہ نہیں پائی جاتیں۔

(حضرات القدس صفحہ ۹۳/۲)

نماز کی امامت خود کراتے کہ سورہ فاتحہ پڑھی جائیگی اور فقہائے شافعیہ و مالکیہ کے مذہب پہ بھی عمل ہو جائے گا۔ (زبدۃ المقامات)

ذوقِ عبادت

آپ بہت بڑے عبادت گذار ریاضت پسند تھے۔ علامہ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

ایک امیر وقت کو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے معاملے میں کچھ تردد ہوا۔ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے وقت کے قاضی القضاۃ (جو آپ کا ارادت مند تھا) سے دریافت کیا کہ اس طائفے کے باطنی احوال ہمارے ادراک و فہم سے باہر ہیں۔ البتہ اس قدر جانتا ہوں کہ آپ کے احوال و اطوار کو دیکھ کر متقدمین اولیاء کے احوال و اطوار کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہم نے جب اگلے وقتوں کے بزرگوں کا حال کتابوں میں پڑھا تھا تو دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ ان کی سخت ریاضتوں اور عبادتوں کا ذکر ان کے مریدوں نے مبالغے سے کیا ہوگا لیکن اب جو ہم نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو دیکھا تو تردد جاتا رہا بلکہ ان بزرگوں کے احوال لکھنے والوں سے ہم کو شکایت ہے کہ انہوں نے کم لکھا ہے۔

(حضرات القدس ۲/۲۳)

آپ فرماتے ہیں: ''شرم آتی ہے کہ انفرادی نماز میں قوت و استطاعت کے باوجود رکوع و سجود میں کم تسبیحات پڑھی جائیں۔'' (حضرات القدس صفحہ ۲/۱۶۶)

مجاہدہ

شہزادہ داراشکوہ آپ کے بارے میں لکھتا ہے:

''متاخرین میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ صاحب مجاہدہ درویش تھے''

(سفینۃ الاولیاء صفحہ ۲۳۳)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بہت کم کھاتے۔ ''کھانے کے وقت دیکھا گیا کہ اکثر وقت درویشوں، عزیزوں اور خادموں میں کھانا تقسیم کرنے میں گزر جاتا اور اس اثناء میں کبھی تین انگلیوں سے کوئی نوالہ لے لیتے اور کبھی طبق پر ہاتھ پہنچا کر منہ پر رکھ لیتے اور صرف ذائقہ چکھ لیتے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کو کھانے کی حاجت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں ہے، محض اس لئے کھاتے ہیں کہ کھانا سنت ہے۔ انبیاء کرام نے کھانا ترک نہیں فرمایا۔"

(حضرات القدس صفحہ ۲/ ۹۰)

آپ کے مجاہدات سنت مطہرہ کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ ہمیشہ عزیمت پر عمل فرماتے۔ آپ فرماتے ہیں:

"سالک اتباع جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہوگا، اسی قدر ہوائے نفس سے زیادہ دور ہوگا۔ پس نفسِ امارہ پر شریعت اور امر و نہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں۔" (مکتوب ۲۲۱ دفتر اوّل)

شانِ تمکین

حضرت علامہ ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

آپ کی صحبت اکثر خاموشی کی حالت میں گزرتی اور کبھی مسلمانوں کے عیب اور غیبت کا ذکر نہیں ہوتا تھا۔ آپ کے ساتھیوں کو آپ کی ہیبت، بہت زیادہ ادب اور خشوع کی حالت میں رکھتی تھی اور ان کو کھلنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ آپ کی تمکین اس درجہ کی تھی کہ ان عظیم احوال کے وارد ہونے کے باوجود تلوین کے آثار آپ پر نمودار نہیں ہوتے تھے۔ شور، چیخ بلکہ بلند آواز سے آہ بھی ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ دو سال کی مدت تک بندہ حاضرِ خدمت رہا لیکن اس مدت میں تین چار بار دیکھا گیا کہ آنسو کے قطرے چہرۂ مبارک پر گرے اور اس کے علاوہ تین چار بار معارف عالیہ بیان کرتے وقت آپ کے چشم و رخسار میں سرخی اور دونوں مبارک گالوں پر حرارت کا پسینہ دکھائی دیا۔ (زبدۃ المقامات صفحہ ۲۸۲)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عزم واستقلال

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا دور از حد پُر آشوب تھا۔ بدعت و ضلالت کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے۔ کفر و شرک کی خزائیں زوروں پر تھیں۔ اکبرِ اعظم کی اسلام دشمنی اور جہانگیر کی آزادروی کے سامنے ایک فقیرِ بارگاہِ رسالت تھا جس کے عزم و استقلال نے اندھیروں اور خزاؤں کا تسلط ختم کیا اور شہنشاہوں کی اکڑی ہوئی گردنیں خم کر دیں۔ اللہ! اللہ!! آپ کے عزم و استقلال کی درخشندہ مثال سے تاریخ حریت جگمگا رہی ہے۔ بادشاہِ وقت نے سجدۂ تعظیمی کے لئے مجبور کیا لیکن آپ نے فرمایا: جو سر بارگاہِ الوہیت میں جھکتا ہو، کسی اور کے دروازے پہ کیسے جھک سکتا ہے۔ بادشاہ غیظ و غضب کا نشان بن گیا، ادھر آپ کے مخلصین نے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہوں کے لئے سجدۂ تعظیمی جائز ہے، سجدۂ تعظیمی کر لیں، آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ اس مردِ حق آگاہ نے فرمایا:

''یہ فتویٰ تو رُخصت ہے۔ عزیمت یہ ہے کہ غیرِ حق کے سامنے سجدہ نہ کیا جائے۔'' (مناقب آدمیہ و حضراتِ احمدیہ، بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی صفحہ ۱۷۶)

پھر اس کے بعد طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا لیکن مجال ہے جو عزم و استقلال کے عظیم پیکر کے قدموں میں لغزش پیدا ہوئی ہو۔ ایسی استقامت کی توقع فاروقِ اعظم کے لختِ جگر سے ہی کی جا سکتی ہے۔ حضرت علامہ اقبال آپ کے عزم و استقلال کو سلام پیش کرتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے\
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تسلیم ورضا

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''نہ معلوم اس ہندو راجپوت نے کیا سلوک کیا، آگرے سے گوالیار کس طرح لے گیا، قلعہ گوالیار میں لے جا کر کیا کیا، ہاں اس پائے نازنین کو پابندِ سلاسل کیا، یہ کیسا ظلم کیا۔ سرزمینِ ہند میں اس کے جاں نثار و فدا کار اس کے اشارے کے منتظر ہیں مگر وہ اپنے رب کریم کی رضا پر راضی ہے۔ ظالم ظلم کیے جارہے ہیں مگر وہ لطف اٹھا رہا ہے۔ کیا چشمِ عالم نے کبھی یہ منظر دیکھا ہے؟ ظالم نے نہ صرف پابندِ سلاسل کیا، گھر اجاڑا...... کتب خانہ ضبط، جائیداد ضبط، کنواں ضبط، زمین ضبط، جو کچھ پاس تھا سب ضبط کر کے آپ بے آسرا کر دیئے گئے مگر جس کا آسرا خدا پر ہو وہ کسی آسرے پر نہیں رہتا۔'' (سیرت مجدد الف ثانی صفحہ ۱۶۷)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اپنے مکتوبات آپ کے جذبۂ تسلیم و رضا کے بہترین عکاس ہیں۔ آپ عالمِ اسیری میں لکھتے ہیں:

''میر نعمان کو معلوم ہوا ہوگا کہ میرے خیر اندیش دوستوں نے ہر چند میری رہائی کے اسباب پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ جو کچھ خدا نے کیا وہی بہتر ہے۔ بمقتضائے بشریت مجھ کو بھی اس سے کچھ رنج ہوا اور دل میں تنگی ظاہر ہوئی لیکن تھوڑے ہی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ رنج اور دل کی تنگی فرحت و شرحِ صدر سے بدل گئی، اور یقینِ خاص سے معلوم ہوا کہ اگر اس جماعت کی مراد جو میرے درپے آزار ہے، اللہ جل سلطانہٗ کی مراد کے موافق ہے تو پھر اس پر ناپسندیدگی اور دل تنگی بے معنی اور دعوئ محبت کے منافی ہے۔'' (مکتوب ۱۵۔ دفتر سوم)

ایک مقام پہ فرماتے ہیں

86581

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"آپ دوستوں سے کہہ دیں کہ وہ دل کی تنگی دور کریں اور جو لوگ در پے آزار ہیں ان کی طرف سے بد دل نہ ہوں بلکہ ان کے فعل سے لذت حاصل کریں...... اور جو میں نے جور و جفا کو صورت غضب کا آئینہ کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں غضب دشمنوں کا حصہ ہے، دوستوں کے لئے صورتاً غضب ہے اور حقیقتاً عین رحمت۔ اس صورت غضب میں محبت کے لئے اتنے منافع ودیعت کئے گئے ہیں کہ اس کی شرح کیا بیان کی جائے۔"

(مکتوب ۱۵۔ دفتر سوم)

اپنے شہزادوں سے فرماتے ہیں:

"فرزندانِ گرامی! خاطر جمع رہو، لوگ ہر وقت ہماری تکلیفوں پر نظر رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی چاہتے ہیں، ان کو معلوم نہیں کہ نامرادی، بے اختیاری اور ناکامی میں کس غضب کا حسن و جمال ہے، اس کے برابر کونسی نعمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو بے اختیار کر کے خود اس کے ارادے اور اختیار سے باہر نکال لے اور اپنے ارادے کے مطابق زندگی بخشے، حتیٰ کہ اس کے امور اختیاریہ کو بھی اس بے اختیاری کے تابع بنا کر اس کو اپنے ارادے اور اختیار سے بالکل دست بردار کر دیا جائے اور اس کو مردہ بدست زندہ بنا دیا جائے۔ قید کے زمانے میں جب اپنی ناکامی و بے اختیاری کو دیکھتا تھا تو عجب لطف اٹھاتا تھا اور انوکھا مزہ پاتا تھا۔ فراغت والے مصیبتوں کے حسن کا کیا اندازہ کریں، بچوں کو صرف شیرینی میں مزہ ملتا ہے، لیکن جس کو تلخی میں لذت ملی وہ شیرینی کو ایک جو میں بھی نہیں خریدتا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ (مکتوب ۸۳۔ دفتر سوم)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حق گوئی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حق گو، بے باک، نڈر اور بہادر شخصیت کے مالک تھے۔ قاضی ظہور احمد اختر لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد نے جس سیاسی گھٹن اور جاہ و جلال اقتدار کے ہوتے شاہانِ وقت پر تنقید کی وہ انہیں کا حصہ تھا۔ اس نازک دور میں حکومت یا سربراہانِ حکومت پر تنقید کرنا اتنا آسان نہ تھا جتنا آج آسان ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر تختہء دار پر چڑھا دیا جاتا تھا، بلکہ اکبر کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ اپنے مخالفین کو اپنے ہاتھ سے زہر دے کر تڑپا تڑپا کے مار دیا کرتا تھا۔ (فسانہ سلطنت مغلیہ صفحہ ۱۳۰، بحوالہ مجدد نمبر نور اسلام صفحہ ۲/۱۵۲)

آپ کی حق گوئی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ ابوالفضل سے ملنے آئے ابوالفضل کو معلوم ہوا کہ آپ روزے سے ہیں۔ اس نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا، چاند کے متعلق ابھی تک شرعی شہادت فراہم نہیں ہوئی۔ ابوالفضل نے کہا، بادشاہ نے تو حکم دے دیا ہے، اب کیا عذر ہے؟ بے ساختہ آپ کے منہ سے اس وقت یہ جملہ نکلا۔

بادشاہ بے دین است، اعتبار ندارد

(بادشاہ بے دین ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں)۔ (الفرقان۔ مجدد الف ثانی نمبر ص ۸۷)

اندازہ کیجئے کہ مغل اعظم کے بہت بڑے ''حواری'' کے سامنے مغل اعظم پر اس قدر سخت تنقید کرنا کس بے خوفی، حق گوئی اور بہادری کی علامت ہے! مکتوبات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شریفہ کا مطالعہ کریں، آپ نے حکومتِ وقت کی خوب خبر لی، مثلاً جہانگیر کے دور میں اس کے باپ پہ تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بادشاہ کی درستگی سے عالم کی درستگی ہے اور بادشاہ کے فساد سے عالم کا فساد۔ آپ جانتے ہیں کہ زمانہ ماضی (یعنی عہدِ اکبری) میں اہلِ اسلام پر کیا کچھ نہیں گزرا۔ اسلام کی غربت حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ اہلِ اسلام کی بدحالی اس سے آگے نہیں بڑھی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کافر اپنے طریقہ پر جیسا کہ آیت لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ سے ظاہر ہے۔ لیکن زمانہ ماضی میں تو یہ حال ہوا کہ کفار تو برملا پورے غلبہ کے ساتھ دارِ اسلام میں احکامِ کفر جاری کرتے تھے، اور مسلمان احکامِ اسلام ظاہر کرنے سے عاجز و قاصر تھے، اگر ظاہر کرتے تو قتل کر دیئے جاتے تھے" (مکتوبات ۸۷ دفتر اول)

حُسنِ اَدب

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ادب کی دولت سے مالا مال تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک کے ساتھ جل سبحانہٗ جل سلطانہٗ کے کلمات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ گرامی کے ساتھ دُرود و سلام کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ جہاں اللہ و رسول کا ذکر خیر کرتے وہاں حسنِ ادب کی تابانیاں قابلِ دید ہوتیں۔ بزرگوں کی بارگاہ میں نہایت عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتے۔ مولانا بدر الدین سرہندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضرت مجدد سرتاپا اکابر سلف و خلف کی محبت اور مدحت میں غرق تھے لیکن اگر ان بزرگوں کے کلام سے آپ نے اعراض فرمایا ہے تو وہ محض نیک نیتی اور حکمت و الہام و اعلام پر مبنی ہے۔" (حضرات القدس صفحہ ۲/۱۵۲)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مزید فرماتے ہیں:

''حضرت مجدد بزرگوں کا ادب جیسا کہ چاہیے ملحوظ رکھتے تھے۔ایک مرتبہ آپ کے خاص مریدوں نے کتاب عوارف المعارف پڑھنی شروع کی اور آپ سے استدعا کی کہ اس کی شرح فرمادیں۔چنانچہ آپ نے اِس کتاب کے ایک جزو کی شرح نہایت فصیح و بلیغ عربی میں لکھی لیکن پھر وہاں کہ ہم نے اب اس کتاب کی شرح لکھنی چھوڑ دی ہے۔اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مقام پر ایسی بات آ جائے جس سے اس کے مصنف (حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ) کا ادب ہاتھ سے جاتا رہے۔''(ایضاً صفحہ ۱۵۳/۲)

آپ نے بعض مقامات پر بعض بزرگانِ دین سے اختلاف فرمایا لیکن ہر مقام پر ان کا ادب ملحوظِ خاطر رکھا۔حضرت بایزید بسطامی اور حضرت منصور حلاج علیہما الرحمہ کے اقوال کی تاویل و توجیح اس انداز سے کی کہ ان پر کوئی حرف نہ آئے۔یہ آپ کے حسنِ ادب کا ثبوت ہے۔بعض مقامات پہ اختلاف کے باوجود حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمتہ کے متعلق فرماتے ہیں: کیا عجب معاملہ ہے کہ باوجود اس کلام کے اور ایسی شطح خلاف جواز کے جناب شیخ مقبولان بارگاہِ کبریا میں سے نظر آتے ہیں اور اولیاء اللہ کی جماعت میں ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

(مکتوب ۷۷۔دفتر سوم)

ایک جگہ ان کے اس طرح شکر گزار ہیں:

''اور جناب شیخ کے بعد جو مشائخ آئے ہیں ان میں سے اکثر نے جناب شیخ کی پیروی کی ہے اور آپ ہی کی اصطلاح کو اختیار کیا ہے۔ہم پسماندگان انہی بزرگوار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے ہیں اور ان کے علوم و معارف سے فوائد حاصل کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان کو جزائے خیر عنایت کرے۔'' (مکتوب ۷۹۔ دفتر سوم)

آپ خود بزرگوں کا احترام کرتے تھے، اس لئے دوسروں سے بھی یہی توقع رکھتے تھے کہ وُہ کسی بزرگ کی گستاخی نہ کریں۔ بزرگوں کی گستاخی کرنے والے سے اپنا تعلق توڑ لیتے تھے۔ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ ابوالفضل نے حضرت امام غزالی علیہ الرحمتہ کے بارے میں فرمایا:

غزالی نا معقول گفتہ است

آپ کو اس کی تاب نہ ہوئی اور یہ فرما کر فوراً چلے گئے، اگر ذوق صحبتِ ما اہلِ علم داری ازیں حرف ہائے دوراز ادب زبان باز دار۔ اگر ہم جیسے اہلِ علم سے ملنے کا شوق ہے تو ایسی بے ادبی کے الفاظ سے زبان کو روکو۔ (زبدۃ المقامات)

آپ اپنے شیخِ کامل، مرشدِ ربانی سیدنا محمد عبدالباقی، المعروف خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا بے پناہ ادب کرتے۔ خواجہ ہاشم کشمی لکھتے ہیں کہ

مُجھ سے خواجہ حسام الدین احمد نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ نے مجھے حکم دیا کہ اپنے پیرومرشد (مجدد الف ثانی) کو بلا لاؤ۔ جب میں نے آپ سے حضرت خواجہ کے یاد کرنے کا ذکر کیا تو آپ کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا۔ خوف کے آثار ظاہر ہوگئے۔ انتہائے خشیت سے بدن میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی گویا کہ رعشہ طاری ہوگیا ہے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر میں نے دِل میں کہا، اب تک سنتا آیا تھا

نزدیکاں را بیش بود حیرانیؔ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیکن آج اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔(زبدۃ المقامات فصل سوم)

آپ نے اپنے مخدوم زادوں کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال فرمایا جس کے ایک ایک حرف سے شکر و ادب کے سوتے اُبلتے ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد اپنے مخدوم زادوں کی جناب میں عرض ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے اِحسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔ فقیر نے اس طریقہ کی الف با کا سبق انہی سے لیا ہے...... حضرت خواجہ سے جو اعلیٰ دولت اس فقیر کو ملی ہے اس کے عوض اگر یہ فقیر ساری عمر اپنے سر کو اپنے صاحبان کے عتبہ عالیہ کے خدام سے پامال کراتا رہے تب بھی ہیچ ہے۔

گر برتنِ من زبان شود ہر موئے
یک شکر دے از ہزار نتوانم کرد

حضرت خواجہ کی آستاں بوسی سے یہ فقیر تین مرتبہ مشرف ہوا ہے (مکتوب ۲۶۶ دفتر اوّل)۔ جب کوئی بزرگ ملنے کے لئے آتا تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور صدر مجلس میں ان کو جگہ دیتے (حضرات القدس ص ۲/۱۰۰)

آپ متبرک کاغذات کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دن ناگاہ گھبرا کر اٹھے اور ایک کاغذ کو جس پر کچھ تحریر تھا، اٹھایا اور فرمایا: ''بے ادبی ہے کہ کوئی تحریر ہم سے نیچے رہ جائے۔'' (زبدۃ المقامات)

یہ تو صرف کاغذ تھا، حُسنِ ادب کی ایک اور درخشاں مثال دیکھیے:

''ایک دن آپ اسرار و معارف تحریر فرما رہے تھے، ناگاہ ضرورتِ بشری کی وجہ سے بیت الخلا تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ باہر تشریف لائے اور آپ نے پانی طلب فرما کر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو دھویا اور آپ نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرمایا، ناخن پر سیاہی کا دھبہ تھا اور سیاہی حروفِ قرآنی کے اسبابِ کتابت میں سے ہے۔ بنابریں لائق ادب نہ سمجھا کہ اس دھبہ کے ہوتے ہوئے طہارت کروں اور پھر آپ برائے طہارت تشریف لے گئے۔'' (زبدۃ المقامات فصل ششم)

اسی طرح ایک دفعہ ایک حافظ جس نے سرہانے کے پاس فرش بچھایا ہوا تھا، قرأت میں مشغول ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ جس جگہ بیٹھے ہیں وہ اس فرش سے کسی قدر بلند ہے جس پر حافظِ قرآن تلاوت کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس زائد فرش کو اپنے پاؤں کے نیچے سے لپیٹ کر کنارے پر کر دیا (ایضاً)

ایک دفعہ طہارت خانے میں ایک کوزے پر نظر پڑی جس پہ اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت کندہ تھا۔ آپ نے اس کوزے کو اچھی طرح صاف کیا اور نہایت ادب سے اونچی جگہ پہ رکھ دیا۔ پھر جب بھی پانی کی طلب ہوتی، اس کوزے میں پانی نوش فرماتے۔ اسی پہ الہام ہوا کہ تم نے ہمارے نام کو بلند کیا ہے، ہم تمہارے نام کو بلند کریں گے۔ اور آپ فرماتے ہیں:

اگر میں سو سال بھی ریاضت کرتا تو اتنے فیوض و برکات حاصل نہ ہوتے جتنے اس عمل سے حاصل ہوئے۔ (حضرات القدس صفحہ ۲/۱۱۳)

عاجزی وانکساری

''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اس درجہ شانِ جلالت کی ایک وجہ آپ کی عاجزی و انکساری ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ کے لئے عاجزی کی، اللہ نے اس کا رتبہ بلند کر دیا۔'' جب آپ پر الزام لگا کہ آپ معاذ اللہ اپنے آپ کو صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے افضل سمجھتے ہیں،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ نے بھرے دربار میں فرمایا:

''میں تو خود کو سگ سے بہتر نہیں سمجھتا تو پھر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کیسے افضل سمجھ سکتا ہوں۔'' (مناقب آدمیہ ورق ۱۷۱ بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی ص ۱۷۷)

خواجہ ہاشم کشمی فرماتے ہیں:

اس کمترین نے بارہا آپ سے سُنا کہ کیا ہم اور کیا ہمارا عمل، جو کچھ بھی ملا ہے، اللہ کا کرم ہے، اور اگر کوئی چیز اس کے کرم کے واسطے بہانہ بنی ہے تو وہ سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت ہے۔ ہمارے کام کا مدار اس پر ہے۔''

(زبدۃ المقامات)

فرماتے ہیں:

عملِ صالح کو تکبر اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح لکڑی کو آگ تباہ کر دیتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی پوشیدہ برائیوں اور خامیوں کو یاد کرتا رہے اور اپنی نیکیوں پر پردہ ڈالے، بلکہ اپنی عبادتوں کے ادا کرنے سے شرمندہ ہو۔ (حضرات القدس ص ۲/۱۶۷)

اوصافِ متفرقہ

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بہت فیاض و دریا دل تھے۔ کبھی نیا لباس پہنتے تو پہلا کسی غریب یا عزیز خادم یا مسافر کو دے دیتے۔ آپ کی خدمت میں پ[illegible] پاس ساٹھ بلکہ سو لوگ علماء، عرفاء، مشائخ، حفاظ، اشراف و سادات میں سے ہوتے تھے جن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کو آپ کے مطبخ سے کھانا ملتا تھا (حضرات القدس صفحہ ۲/۱۰۰)

۲۔ آپ کو اہلِ کفر سے سخت نفرت تھی۔ کافروں کی ہرگز تعظیم نہ کرتے گو کہ وُہ صاحبِ حکومت اور صاحبِ جاہ کیوں نہ ہوتے تھے۔ (حضرات القدس صفحہ ۲/۱۰۰)

۳۔ ہر شخص سے سلام میں پہل کرتے۔ مولانا بدرالدین سرہندی فرماتے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ کبھی کوئی شخص سلام میں آپ پر سبقت کر سکا ہو (حضرات القدس صفحہ ۲/۱۰۰)

۴۔ فرض وسنت کی ادائیگی تو بڑی بات ہے، آپ مستحبات پر بھی سختی سے عمل کرتے تھے۔ ایک دن کالی مرچ کے دانے طلب کیے۔ مولانا صالح ختلانی چھ عدد دانے لے آئے۔ آپ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا، ہمارے صوفی کو دیکھو انہوں نے ابھی اللّٰہ وتر ویحب الوتر نہیں سُنا۔ اگر چہ یہ عمل مستحب ہے لیکن لوگ مستحب کو کیا سمجھتے ہیں؟ مستحب وہ کام ہے جو اللہ کو پسند ہے، اور اللہ کی پسند پر دنیا و آخرت قربان کر دی جائے تب بھی کچھ نہیں دیا۔ (زبدۃ المقامات)

☆☆☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ملفوظات

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصانیفِ عالیہ خصوصاً مکتوباتِ امام ربانی میں بے شمار ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ چند لفظوں میں بہت کچھ فرما گئے کوزے میں دریا کو سمو دیا۔ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۶۹۱ھ/ ۱۲۹۲ء) نے صرف اخلاقیات پر فصاحت و بلاغت کا کمال دکھایا تھا لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے شریعت و طریقت کے مسائل کو پند نصائح کی شکل میں جتنے فصیح و بلیغ انداز سے پیش کیا ہے اس کی نظیر شاید ہی کسی دوسرے بزرگ کی تصانیف میں پائی جاتی ہو۔ تبلیغِ دین کی خاطر چند ایسے ارشادات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ و باللہ التوفیق و علیہ التکلان.

۱۔ انسان کی پیدائش سے مقصود اس کی عاجزی اور انکساری ہے۔

۲۔ جب تک انسان قلبی مرض میں مبتلا ہے اس وقت تک اس کی کوئی عبادت نافع نہیں ہے۔

۳۔ انبیائے کرام نے وحدت وجود کی نہیں بلکہ وحدت معبود کی دعوت دی تھی۔

۴۔ شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن ہے۔

۵۔ شریعت کا مقصود نفسانی خواہشات کو زائل کرنا ہے۔

۶۔ صاحب شریعت کی پیروی کے بغیر نجات محال ہے۔

۷۔ سعادت دارین کی دولت سرور کونین کی متابعت پر موقوف ہے۔

۸۔ آدمی کو کھانے پینے کے لئے نہیں بلکہ عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

۹۔ شریعت کی پیروی اور نبی کی اطاعت نجاتِ اخروی کی ضامن ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۰۔ دینِ متین سے فساد کے لزومات کو دفع کرنا ضروریات دین سے ہے۔

۱۱۔ شریعت وطریقت میں بال برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔

۱۲۔ شریعت وطریقت ایک دوسری کا عین ہیں۔

۱۳۔ توحیدِ وجودی تنگ کوچہ ہے جبکہ شاہراہ اور ہے۔

۱۴۔ فتوحاتِ مدینہ نے ہمیں فتوحاتِ مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

۱۵۔ دلالت فصوص سے نہیں بلکہ نصوص سے ہوتی ہے۔

۱۶۔ مذہب اہلِ سنت وجماعت کی بال برابر مخالفت بھی خطرناک ہے۔

۱۷۔ جو مذہب اہل سنت سے جدا ہوئے وہ گمراہی اور خرابی میں جا پڑے ہیں۔

۱۸۔ کتاب وسنت کے وہی معنی معتبر ہیں جو علمائے اہلِ سنت نے سمجھے ہیں۔

۱۹۔ اہل سنت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھنا بداعتقادی اور سمِ قاتل ہے۔

۲۰۔ اہل سنت وجماعت ہی ناجی گروہ ہے۔

۲۱۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ناجی گروہ میں داخل فرمایا۔

۲۲۔ سب سے بدترین فرقہ وہ ہے جو صحابہ کرام سے بغض وعناد رکھتا ہے۔

۲۳۔ صحابہ کرام پر طعن کرنا قرآنِ مجید اور شریعتِ محمدیہ پر طعن کرنا ہے۔

۲۴۔ صحابہ کرام کی پیروی کا پابند صرف اہل سنت وجماعت کا گروہ ہے۔

۲۵۔ صحابہ کرام میں عیب نکالنا پیغمبر خدا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے۔

۲۶۔ بعض صحابہ میں عیب نکالنا سب کی متابعت سے محروم ہونا ہے۔

۲۷۔ صحابہ کے معاملے میں زبان کو سنبھالنا اور انھیں اچھے لفظوں سے یاد کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چاہیے۔

۲۸۔ تمام صحابہ کرام کی پیروی ضروری ہے کیونکہ اصول میں وہ سب متفق تھے۔

۲۹۔ صحابہ شریعت کے تابع تھے اور ان کا اجتہادی اختلاف حق کی سربلندی کے لئے تھا۔

۳۰۔ تمام صحابہ کرام افضلیتِ صدیق اکبر پر متفق تھے۔

۳۱۔ خلفائے راشدین کی افضلیت ترتیبِ خلافت کے لحاظ سے ہے۔

۳۲۔ سادات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرابت کے باعث محبت رکھنی چاہیے۔

۳۳۔ علماء کی سیاہی قیامت میں شہیدوں کے خون سے وزنی ہوگی۔

۳۴۔ علماء حق کی نظر صوفیہ کی نظر سے بلند تر ہے۔

۳۵۔ علماء ہی شریعت کے حامل ہیں انھیں ترجیح دینے میں شریعت کا احترام ہے۔

۳۶۔ لوگوں کی نجات علماء کے ساتھ وابستہ ہے۔

۳۷۔ علمائے آخرت کے کلام کی برکت سے توفیق عمل بھی مل جاتی ہے۔

۳۸۔ حقیقت سے واقف کار علماء کی دعا و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔

۳۹۔ حلال و حرام کے معاملے میں ہمیشہ دین دار علماء کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

۴۰۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دین داروں اور شریعت کی پابندی کرنے والوں سے میل جول رکھا جائے۔

۴۱۔ دنیا کی رغبت رکھنا علماء کے چہرے کا بدنما داغ ہے۔

۴۲۔ دولت کے حریص یعنی دنیادار علماء کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ تہلیلیہ

مصنف

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ الصمدانی

مترجم

غلام مصطفٰے مجددی ایم اے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعارف

حامداً و مصلیاً علیٰ رسولِ اللّٰہ ؐ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے جس کا نام تہلیلیہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں کلمہ طیبہ لا اِلٰہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کے بارے میں عظیم حقائق اور جلیل اسرار کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اُن حقائق و اسرار سے مصنف شہیر کے فکری و علمی، رُوحانی و وجدانی کمال کا اظہار ہوتا ہے۔
اس کا تاریخی نام معارف لا اِلٰہ الا اللّٰہ محمّد رسُول اللّٰہ (۱۰۱۰ھ) ہے۔ یہ اکبر اعظم کا دور تھا جب دینِ اسلام پر "دینِ الٰہی" کے کلہاڑے چل رہے تھے، متعدد عقائد و نظریات کو تبدیل کیا جا رہا تھا جہاں تک کہ اسلام کی بنیاد کلمہ طیبہ کو بھی بدلنے کی سازش کی گئی، محمد رسول اللہ کی جگہ معاذ اللہ اکبر خلیفہ اللہ کے الفاظ کا حکم نافذ کیا گیا، ان حالات میں حضور امام ربانی رضی اللہ عنہ نے فاروقی غیرت وحمیت کا ثبوت دیا اور لوگوں کو کلمہ طیبہ کے فضائل و لطائف، توحیدِ باری کے دلائل، وجودِ باری سے متعلق صوفیہ و فلاسفہ کے افکار و آراء سے آگاہ فرمایا اور آخر میں اپنے اہم موضوع یعنی حضور ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن کو نہایت دلآویز پیرائے میں تحریر کیا۔ نیز قرآن حکیم کے معجزہ نبوت ہونے پر شوائد پیش کیے۔ اس رسالہ کی تحقیق و تحریر کے موقع پر آپ کی عمر مبارک چھتیس سال تھی، جس سے آپ کے علمی رتبہ کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں آپ کا صوفیانہ رنگ خوب نکھرا ہے۔ حضرت زید فاروقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "یہ رسالہ نسبتِ نقشبندی حاصل ہونے سے پہلے لکھا گیا۔" کیونکہ اس میں صوفیہ وجود کے احوال و آثار سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ بات زبدۃ المقامات میں بھی درج ہے اگر یہ درست ہے تو اس کا سال تصنیف ۱۰۰۸ھ سے پہلے ہونا چاہیے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرستِ مضامین

تقدیرِ ''خبرلا'' کی بحث	۳۸
لفظ اللہ کی تحقیق میں تحیرِ عقلا کا راز	۳۹
لفظِ جلالت میں لطائفِ عجیبہ	۴۱
وحدانیت کی دلیل	۴۲
کلمہ طیبہ کے فضائل	۴۳
عوام کی توحید اور خواص کی توحید	۴۵
فلاسفہ کا مذہب	۴۹
کلمہ طیبہ کا دوسرا حصہ	۵۰
نبوت کی دلیل	۵۱

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین و العاقبہ للمتقین و الصلوۃ و السلام علٰی رسولہٖ محمدٍ و الہ و اصحابہ اجمعین یہ رسالہ کلمہ شریفہ لا اِلہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی تحقیق میں رقم ہے۔

تقدیر خبر لا کی بحث:

سوال: اگر آپ کہیں کہ خبر لا سے پہلے تقدیر ضروری ہے تو ایسے عبارت لا اِلہ موجود الا اللہ ہوگی۔ جو دوسرے معبود کے ''عدمِ امکان'' کو مفید نہیں۔ اگر عبارت ایسے ہو لا الہ ممکن الا اللہ تو یہ ''وجودِ مستثنٰی'' پر دلیل نہیں لہٰذا یہ دونوں باطل ہیں۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ہم صورتِ اول کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ خبر لا کی تقدیر میں مشہور ہے۔ اور اس کے غلط نتیجے کو باطل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ دوسرے خدا کا موجود ہونا ممکن نہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں۔ لیکن یہ لازم نہیں کہ کلمہ توحید ہی اس طرح کی ہر بات پر دلالت کرے۔ البتہ اتنا جائز ہے کہ یہ اس پر کافی ہے۔ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود موجود نہیں، یہی اس کا مقصد ہے۔ اور یہ اس مطلب میں نہایت عمدہ ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سوال: اگر آپ کہیں بنو تمیم کی زبان کے مطابق لا کو خبر ثابت کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ ابن الحاجب سے منقول ہے۔ وہ اس کو خبر نہیں مانتے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ یہ بات محققین کے نزدیک "غیر معتمد" ہے۔ حتی کہ اندلسی نے کہا "لا ادری من این نقله و لعل مقالته "میں نہیں جانتا کہ یہ کہاں سے لی گئی ہے۔ ہوسکتا ہے یہ اس کا قیاس ہو۔ حق یہ ہے کہ بنو تمیم اس کو اس وقت چھوڑتے ہیں جب یہ کسی سوال کا جواب ہو، اور جب کوئی قرینہ اس پر دلالت کرتا ہو۔ جب کوئی قرینہ نہ ہو تو اس کے خلاف قطعاً جائز نہیں، پھر اس صورت میں تو بالکل جائز نہیں ہوسکتا جب اس پر دلیل بھی نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

لفظ اللہ کی تحقیق میں تحیر عقلا کا راز:

السید السند نے الکشاف کے حواشی میں فرمایا جس طرح عقلاء اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں عظمت و جبروت کے انوار کی بدولت حیرت زدہ ہیں اس طرح لفظ اللہ میں حیرت زدہ ہیں۔ گویا اس کی طرف بھی، ان انوار کی کرنیں عکس انداز ہیں کہ مستبصرین کی آنکھیں خیرہ ہیں۔ چنانچہ ان میں اختلاف ہوا کہ لفظ اللہ عبری ہے کہ عربی، اسم ہے کہ صفت، یہ کسی اصل سے مشتق ہے۔ اور غیر مشتق ہے تو کیا ہے علم ہے یا غیر علم۔

☆ کہا گیا ہے کہ اس کی اصل اِلٰہ ہے۔ ہمزہ محذوف ہے۔ اس کی جگہ الف اور لام آ گئے، اسی لئے قطع کر کے "یَا اللہ" کہا گیا ہے۔ اگر آپ کا موقف ہو کہ کیا وجہ ہے کہ صورت ندا میں ہمزہ قطعی ہوگا اور بصورت دیگر اصلی۔ ہم کہتے ہیں کہ صورتِ ندا میں ہمزہ، الف لام معرفہ کے عوض قطعی ہوگا، اور بصورت دیگر یہ مفہوم اس سے بالکلیہ خارج نہیں ہوتا ہٰذا معناً معرفہ ہوگا اس کو خوب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائے۔ لفظ اللہ بالحق معبود کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ ''الالہ'' اصل میں ہر معبود کو کہا جا سکتا ہے، وہ حق ہو یا باطل، پھر یہ غالب طور پر معبودِ برحق کی لئے بولا جانے لگا۔

☆ اور کہا گیا ہے کہ اس کی اصل اَلْاِلٰہ ہے۔ ہمزہ اپنی ثقالت کی وجہ سے محذوف ہوا اور لام شامل ہوا۔

☆ اور کہا گیا ہے کہ اس کی اصل اَلْاِلٰهَةُ والوهيه و اُلُوهِية ہے۔ یعنی عَبَدَ بمعنی تعَبَّدَ اور تَاَلَّہَ و اَسْتَاَلَہَ بھی اسی سے مشتق ہیں (یعنی اس نے عبادت کی)

☆ اور کہا گیا ہے، اِلَہَ سے ہے، جب حیران رہ جائے۔ گویا عقول اس کی معرفت میں حیران ہیں۔ یا اَلِهتُ اِلٰی فلان سے ہے، (اس کا مطلب ہے) اس کی جانب سے سکون نصیب ہوا، تو بے شک ارواح اس کی معرفت سے تسکین لیتی ہیں۔

☆ اور کہا گیا ہے کہ وہ اس کی ذاتِ مخصوصہ کے لئے علم ہے، گویا جامد ہے اس کے لئے کوئی اشتقاق نہیں، کہ اس کی توصیف کی جاتی ہے، اس کے ساتھ تعریف نہیں۔ تو یہ ضروری ہوا کہ اس کا کوئی اسم گرامی ہو جو اس کی صفاتِ کاملہ کی پہچان ہو کہ اس کے علاوہ کسی اور لفظ کا اطلاق اس پر صحیح نہ ہو۔ اگر اسے صفت مانا جائے تو قولِ لا الہ الا اللہ توحید نہیں جیسا کہ لا اِلٰہ الا الرحمٰن نہیں ہے کہ اس سے شرک نہیں رکتا۔

یہ بات محلِ نظر ہے کہ دلائل مذکور ثبوتِ مطلب پر دلالت نہیں کرتے کیونکہ دلیلِ اوّل ''نفی وصفیت'' پر دلالت کرتی ہے نہ کہ ثبوتِ علمیہ پر، جبکہ اجناس کے اسما اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

''لفظ الشی'' ایک طرح ہیں۔ اور دلیلِ ثانی ثبوتِ علیہ پر دلالت نہیں کرتی جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور دلیلِ ثالث اس لیے درست نہیں کہ ممکن ہے یہ ''اوصاف غالبہ'' میں سے ہو، دوسرے کے لئے مستعمل نہ ہو، اور شرکتِ غیر کو مانع ہو لیکن اس کے باوجود علم بھی نہ ہو۔ اور لا الہ الا الرحمٰن توحید کے لئے کیوں مفید نہیں، لفظ رحمٰن کا اطلاق بھی غیرِ خدا پر نہیں ہوتا۔ اور خدا کے سوا کسی کی اس کے ساتھ تعریف نہیں کی جاتی۔ یہ عَلَم کی مانند ہے جو ''شرک'' کو روکتا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو لہٰذا اس پر غور کرنا چاہیے۔

قاضی بیضاوی نے اس کی ذاتِ مخصوصہ کے لئے علم سے روکا ہے کہ اس کی ذات ایسی ہے جو ہر اعتبار سے حقیقی اور انسان کی عقل سے بالا ہے، لہٰذا ایک لفظ کا اس پر دلالت کرنا ناممکن ہے۔ یہ بھی محلِ نظر ہے کیونکہ محض یہ وجہ قابلِ قبول نہیں کہ اس لفظ ''اللہ'' کو مقرر کرنے والا وہ خود سبحانہٗ وتعالیٰ ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

اگر آپ کہیں کہ بے شک کسی شے کا علم ایک طریقے سے حاصل ہو، تو اس علم سے مضائر ہوگا جو دوسرے طریقے سے حاصل ہو، یہ علمائے کثیر کا قولِ مختار ہے۔ پھر اس طرح جائز ہے کہ اس کی ''ذاتِ مشخصہ'' کو کسی طریقے سے جانا جائے جیسا کہ واجب بالذات اور معبود بالحق۔ وہ لفظ اللہ ذاتِ معلومہ کے لئے اس لئے مقرر فرماتا ہے کہ یہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اِس جگہ خصوصیتِ ذات کی وجہ سے علماً ضروری ہے کہ وہ لفظ مانعِ شرک ہو، ورنہ کسی چیز کا عام علم اور کلی مفہوم اس مطلب کے لئے کفایت نہیں کرتا۔ یہاں تامل ضروری ہے کہ یہ پیچیدہ مسئلہ ہے۔ واللہ المستعان۔

لفظِ جلالت میں لطائفِ عجیبہ:

بعض محققین نے لفظِ اللہ کے لطائف میں فرمایا اگر اس کا تلفظ ہمزہ کے ساتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہ ہو، یعنی للہ ہو، (تو بھی بامعنی ہے) لِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اللہ کے لئے ہیں زمینوں آسمانوں کے لشکر، اگر لام باقیہ کو چھوڑ دیا جائے تو باقی ''ہائے مضمومہ'' ہوگی جو ھُوَ سے ہے، (تو بھی بامعنی ہے) لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ، اس میں واو زائدہ ہے، اس کی سقوط میں ھما اور ھُم رہ جاتے ہیں، اس میں تامل ہے جیسا کہ عربی میں ادنیٰ درایت رکھنے والے پر بھی پوشیدہ نہیں۔ اب رہا معنی کے حساب سے تو آپ اس کو لفظ ''اللہ'' کے ساتھ پکاریں گے تو ایسے ہے جیسے آپ نے اسے تمام صفات کے ساتھ پکارا۔ بخلاف دوسرے تمام اسماء کے۔ لہٰذا فقط اسی لفظ سے کلمہ کی شہادت زیادہ درست ہے۔

وحدانیت کی دلیل:

اس ذاتِ سبحانہٗ کے واحد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر دو قدرت والے خدا ہوتے تو مقدورات کی نسبت دونوں کی طرف یکساں ہوتی۔ کیونکہ علتِ قدرت اور علتِ مقدوریت دونوں میں پائی جاتی۔ پس اس سے لازم ہوا کہ وہ مقدورِ معین دونوں کی قدرت سے ہوتا اور یہ محال ہے۔ کیونکہ مقدورِ واحد پر دو مستقل قدرتوں کا وارد ہونا ممکن نہیں، اور دونوں میں سے ایک ایسا کرے تو بھی محال ہے، کہ اس سے ترجیح بامرجع لازم آتی ہے۔ پس حاصل ہوا کہ متعدد خداؤں کو تسلیم کرنے سے ممکنات کی کسی چیز کا وجود صحیح نہیں رہتا۔ کیونکہ مذکورہ دونوں محالات میں سے ایک محال کو اختیار کرنا ہوگا، اور محال کا التزام بھی محال ہوتا ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اس پر یہ برہانِ حق دلیل کافی ہے۔ لوکان فیھما اٰلِھَۃ الا اللہ لفسدتا، اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو فساد برپا ہوتا۔ اس مطلب کے اثبات کے لئے یہ دلیل مشہور ہے جو بیان سے بے نیاز ہے۔

حکماء نے کہا ہے کہ اگر واجب الوجود دو ہوتے تو ان کے نزدیک ثابت ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سکتا ہے کہ وجوب کے نفسِ ماہیت میں تمایز ہے۔ اس سے ان کا مرکب ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے۔ کیونکہ مرکب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی واجب الوجود نہ ہو، ترکیب، وجوب کے منافی ہے، جبکہ فرض اس کے خلاف کیا تھا۔ شرح مواقف میں درج ہے کہ اس مسئلہ میں وثنیہ اور ثنویہ کے علاوہ کوئی مخالف میں، وہ دو الہوں کے وجود کو واجبی نہیں کہتے، اور نہ بتوں کو صفاتِ الٰہیہ سے متصف کرتے ہیں۔ اگرچہ ان پر ''اسم الٰہ'' کا اطلاق کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے نبیوں، زاہدوں، فرشتوں اور ستاروں کی تماثیل تراش لیں اور عبادت کی غرض سے ان کی تعظیم میں مشغول ہو گئے۔ تاکہ اُن تماثیل کے ذریعے وہ معبودِ حقیقی تک رسائی حاصل کر سکیں۔

کلمہ طیبہ کے فضائل:

اور لیجئے اب اس کلمہ شریفہ کے فضائل جن میں سے بخاری و مسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بھی صدقِ دل سے گواہی دی لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اس پر اللہ نے آگ حرام کردی۔

☆ بخاری و مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے نے کہا لا الٰہ الا اللّٰہ اور اسی پر فوت ہوا، وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے، میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے، میں نے عرض کیا، اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ فرمایا ابوذر کی ناک خاک آلود ہو اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ عطا پر عطا ہی کرتے ہیں
گو خطا پر خطا کرے کوئی (مترجم)

☆ مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے گواہی دی لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ، اللہ نے اس پر آگ کو حرام کر دیا۔

☆ مسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو فوت ہوا اور جانتا تھا کہ لا اِلٰہ الا اللّٰہ وہ جنت میں داخل ہوا۔

☆ احمد نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی چابیاں یہ شہادت ہے کہ لا اِلٰہ الا اللّٰہ

☆ ترمذی اور ابنِ ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل ذکر لا اِلٰہ الا اللّٰہ ہے اور افضل دعا الحمد للہ ہے۔

☆ شرح السنہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے عرض کی مولا مجھے ایسی چیز سکھا جس کے ساتھ تیرا ذکر کروں اور جس کے ساتھ تیرے حضور دعا کروں۔ فرمایا اے موسیٰ، لا اِلٰہ الا اللّٰہ کہا کر، عرض کیا مولا یہ تو ہر بندہ کہتا ہے۔ میں کوئی مخصوص چیز چاہتا ہوں، فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ان میں میرے سوا تمام بسنے والے اور ساتوں زمینیں ایک طرف ہوں اور لا الہ الا اللّٰہ ایک طرف تو لا اِلٰہ الا اللّٰہ والا پلڑا وزنی رہے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ مفسرین نے قولِ سبحانہٗ، الیہ یصعد الکلم الطیب کے بارے میں کہا ہے، کہ اس سے مراد کلمات توحید لا اِلٰہ الا اللّٰہ ہیں اور وہ لا یتکلمون الّا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا کے ضمن میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد درست قول ہے اور وہ ہے شفاعت کرنے والا قول لا الٰہ الا اللّٰہ ۔ جو دنیا میں کہا تھا۔

عوام کی توحید اور خواص کی توحید:

جان لو کہ اہل اسلام میں عوام کی توحید یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک کا انکار کیا جائے کہ واجب لذاتہٖ وہی ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ اِسی پر نجاتِ اخروی اور سعادتِ ابدی کا مدار ہے۔ اور ظاہر میں تمام انبیاء کرام نے یہی تبلیغ فرمائی۔ اور صوفیہ جو کہ اللہ والے، کشف والے، مشکوٰۃِ نبوت سے اقتباس کرنے والے، جو زمین کے اوتاد ہیں۔ جن کی برکات سے اہل زمین کی طرف رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور جن کے صدقے ان کو بارش دی جاتی ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔ جو وہ قوم ہیں جن کا ساتھی کبھی شقی نہیں ہوتا ان کی توحید اس سے عبارت ہے کہ وجود میں اس کے شریک کی نفی کی جائے، کہ ان کے نزدیک اس کے سوا کوئی موجود نہیں۔ وہ مطلق تھا، اور اس کے ساتھ کوئی کون وقید نہیں تھی۔ اور وہ اب بھی مطلق ہے۔ اور جس کو عالم، غیر و ماسوا یا مقید کہا جاتا ہے، وہ محض دکھاوا ہے، انتقاش ہے، جیسا کہ عارف نے کہا

دوئی را نیست رہ در حضرت تو
همہ عالم توئی و قدرتِ تو

حضرت شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہٗ نے النصوص میں فرمایا کہ وجودِ واحد میں بڑے شبہات وحجابات اور تعدادتِ واقعہ وہی ہیں جن کو اعیانِ ثابتہ کے آثار کہتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں۔ان سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اعیانِ ثابتہ بھی وجود میں بالوجود ظاہر ہیں جو آثار اس میں ظاہر ہوئے تو وہ ظاہر نہیں ہوئے اور کبھی نہیں ہوسکتے کہ ان کی ذات میں ظہور کا حوصلہ نہیں۔

ہمارے شیخ والد گرامی قدس سرہٗ نے رسالہ کنز الحقائق میں فرمایا کہ یہ قید عالم محض دکھاوا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صناعی ہے جس نے ہر چیز کو ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا یہ موجودِ حقیقی کے نمائندہ کا حکم رکھتا ہے۔اور اس پر دنیوی واخروی احکام کا ترتب ہے۔ جیسا کہ کتاب وسنت سے منطوق ہے۔ پس یہ ابدی بن گیا ہے کہ کسی کے زوال دینے سے زوال پذیر نہ ہوگا ماسوا اُس کے جس نے اسے اثرِ بقا دیا ہے۔ اسی لئے اس کو مراتبِ وجود عطا کئے۔اور ہرگز یہ قید عالم نفس الامر میں موجودِ حقیقی نہیں، بلکہ معدومِ محض ہے۔ الاعیان ماشمت رائحة الوجود ،اعیان نے وجود کی بوتک نہیں سونگھی،اور موجود حقیقی اللہ واحد قہار کے سوا کوئی نہیں۔اس لئے وجود مرتبتِ تنزل سے موسوم ہے۔اللہ سبحانہٗ کے لئے نہ تنزل ہے نہ ترقی۔ وہ تو ہر قید سے پاک ہے۔ حتی کہ اطلاق کی قید سے بھی۔ مطلق الوجود، مراتبِ احکام کے لئے جامع ہے۔ لیکن ہر مرتبہ کے لئے احکام مختص ہیں جن سے تجاوز نہیں کیا جاسکتا، جو ان کی حفاظت نہیں کرتا، زندیق ہے، لہٰذا اس نے ان کے بیان وحفاظت کے لئے کتابوں کو نازل فرمایا اور رسولوں کو ارسال کیا۔ اس مطلب شریف کے ادراک کے لئے صوفیہ کرام کے پاس وجدانِ صحیح اور مکاشفاتِ حقانی کی شان ہے۔انہوں نے فرمایا کہ ہمارے لئے کشف وعیان سے ظاہر ہوا کہ اللہ سبحانہٗ کا وجود عینِ ذات ہے اور اس کے سوا حقیقۃً کوئی موجود نہیں اور تمام اشیاء شیون واعتباراتِ سے اس کی ذات کے ساتھ لاحق ہیں، حقیقی وجود اس سبحانہٗ کا ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے۔ وجود اور موجود ایک ساتھ ہیں۔ لان معنی الموجود ما

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قــام بــہ الوجود ، کہ موجود کا معنی ہے جو وجود کے ساتھ قائم ہو، یہ برابر ہے کہ یہ قیام صفت بالموصوف کی قبیل سے ہو یا شے کا قیام بنفسہٖ ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقۃً وجود وہی ہے جو اپنی ذات کے ساتھ قائم ہو نہ کہ جو غیر کے وصف سے قائم ہو۔ پس مناسب نہیں کہ اس کا غیر اصلاً موجود ہو۔ لہٰذا مرتبۂ وجود میں نہج کمال پر ممکن اور واجب میں تفاوت اور تباعد ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ذات سبحانہٗ عین وجودہٖ ہے اور ذاتِ ممکن عین وجودہٖ نہیں، وہ اپنے وجود سے متصف اور اپنے وجود کے لئے معروض نہیں۔ بلکہ ممکن تو وجود کیساتھ نسبتِ حاصلہ کے سبب نظر آتا ہے۔ گویا وجودِ ممکنات کا موجود ہونا اس نسبتِ خاص سے عبارت ہے جو اُسے اُس قائم بالذات وجود سے ہے۔ ہاں یہ نہیں ہوسکتا اس کا وجود ان ممکنات سے قائم ہو۔ مثلاً لوہار اس شخص کو کہتے ہیں کہ لوہا جس کی صنعت کا مصنوع ہو۔ اس کو لوہے سے نسبت خاص ہو، نہ کہ لوہا اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو۔ یا شمس کی طرح کہ اس پانی کو کہتے ہیں جس نے سورج کے ساتھ نسبت خاص حاصل کی اور اس کے محاذات سے وہ تپش لیتا ہے۔ پس عالم مرتبہ وجود میں مرتبہ وجود الحق سے بہت ہی نیچے ہے، تراب کا رب الارباب سے کیا مقابلہ، مطلق بے نیازی اور کمالاتِ صوری و معنوی حق سبحانہٗ کے لئے ثابت ہیں۔ وہی عینِ وجود اور اصلِ کمالات ہے۔

ولــو وجههــا مــن وجهها قمرٌ

و لــعيــنهــا مــن عينهــا كــحلٌ

چاند اُس کے رخ روشن سے روشن ہے اور آنکھ اسی کی آنکھ سے سرگیں ہے۔

مخلوق میں: اتی طور پر ذلت اور احتیاج ہے کہ حقیقت میں اُس کا وُجود و نمود نہیں۔ بلکہ وہ تو وجودِ حق سبحانہٗ کا عکس ہے۔ جو اعیان کے شیشوں میں اور اس کی جلوہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گاہوں میں ظاہر ہوا، وہ ان کے اعدام پر باقی ہے۔ جیسے پانی، برتن کے رنگ کے ظہور کے سامنے، اس میں عدمِ رنگ پر بقا ہے۔ وہ اس کے غیر کا رنگ ہے، اس کا اپنا کوئی رنگ نہیں۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا لونُ الماء لون اناۤءِ ہ ، پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہے۔ یعنی بے شک وجود اور کمالات جو اعیان میں ظاہر ہوئے، وہ نہیں مگر حق کے لئے، اور اصلاً اعیان نے تو وجود کی بو تک نہیں سونگھی۔ پس عالم ان اعیان سے عبارت ہے جو حق سبحانہٗ کی تجلی کا واسطہ تصور کی جاتی ہیں۔ جن میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے، سو تمام نظامِ عالم اس وجودِ ظاہر اور اس اعدام کے ساتھ ہے۔ کما قال العراقی

روز و شب باہم آشتی کردند

کار عالم ازاں گرفت نظام

دن رات میں جو باہم ربط ہے اس سے کارِ عالم کا نظام قائم ہے۔ یعنی وجود و عدم کے اختلاط کے واسطہ اور امتزاج سے نظامِ ہستی ہے۔ شیخ العارف عبدالقدوس حنفی علیہ الرحمتہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں ''حقیقت میں ہستی مطلق حق سبحانہٗ ہے، مگر حجاب والوں کی آنکھ میں لباسِ کونی نے خاک ڈال دی ہے۔ اور ان کو دور اور مہجور کر دیا ہے'' گویا اب سبحانہٗ کا اعیان ثابتہ کی صفات کے ساتھ ظہور اور عارضی احکام کے ساتھ انصباغ ہی حجاب والوں کے ادراک کے احتجاب کا سبب ہوا اور نہ حق سبحانہٗ کے سوا ظاہر، مرئی اور مشہود کوئی نہیں،

شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ''ان صوفیہ میں سے کسی نے کہا ''الحق محسوس والخلق معقول'' حق تعالیٰ محسوس ہے اور خلق معقول ہے۔ وہ سبحان ہے، کہ شدتِ ظہور سے پوشیدہ ہوا، غایت قرب سے دور ہوا، اور ادراک کا ادراک بھی مفقود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے اس لئے نہ پہچانا گیا، اس کا یہ معنی نہیں کہ معمولی ادراک بھی نہ ہو، وہ تو ہر فرد کو ہے، اور اُن سے اُس کا اصلاً عدمِ انفکاک ہے۔ پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور تکالیفِ شاقہ اس ادراک الادراک کی تحصیل کے لئے ہیں۔

فلاسفہ کا مذہب:

یاد رہے کہ حکما، ان صوفیہ کے ساتھ اس میں موافق ہیں کہ وُجود الحق سبحانہ 'عین ذاتِ حق سبحانہٗ' کا وجود عینِ ذات ہے، اور وجودِ غیر، اس قائم وواجب بالذات کے وجود کی نسبتِ خاص سے عبارت ہے۔ یہ نہیں کہ وجود اس کا وصف ہو اور اس سے قائم ہو، جیسا کہ لوہار اور شمش کی مثالیں دی گئیں۔ فلاسفہ نے واجب تعالیٰ کے وجود کے عینِ ذات ہونے پر دو وجہوں سے استدلال کیا ہے۔

پہلی وجہ: اگر اس کا وجود اس کی ذات پر زائد ہوتو اسے اتصافِ وجود کے لئے کسی علت کی احتیاج ہوگی، اگر اتصاف کے لئے علت ہو اگر چہ اس کی ذات ہوتو اتصافِ ذات کا وُجود سے تقدم لازم آئے گا، اور اتصاف بالوجود میں اس کی تاثیر ہوگی، کہ یہ ضرورتِ عقل کا محاکمہ ہے بان الایجاد فرع الوجود، ایجاد، وجود کی فرع ہے۔ اور اگر وجود سابق ہو اور عینِ وجود لاحق ہوتو اپنے نفس پر شے کا تقدم لازم آئے گا۔ اگر لاحق ہونے والا غیر ہوتو ہم اس غیر سے اس کے اتصاف پر کلام کریں گے۔ جہاں تک کہ وجود میں تسلسل لازم آئے گا، پس انتہا اس وجود پر ہوگی جو عین ذات ہے۔ لیکن شے واحد کے وجود میں تعدد کا ہونا محال ہے۔ جیسا کہ فطرت سلیم بھی اس پر گواہ ہے۔

دوسری وجہ: جو چیز وجود میں آتی ہے، تو وُجود اس کی ذات کی طرف دیکھنے سے مسلوب عنہ ہے یعنی پوشیدہ ہے یہ بات جمہور میں مشہور ہے۔ اس کی ماہیت ایک ہی جیسی ہوتی ہے، اُمور عارضہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اس کے وجود کا ثبوت اس کی ذات سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں ہوا جیسا کہ گزرا الایجاد فرع الوجود، پس یہ صحیح نہیں کہ ذات جیسی کہ وہ ہے، بغیر شرطِ وجود کے موجد ہو، یہ ایک ہی بات ہے کہ وہ اپنے آپ کی موجد ہے یا اپنے غیر کی موجد۔ لہٰذا یہی ہے کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت ایک وجودِ متاکد (ضروری) ہے، جو اپنی ذات کے ساتھ قائم ہو۔ اس کا وجود ہونا اور موجود ہونا ایک ساتھ ہے، جیسا کہ بیان کیا گیا۔

کلمہ طیبہ کا دوسرا حصہ:

محمد اللہ کے رسول ہیں، اولادِ آدم کے سردار ہیں، قیامت کے دن آپ کی اتباع کرنے والے دوسرے نبیوں کے تابع داروں سے زیادہ ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ اولین و آخرین سے افضل ہیں۔ سب سے پہلے آپکا مزار انور شق ہوگا، اور پہلے شفاعت کریں، آپ کی شفاعت پہلے قبول ہوگی۔ آپ سب سے پہلے جنت کے دروازہ پر دستک دیں گے، آپ کے لئے اللہ اس کو کھول دے گا، قیامت کے دن پرچمِ حمد کو اٹھائیں گے جس کے نیچے آدم اور سب انبیاء کرام ہوں گے، آپ نے فرمایا ہم آخری ہیں اور ہم قیامت کے دن پہلے ہوں گے، میرا یہ قول فخر یہ نہیں۔ میں رسولوں کا سالار ہوں، کوئی فخر نہیں، میں نبیوں کا خاتم ہوں کوئی فخر نہیں، میں لوگوں کا اول ہوں جب وہ اُٹھیں گے، میں لوگوں کا قائد ہوں جب وہ وفد بنیں گے، میں لوگوں کا خطیب ہوں جب وہ خاموش ہوں گے، میں لوگوں کا شفیع ہوں جب وہ روک دیئے جائیں گے، میں لوگوں کا مبشر ہوں جب وہ مایوس ہوں گے۔ بزرگی اور چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اپنے رب کے ہاں اولادِ آدم کا بزرگ ہوں، میں گرد ہزار خادم طواف کر رہے ہوں گے، جیسے سفید انڈے یا بکھرے موتی۔ جب روزِ قیامت ہوگا میں نبیوں کا امام، خطیب، اور ان کی شفاعت والا ہوں گا، اس پر کوئی فخر نہیں، اگر حضور صلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کو ظاہر کرتا اور وہ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

نبوت کی دلیل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کے لئے جمہور کے نزدیک یہ دلیل معول ہے کہ حضور نے نبوت کا دعویٰ فرمایا اور ان کے ہاتھ معجزات کا ظہور ہوا۔ جو یہ خصوصیت رکھتا ہو وہ نبی ہے۔ اور آپ کا دعویِ نبوت کرنا تواتر سے ثابت ہے، اور ایسے ہی آپ سے صدورِ معجزات اور قرآنِ پاک بھی آپ کا معجزہ ہے۔ قرآنِ پاک اس لئے معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مقابلہ کی دعوت دی، اور عرب کے فصحاو بلغا کو کہا کہ اس جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ۔ وہ کثیر التعداد تھے اور غایتِ عصبیت اور حمیت و جہالیت کے باوجود بھی اس جیسی ایک چھوٹی سورت بنانے سے بھی عاجز آ گئے۔ جہاں تک کہ انہوں نے قلمی معارضت کی بجائے سیفی مقارعت کو ترجیح دی۔ اگر وہ قلمی مقابلہ کر سکتے تو ضرور کرتے اور اگر کرتے تو ہم تک تواتر سے منقول ہوتا۔ اس کو نقل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ جیسا کہ خطیب منبر پر بیان کرتا ہے۔ اور اس طریقے سے ضرورتِ عادیہ کے مطابق علم حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ حس کی طرح عادت بھی حصولِ علم کا طریقہ ہے۔

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور معجزے ظاہر کرے وہ نبی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کی کہ مخلوق میں مدعی نبوت کی سچائی کا علم پیدا کیا جب اس کے ہاتھ پر معجزے کا ظہور ہو۔ کیونکہ کاذب کے ہاتھ پر معجزے کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں نبی ہوں، پھر پہاڑ کو اٹھا کر لوگوں کے سروں پر کھڑا کر دے، اور کہے اگر تم مجھے جھٹلاؤ تو یہ تم پر گر پڑے گا، اگر میری تصدیق کرو گے تو یہ تم سے ہٹ جائے گا، پھر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب وہ تصدیق کرنا چاہیں گے تو ان سے ہٹ جائے اور جب تکذیب کرنا چاہیں تو ان کے قریب آ جائے۔ اِس سے ضروری علم حاصل ہوگا کہ وہ صادق ہے۔ اور عادت بھی یہی فیصلہ دیتی ہے کہ کاذب یہ کام نہیں کر سکتا۔

لوگوں نے یہ مثال بھی دی ہے جب کوئی آدمی بادشاہ کے دربار میں ہجومِ غفیر کے سامنے کہے کہ وہ اس بادشاہ کا تمہاری طرف رسول ہے، وہ دلیل مانگیں تو کہے کہ اگر بادشاہ اپنی عادت کے خلاف اٹھ کر ایسے مقام پر جا بیٹھے جہاں بیٹھنے کی اسے عادت نہیں، تو یہ اس کی تصدیق ہوگی۔ اور اس کی سچائی کے علمِ ضروری کے لئے فائدہ مند ہوگی۔ اس مثال کا یہ مطلب نہیں کہ غائب کو موجود پر قیاس کر لیا ہے، ہمارا تو دعویٰ یہ ہے کہ بے شک ظہورِ معجزہ، علمِ ضروری کو سچائی کے ساتھ مفید ہے۔ اور اس کا علم اس کے لئے مفید ہے، ضرورتِ عادی کے ساتھ معلوم ہے۔ یہ مثال تفہیم کے لئے اور زیادتِ تقریر کے لئے ہے، اِس پر جو سوالات وارد ہوئے اور ان کے جوابات، کتابوں میں مذکور ہیں، ہم نے اپنے رسالہ اثباۃ النبوۃ میں بھی اس کی تفصیل لکھی ہوئی ہے۔

اس کے سوا جو معجزات ہیں وہ اپنی تفاصیل کے ساتھ متواتر نہیں لیکن ان میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ ان کا ثبوت معجزہ متواتر ہے۔ بلاشبہ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت۔ وہ ہمیں اثباتِ مطلب کے لئے کافی ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے استدلال ہو سکتا ہے خواہ وہ اعلانِ نبوت سے پہلے کے ہوں یا، اعلان کے وقت یا اس کے بعد، آپ کے اخلاقِ کریمہ احکامِ حلیمہ، اور سخت حالات میں اقدام اور مہماتِ دینی و دنیوی میں جھوٹ کا قطعاً صادر نہ ہونا۔ اگر ایک مرتبہ بھی جھوٹ صادر ہو جاتا تو آپ کے دشمن اس کو خوب پھیلاتے، آپ کا اعلان نبوت سے پہلے اور بعد میں کبھی کسی فعلِ قبیح کی طرف قدم نہ اٹھانا، اُمی ہونے کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باوجود کمالِ فصاحت کا اظہار کرنا، تبلیغ رسالت میں مختلف مشقتوں کا برداشت کرنا حتیٰ کہ فرمایا کسی نبی کو اتنی تکلیفیں نہیں دی گئیں جتنی مجھے، اور عزیمت میں کوئی لغزش نہ آنا، پھر جب دشمنوں پر غلبہ حاصل کیا اور ان کی جانوں اور مالوں میں حکم نافذ کرنے کا رتبہ ملا تو بھی پہلی حالت میں تبدیلی نہ آنا بلکہ آپ شروع سے آخر تک ایک ہی طریقہ مرضیہ پر گامزن رہے۔ امت پر حد درجہ شفقت فرمانا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا فلا تذھب نفسک علیھم حسراتٍ محبوب! ان کی پریشانیوں یں تمہاری جان نہ چلی جائے اور آپ کا انتہائی سخی ہونا کہ آپ کو یوں فرمایا گیا وَ لا تبسطھا کل البسط، ان ہاتھوں کو اِس طرح نہ کھول دو، اور دنیوی زیبائشوں کی طرف عدم التفات، فقراو مساکین کے ساتھ غایتِ تواضع، اغنیا کے ساتھ غایت ترفع، دشمنوں کے مقابلہ میں استقلال اور ہرگز خوفزدہ نہ ہونا۔ جیسا کہ یوم اُحد و احزاب کے موقع پر دیکھا گیا۔ یہ آپ کی قوتِ قلبی اور اولوالعزمی کی دلیل ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی عصمت پر یقین نہ ہوتا۔ جیسا کہ اس نے آپ سے وعدہ فرمایا و اللہ یعصمک من الناس، اور اللہ آپ کو لوگوں بچاتا ہے، یہ بطور عادت نہ ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں تلوین نہیں جبکہ دوسروں کے حال میں تلوین آ گئی۔ یہ تمام امور اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضور نبوت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔ یہ کسی منصف مزاج عقلمند سے پوشیدہ نہیں۔

ربنا اتنا مِن لَدنک رحمته و ھیِّ لَنامِن امرنا رُشدا

یہ رسالہ اختتام کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تعریف ہے اول و آخر اور اُسی کے لئے حکم اور تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

☆☆☆☆☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شعورِ دنیا و عقبیٰ، فروغِ فکر و نظر
مرے رسُول کی چوکھٹ سے کیا نہیں مِلتا
مرے کریم بچا لے مجھے خُدا کے لیے
ترے کرم کے سِوا آسرا نہیں مِلتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ اثبات النبوۃ

مصنف

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ الصمدانی

مترجم

غلام مصطفٰے مجددی ایم اے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعارف

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوۃ والسلام علیٰ من لا نبیَّ بعدہٗ یہ رسالہ عربی زبان میں مرقوم ہے۔ اور یہ اُس پر آشوب دور کے منکرینِ ختم نبوت کے لئے تو تازیانہ عبرت تھا ہی آج بھی اِس گروہ کے لئے حق وصداقت کی موثر و مدلل آواز ہے، یہ رسالہ منقول ومعقول کا خوبصورت امتزاج ہے۔ جسے حضرتِ مجدد کے قلم گوہر رقم کا شہکار کہنا چاہیے، مصنف جلیل کی جودتِ طبع، قوتِ استدلال اور وسعتِ مطالعہ کے ساتھ ساتھ اسلام وپیغمبر اسلام کے ساتھ گہری وابستگی کے مناظر جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔ آپ اس کی تحریر وتحقیق کا سبب خود بیان فرماتے ہیں'' جب میں نے اس زمانے میں لوگوں کے عقیدے میں اصل نبوت کے بارے میں فتور دیکھا'' یہی وہ سبب ہے جس کو دور کرنے کے لئے آپ نے بالکل نوجوانی کی عمر میں یہ کارنامہ سرانجام دے دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، سنِ شعور سے ہی آپ کو اسلام کا درد ودیعت کیا گیا تھا۔ رسالہ کے آخر میں ختم نبوت کے عقلی دلائل دیئے گئے اور اُن کی تائید نقلی دلائل سے فرمائی جو حضور تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے ماخوذ ہیں۔ حضور کے فضائل ومناقب بھی بڑے اہتمام سے لکھے گئے ہیں۔ قرآنِ حکیم کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ قرار دیا ہے، اس پر ہونے والے اعتراضات کے بہت علمی اور برجستہ جوابات دیئے گئے ہیں کہ انکار کی گنجائش نہیں رہنے دی۔ حضرتِ مجدد کو علمِ کلام میں خصوصی مقام تفویض ہوا، چنانچہ آپ آخر میں جب اپنی رائے بیان کرتے ہیں تو آپ کے فکر کی گہرائی نہایت قابلِ دید اور لائق داد دکھائی دیتی ہے۔ یہ رسالہ عقل نارسا کے پجاریوں کے سامنے دینِ ہدایت کی روشنی کا مینار نظر آتا ہے، مولا کریم اس کے جلیل القدر مصنف کو تمام عالم اسلام کی طرف سے بہترین اجر وثواب عطا فرمائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرستِ مضامین

☆☆☆

☆ حرفِ آغاز	۵۸
☆ معنیِ نبوت کی تحقیق میں	۶۳
☆ معجزہ کے بارے میں	۶۷
☆ حضرتِ مجدد کا محاکمہ	۷۲
☆ پہلا مقالہ جس میں دو مسلک ہیں	۷۳
☆ خاتم الانبیاء کی نبوت کے اثبات میں	۹۰
☆ علماء کرام کے دلائل	۹۶
☆ متکلمین کا اختلاف	۹۹
☆ اعجازِ قرآن پر اعتراضات اور جوابات	۱۰۱
☆ سیرتِ مصطفےٰ	

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ ارسال فرمایا، اور اُس پر کتاب اُتاری اُس کے لئے کوئی کجی نہیں رکھی، درست ہے کہ (لوگوں کو) اپنے شدید عذاب سے ڈرائے۔ اور مومنوں کو خوشخبری سنائے جو اچھے کام کرتے ہیں، ان کے لئے بہترین ثواب ہے۔ پس اُس نے اس کے ساتھ اپنے بندوں کے لئے ان کا دین مکمل کیا اور ان پر اپنی نعمت تمام کردی اور اسلام کو (بطور) دین پسند کرلیا۔ اور حضور پر انبیاء روزسل (کا جو سلسلہ) ختم فرمایا، جو آیاتِ باہرہ اور معجزاتِ عظمیٰ کے ساتھ مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے۔ تاکہ وہ خود کو ان کی طرف مائل کریں جیسے اندھے (لوگ) خود کو قائدین اور حیرت زدہ مریض، شفیق اطباء کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ تاکہ وہ فوائد و منافع حاصل ہوں جن سے عقل معزول ہے۔ اور حضور کو سب انبیاء سے افضل اور سب رُسل سے اکرم اور ملت میں سب سے معتدل اور دین و شرح میں اقوم بنایا، وہ وہی سبحانہٗ ہے جس نے ان کے اعتدالِ حال اور مرتبہ کمال کے لئے اس فرمان سے خبردی، مازاغ البصر و ما طغٰی لقد رای من اٰیات ربہ الکبریٰ. (وہ آنکھ نہ جھپکی اور نہ حد سے بڑھی بے شک اس نے اپنے رب کی عظیم نشانیوں کو دیکھا

وہ محمد مصطفےٰ ہیں جو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں کہ لوگوں کو (اللہ کی) تنزیہہ اور توحید کی دعوت دیں اور ان کو علمی و عملی قوت میں مکمل کریں اور ان کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مریض دلوں کا علاج کریں، اللہ تعالیٰ حضور پر وہ صلوٰۃ بھیجے جس کے وہ اہل ہیں اور ان کے آل و اصحاب پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور تاریکی کے چراغ ہیں جب تک اندھیرے (ایک دوسرے کا) تعاقب کریں۔ اور پھر زیادہ سے زیادہ سلام نازل کرے۔ امابعد

یہ بندہ، اللہ ولی و معین کی رحمت کا گدا احمد بن عبدالاحد ابن زین العابدین، اللہ سبحانہٗ انہیں نقص وعیب سے بچائے کہتا ہے کہ میں نے جب اس زمانے میں لوگوں کے عقیدے میں اصل نبوت کے بارے میں پھر ایک شخص معین کے لئے اس کے ثبوت وتحقق میں، پھر نبوت کے مشروع عمل میں فتور دیکھا اور لوگوں میں اس کا شائع ہونا ثابت ہو گیا حتی کہ ہمارے زمانے کے بعض سنگدلوں نے کثیر علما کو سختیوں اور اذیتوں سے عذاب دیا جس کا ذکر مناسب نہیں۔ یہ سب شریعت کی اتباع اور رسولوں سے وابستگی کے رسوخ کی وجہ سے تھا، (نیز اس کی وجہ سے اہل اسلام کے کثیر علما کو قتل بھی کر دیا گیا) معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اس (بادشاہ) کی مجلس میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی تصریح چھوڑ دی گئی۔ جو اس اسم شریف کا مسمیٰ تھا، اس کا نام دوسرے نام سے بدل دیا۔ گائے کے ذبیحہ سے روکا، جو ہندوستان میں اسلام کی اجل نشانیوں میں سے ہے۔

اہل اسلام کے مقابر و مساجد کو خراب کر دیا۔ کافروں کے معابد اور ان کی عبادتوں اور رسموں کے دنوں کی تعظیم کی۔ فی الجملہ شعائر اسلام اور اس کے اعلام کو مٹایا اور کافروں کی رسموں اور جھوٹے دینوں کو فروغ دیا جہاں تک کہ کفار ہند کے احکام ظاہر کر دیئے۔ اور انہیں ان کی زبان سے فارسی زبان میں منتقل کرنے کا حکم صادر کیا تاکہ اسلام کے تمام آثار ملیامیٹ کر دیں۔ میں نے معلوم کیا کہ شک وانکار کی بیماری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عام ہے یہاں تک کہ طبیب بھی بیمار ہو گئے اور اشرف الخلق (یعنی انسان) ہلاکت پر ہے۔ میں نے خلقت کے خاص لوگوں کے عقیدے کا پیچھا کیا اور ان سے اُن کے شبہات دریافت کئے۔ اُن کے رازوں اور عقیدوں کو ٹٹولا۔ تو ان کے اعتقادی فتور، اور ایمانی کمزوری، کا سبب عہدِ نبوت سے دوری، علم و فلسفہ میں خوض اور ہندی حکما کی کتابوں کے مطالعہ سوا کوئی نہ پایا، میں نے علمِ فلسفہ کے بعض قُرا سے مناظرہ کیا جو کافروں کی کتابوں سے حظ وافر پا کر فضل وفضیلت کے مدعی بن گئے اور انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا اور اصلِ نبوت کی تحقیق اور شخصِ معین کے لئے اُس کے ثبوت میں گمراہ ہوئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے کہہ دیا کہ حاصلِ نبوت حکمت و مصلحت کی طرف لوٹتا ہے، مخلوق کے ظاہر کی اصلاح اور عوام کو نزاع و اختلاف اور شہوات میں آزادی سے ضبط سکھاتا ہے۔ اس کا نجاتِ اخروی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا تعلق تو بس تہذیب اخلاق قلبی اعمال کے فضائل کے حصول سے ہے جن کا ذکر حکماء نے (بھی) اپنی کتابوں میں بیان کیا اور ان کو خوب ظاہر کیا جیسا کہ اس کا حق ہوتا ہے۔ پھر اپنی تائید میں بیان کیا کہ بے شک امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاالعلوم کے چار حصے کئے۔ نجیات کی چوتھائی کو عبادات کی چوتھائی کا قسیم قرار دیا جبکہ نماز و روزہ وغیرہما جو کتبِ فقہ میں بیان کئے گئے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حکماء کے موافق ہے، یہ بدنی عبادات ان کے نزدیک بھی غیر منجیہ (نجات نہ دلانے والی) ہیں۔ جیسا کہ وہ حکما کے نزدیک بھی غیر منجیہ ہیں پھر انہوں نے کہا جس انسان کو نبی کی دعوت مل گئی مگر اُس کے ہاں اس کی نبوت، عہد کی دُوری اور آیات و معجزات کے عدمِ ثبوت پر ثابت نہ ہو سکی، اُن کے نزدیک اُس انسان کا حکم پہاڑوں پر رہنے والے کا ہے جس کو نبی کی دعوت نہ ملی ہو، پس نبی کے ساتھ وجوبِ ایمان کے عدم میں، ان دونوں کے درمیان فرق (صرف) حکم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حکمتِ ازلی اور عنایتِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ بعثتِ انبیاء علیہم السلام نفوسِ بشری کی تکمیل اور قلبی امراض کے علاج کے لئے ہو۔ اور یہ اس کے بغیر میسر نہیں کہ وہ نافرمان کے لئے منذرین اور اطاعت گزار کے لئے مبشرین اور اُخروی عذاب وثواب کے لئے مخبرین ہوں۔ کیونکہ ہر نفس پر مشتہیات کا شوق مسلط ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ گناہوں اور رذیل عملوں کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ اور ان کی تکمیل دو جہان میں ان کی سعادت ونجات کا سبب ہوتی ہے۔ بلکہ بعثت کا مطلوب ہی نجاتِ اخروی ور سعادتِ ابدی ہے کہ دُنیا کا سامان تو قلیل ہے۔ اور حکماء نے جب اپنے باطل نظریوں کی ترویج کا ارادہ کیا تو ان کے ساتھ جو انہوں نے تہذیب اخلاق کے بیان اور باطن سے متعلق اعمالِ صالحہ کی تحصیل میں اس کو شامل کر لیا جو انبیاء کرام پر نازل ہونے والی کتابوں، اُن کے فرمانوں اور ان کے کامل اطاعت گزاروں کی باتوں سے چرایا تھا۔ اور اس کو ایک مستقل علم میں مدون کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ امامِ محقق حجۃ الاسلام (غزالی) نے تو اس کو قسیمِ عبادات قرار دیا ہے کیونکہ فقہاء کرام نے اس کو کتبِ فقہ میں تبعیت وضمن کے طریقے پر بیان کیا ہے اور اس طرح بیان نہیں کیا جیسے بیان کرنا چاہیے اس لئے کہ ان کی اصلی غرض ظواہر اعمال سے متعلق ہے اور وہ ظاہر کے ساتھ حکم کرتے ہیں اور دلوں اور باطنوں کو شق نہیں کرتے۔ چونکہ طریقت اور سلوک کے علماء کرام نے اُسے واضح کیا اس لئے امام غزالی نے ظاہر سے متعلق شریعت اور باطن سے متعلق طریقت کو اکٹھا فرما دیا۔ اور اپنی کتاب کو متعلق ومقصد کے اختلاف کے اعتبار کے ساتھ تقسیم کیا، اور اس قسم کا نام مُنجی (نجات دینے والی) رکھا۔ اگرچہ عبادات میں بھی انہوں نے اس (قسم) کو منجی ذکر کیا تاکہ ادائے عبادات سے نجات کا (مسلّم) ہونا فقہ سے پہچانا جائے اور اس (دوسری) قسم کی نجات اُس سے نہیں پہچانی جاتی، پس توجہ کرو۔ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر اس کے بعد بھی تمہارا شک باقی رہے تو ان کے اس کام میں غور کرو جو میں نے اس رسالہ میں بیان کیا۔ تاکہ تمہیں اس شبہہ سے بالکل نجات حاصل ہو جائے۔ اور میں کہتا ہوں کہ تم نے جالینوس اور سیبویہ کو نہیں دیکھا تو کیسے جانا کہ جالینوس طبیب اور، سیبویہ نحوی تھا۔ پس اگر تم کہو میں نے علمِ طب کی حقیقت معلوم کی اور اُس کی کتب وتصانیف کا مطالعہ کیا اور اس کے وہ قول سنے جو امراض کے معالجے اور بیماریوں کی ازالے کی خبر دیتے ہیں، اس سے مجھے اس کے حال کا علم ضروری حاصل ہوا اور اس طرح میں نے نحو سیکھی اور سیبویہ کی کتابیں دیکھیں اور اُس کے قول سنے تو اس سے مجھے علم ضروری حاصل ہوا کہ وہ نحوی تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جب تم نے نبوت کا معنیٰ معلوم کرلیا تو قرآن واخبار میں از حد نظر دوڑاؤ، تمہیں اس کا علم ضروری حاصل ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے اعلیٰ درجات پر متمکن ہیں اور زمانے کا بُعد اس تصدیق میں حائل نہیں ہوتا جس طرح سابق تصدیق میں حائل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال وافعال، عقائد حقہ اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ ان کی علمی وعملی قوت میں نفوسِ بشریہ کی تکمیل اور مریض دلوں کے علاج اور ان کی ظلمات کے ازالے کی خبر دیتے ہیں، نبوت کا معنیٰ اس کے سوا نہیں۔ باقی رہا پہاڑوں پر رہنے والا جسے نبی کی دعوت نہ پہنچی اور اس نے اس کے اقوال نہ سنے اور اس کے احوال نہ سیکھے تو اس کے لئے اس کی نبوت کی تصدیق ممکن نہیں اور اس نہ کے لئے اس کی رسالت کا علم آسان ہے، تو ایسے ہے جیسے اُس کے حق میں نبی مبعوث نہ کیا گیا بس وہ ہے معذور اور ایمان کا مکلف نہیں، اللہ سبحانہٗ نے فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں حتی کہ رسول نہ بھیجیں۔ پھر میرے دِل میں (یہ بات) جم گئی اور میرے سینے میں (یہ کسک) ٹھہر گئی کہ میں ان کے لئے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک رفع کردے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان کے لئے ایسی بات لکھوں جو ان کے شبہے زائل کر دے۔

میں نے دیکھا کہ وہ میری جان پر حق واجب ہے اور قرضِ لازم ہے جو ادائیگی کے بغیر ساقط نہ ہوگا تو میں نے اصلِ نبوت کا مطلب ثابت کرنے کے لئے اور پھر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کے تحقق و ثبوت میں اور اس کے منکرین نافین کے شبہہ کی تردید میں اور فلسفہ کی مذمت میں اور ان کے علوم کی ممارست اور اُن کی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہونے والے نقصان کے بیان میں دلائل و براہین کے ساتھ ایک رسالہ تالیف کیا اور ایک مقالہ تحریر کیا جو میں نے قوم کی کتابوں سے اخذ کئے اور اللہ ملکِ جلیل کی مدد سے جو میری کچھ پریشان خاطر پر ظاہر ہوا وہ اُن پر زیادہ اور اُن سے ملحق ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ رسالہ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مرتب ہے، اور مقدمہ میں دو مباحث ہیں۔

(بحثِ اوّل)

معنیِ نبوت کی تحقیق میں

جان لو کہ متکلمین کے نزدیک نبی وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہو کہ میں نے تمہیں اس قوم کی طرف یا تمام انسانوں کی طرف رسول بنایا یا ان کو میری طرف سے پہنچا دو، یا اس طرز کے الفاظ جو اس معنیٰ کے لئے مفید ہوں۔ جیسا کہ میں نے تمہیں ان کی طرف مبعوث کیا اور انہیں خبر دو، اور اس ارسال میں کسی شرط اور کسی ذاتی استعداد کی کوئی شرط نہیں۔ جیسا کہ حکما کا گمان ہے۔ بلکہ یہ تو اللہ ہے جو جس کو چاہے اپنی رحمت سے خاص کر دے۔ اور وہ ہی جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں ٹھہرائے وہ سبحانہٗ قادر ہے، اور مختار ہے، جو چاہے کرتا ہے، اور جس کا ارادہ کرے، اختیار کرتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر وہم نہ ہو کہ متکلمین نے نبی کے لئے معجزہ کو شرط قرار دیا۔ اور اُس کو اُن خواص میں شمار کیا جن کے ساتھ وہ اپنے غیر سے ممتاز ہوتا ہے، یاد رہے کہ ان کے نزدیک معجزہ اس کے نبی ہونے کے علم کے لئے شرط ہے نہ کہ اس کے نبی ہونے کے لئے۔ اور اس امتیاز سے مراد امتیاز علمی ہے نہ کہ ذاتی، پس سوچنا چاہیے۔

اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ جس میں تین خواص جمع ہو جائیں وہ نبی ہے کہ وہ ان خواص کے ساتھ اپنے غیر سے ممتاز ہوتا ہے۔

☆ ایک یہ ہے کہ اس کو حال و ماضی و مستقبل کے غیبوں کی اطلاع ہو، ہم کہتے ہیں کہ تمام غیبوں پر اطلاع نبی پر واجب نہیں، اس پر ہمارا تمہارا اتفاق ہے۔ اور بعض پر اطلاع (ہونا) نبی کے ساتھ مخصوص نہیں جیسا کہ تم ریاضت والوں، بیماروں اور سونے والوں کے لئے جائز سمجھتے ہو۔ تو یہ تمیز نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید وہ یہ چاہتے ہوں کہ (نبی کو) اکثر غیبوں پر اطلاع ہوتی ہے جو عادت سے خارج ہے اور خارقِ عادت ہے۔ اور وہ مجہول نہیں بلکہ وہ عادتاً اور عرفاً معلوم ہے۔ اور یہ کہ غیب پر اطلاع (ہونا) اور اس کے ساتھ ایک یا دو مرتبہ تکرار کے بغیر خبر دینا جو اعجاز کی حد کو پہنچے تو وہ خارقِ عادت نہیں، (معجزہ ہے) اس حالت میں نبی، اپنے غیر سے ممتاز ہو گا۔ لہٰذا غور کرو۔

جان لو کہ متکلمین بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انبیاء کرام اللہ کے بتانے سے غیب جانتے ہیں مگر اس کے ساتھ شعتر باطل ہے۔ اور اسی طرح وہ سبب بھی جس کو فلاسفہ نے اطلاع کے لئے بیان کیا مردود ہے، یہ اہل اسلام کے اصول کے مناسب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں، ہاں ایک چیز یہ رہی کہ اس تقدیر پر مغیبات کی اطلاع ہونا دوسری خاصیت میں داخل ہے کیونکہ وہ اُن امورِ عجیبہ سے ہے جو خارقِ عادت ہیں تو ان کے الگ بیان کی کوئی درست وجہ ظاہر نہیں ہوتی، غور کرنا چاہیے۔

دوسرا یہ کہ اس سے خارقِ عادت افعال ظاہر ہوں جس طرح کہ عناصر کے ہیولیٰ اُس کے لئے مطیع ہوتے ہیں، اور اُس کے تصرفات کے ماتحت ہوتے ہیں جیسے بدن اپنے نفس کے ماتحت ہوتا ہے۔ تو یہ دور نہیں کہ نبی کا نفس اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ وہ ہیولیٰ عنصریہ میں اس کے ارادہ وتصرفات کے مطابق موثر ہوتا ہے۔ جہاں تک کہ اس کے ارادوں سے زمین میں ہوائیں، زلزلے، حرق وغرق اور ظالم انسانوں کی ہلاکت اور فاسد بدنوں کی تباہ حالی ظاہر ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کی بنا جسموں میں نفوس کی تاثیر پر ہے۔ اور اپنے مقام پر یہ بیان ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وجود میں کوئی موثر نہیں، اور اس پر یہ کہ امورِ عجیبہ، خارقِ عادت کا ظہور نبی کے ساتھ مختص نہیں، جیسا کہ تم نے بھی اعتراف کیا تو نبی اپنے غیر سے کس طرح ممتاز ہوگا؟

میں کہتا ہوں کہ بے شک فلاسفہ غیر انبیاء کے لئے بھی اُمورِ عجیبہ کے ظہور کو جائز سمجھتے ہیں لیکن وہ اس کے لئے اُن کے تکرار اور خارقِ عادت کے حد اعجاز تک پہنچنے کو ہرگز جائز نہیں مانتے، جیسا کہ ان کی عبارات سے ثابت ہے۔

تو اس طرح نبی اُس عادت کے خلاف امورِ عجیبہ کے ظہور (کی وجہ) سے اور اپنے غیر سے اُن امور کے عدمِ ظہور (کے باعث) ممتاز ہوتا ہے پس سمجھ جاؤ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تیسرا یہ کہ نبی فرشتے کو محسوس صورتوں میں مشاہدہ کرتا ہے، اور اس کا کلام سنتا ہے، جب وہ اللہ سبحانہٗ کی طرف سے وحی لے کر آتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ان کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مذہب واعتقاد کے موافق نہیں بلکہ یہ لوگوں پر اُن کے عقیدے کو مشکوک کرنا اور ایسی عبارت سے اس کی شناعت کو چھپانا ہے جس کے معنی کے وہ خود قائل نہیں، کیونکہ وہ تو اس کے قائل نہیں کہ فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ فرشتے اُن کے ہاں اپنی ذات میں نفوسِ مجردہ ہیں، اجرامِ افلاک کے ساتھ متعلق ہیں۔ یا ذات وفعل میں عقولِ مجردہ ہیں اور ملاء اعلیٰ سے موسوم ہیں۔ اُن کا کلام نہیں کہ سنا جاسکے اس لئے کہ وہ اجسام کے خواص سے ہے، جبھی اُن کے مطابق حروف واصوات متموج ہوا کے امورِ عارضہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شاید فلاسفہ نے اس لئے مجردات کی رُویت اور ان کے کلام کے سماع سے انکار کیا ہے جو وہ غیر صورت اور غیر مجسم ہوں۔ اور یہ تو جائز ہے کہ وہ صورتوں میں متمثل اور جسموں میں ظاہر ہو جائیں اور اُن کے ساتھ رویت کا تعلق ہو جائے اور اُن کے کلام کا سماع ممکن ہو جائے۔ اس لئے کہ ہر مرتبہ کے لئے جواز ومنع کا حکم ہے۔ اور جب انہوں نے اپنے مراتب عالیہ سے تنزل کیا اور تنزل کا لباس پہن لیا تو اس مرتبہ کے احکام اخذ کر لئے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ پس سمجھ لو واللہ سبحانہ' علم۔

☆☆☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(بحثِ ثانی)

معجزہ کے بارے میں

ہمارے نزدیک (معجزہ) سے مراد وہ ارادہ ہے جس کے ساتھ یہ دعویٰ کرنے والے کی صداقت کا اظہار ہو کہ وہ اللہ کا رُسول ہے اور اس کے لئے (چند) شرائط ہیں۔

☆ کہ اللہ کا فعل ہو، کیونکہ تصدیق تو اس کی طرف سے ہے۔

☆ کہ عادت کے خلاف ہو کیونکہ ہر روز سورج کے طلوع ہونے اور ہر بہار میں پھولوں کے کھلنے کی طرح جو چیز معتاد ہو، صداقت پر دلیل نہیں۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔

☆ کہ جس کا معارضہ ناممکن ہو کیونکہ یہی اعجاز کی حقیقت ہے۔

☆ کہ وہ مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اس کی تصدیق ہے۔

☆ کہ دعوے کے مطابق ہو اگر اس نے کہا کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں مردے کو زندہ کرتا ہوں اور اس نے کوئی دوسرا خلافِ عادت کام کر دیا جیسا کہ پہاڑ کو لٹکانا، یہ اس کے صدق پر دلالت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق کے طور پر نازل نہیں ہوا۔

☆ کہ جس کا دعویٰ کیا اور جس کا معجزہ ہونا ظاہر کیا تو وہ معجزہ اُس کی تکذیب نہ کرے۔ مثلاً اگر اس نے کہا کہ یہ میرا معجزہ ہے کہ یہ گوہ بولے گی، پس گوہ نے کلام کیا کہ وہ کاذب ہے تو اس سے اس کا صدق معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کے کِذب کا اعتقاد اور زیادہ ہوا کہ نفسِ خارق ہی اس کا مکذِب ہے۔

☆ کہ دعوے پر متقدم نہ ہوا اس لئے کہ دعوے سے قبل تصدیق سمجھ نہیں آتی۔ حضرت عیسیٰ کا پنگوڑے میں بولنا، نخل خشک سے تازہ کھجور کا گرنا، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا بطنِ اقدس چاک ہونا، آپ کے قلبِ انور کا غسل، بادل کا سایہ، حضور پر حجر و مدد کی تسلی، وغیرھا جیسے (واقعات) جو دعویِ نبوت سے پہلے ہوئے وہ معجزات نہیں، وہ سب کرامات ہیں جن کو یہاں ارہاص یا تاسیسِ نبوت کہا جاتا ہے۔

وہ معجزہ جو دعوے سے متاخر ہے تو اس کا تاخر اتنے تھوڑے عرصے کا ہے کہ (اتنا تاخر) عادت دکھائی دے تو اس نے ظاہر کیا کہ وہ اپنے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اگر اس کے تاخر کا عرصہ طویل ہے جیسا کہ کہا جائے کہ میرا معجزہ ہے کہ فلاں چیز ایک مہینہ بعد حاصل ہوگی۔ پھر وہ حاصل ہوگئی تو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ معجزہ ہے۔ اور ثبوتِ نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اُس کی اتباع کی تکلیف اس وقت تک مقتضی ہو گی جب تک وہ موعود حاصل نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس کی شرط یہی ہے کہ اس کے معجزہ ہونے کا علم ہو۔ اور وہ موعود کے حصول کے بعد (ممکن) ہے۔

اور رہی مدعیِ نبوت کے صدق پر دلالتِ معجزہ کی کیفیت تو جاننا چاہیے کہ یہ دلالت صرف عقلی دلالت نہیں جیسا کہ فعل کی دلالت فاعل کے وجود پر ہوتی ہے، اس کے احکام اور اتقان کی دلالت اِس پر ہے کہ جس سے یہ صادر ہوا وہ عالم ہے۔ پس بیشک ادلہ عقلیہ بنفسِھا اپنے مدلولات سے مربوط ہیں۔ اور اُس کی تقدیر جائز نہیں جو اس پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ معجزہ کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔ پس خوارقِ عادات جیسا کہ آسمانوں کا پھٹ جانا، ستاروں کا جھڑنا۔ پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا جو اختتامِ دنیا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قیام قیامت کے وقت واقع ہوگا اور اس وقت ارسال نہیں ہوگا، اور اس طرح دستِ اولیاء پر کرامات کا ظاہر ہونا، مدعیِ نبوت کے صدق پر غیرِ دلالت سے ہے۔ جیسا کہ السید السند نے شرح المواقف میں تحقیق فرمائی۔

میں کہتا ہوں کہ عصمت وتوفیق تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، بے شک تحدی اور طلبِ معارضہ کی تصریح جمہور کے نزدیک معجزہ میں ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ معجزہ نہیں ہوتا۔ ان اشیاء کے بارے میں خبریں (دینا) جن کا وقوع وتحقق اور اختتامِ دنیا اور قیامِ قیامت کے نزدیک ہے۔ معجزہ نہیں ہوگا کہ اصلاً یہ بالکل تحدی نہیں۔ (اس کا تحدی نہ ہونا) صریحاً تو ظاہر ہوا، ضمناً بھی ظاہر ہوا کہ اس وقت کسی کا وجود ہی نہ ہوگا کہ اس سے طلبِ معارضہ کا تصور کیا جائے اور اسی طرح دستِ اولیاء پر ظاہر ہونے والی کرامات بھی معجزہ نہیں کہ ان کے ساتھ نہ دعویٰ ہے اور نہ تحدی ہے، پس مدعیِ نبوت کے صدق پر ان خوارق کے عدمِ دلالت سے لازم نہیں آتا کہ معجزات اس دلالت سے خالی ہیں۔ اور وہی مطلوب ہے۔ لہٰذا غور کرو۔

اگر تم نے کہا کہ مدعیِ نبوت کے صدق پر معجزات کی دلالت تو خارقِ عادت ہے اور اس دلالت میں خصوصیتِ معجزہ کے لئے دخل نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ امر نہیں جو تم نے گمان کیا ہے، بلکہ معارضے کا تعذر، اور اس کی مثال ہونے پر غیر کا عدمِ قدرت، اعجاز کی حقیقت پر دلالت کرتا ہے، پس خصوصیت (معجزہ) کو دلالت میں دخل ہوگا۔ بلکہ یہی (خصوصیت) دلالت میں معتمد ہے۔ یہ نہیں کہنا چاہیے کہ السید السند نے شرح المواقف میں صراحت فرمائی ہے کہ محض دلیلِ نقلی کا تصور نہیں کیونکہ اُس سے مخبر کا صدق ضروری ہے۔ اور وہ عقل کے ساتھ ہی ثابت ہوسکتا ہے۔ اور وہ جو معجزہ میں صدق پر دلالت کرتا ہے، دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صدقِ نبی پر دلالتِ معجزہ، عقلی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور یہاں اس سے عقلی دلالت کی نفی کی گئی ہے تو یہ تناقض ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اس عبارت کا مفہوم یہ ہے صدق پر دلالت کرنے والے معجزہ میں عقلی لحاظ سے دیکھا جائے کہ اس سے مخبر صدق کا معلوم ہو سکے۔

اور یہ کہ صدق پر اس کی دلالت کا عقلی و عادی ہونا یا اس کے بغیر ہونا، تو اس سے اصلاً سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ محض دلالتِ عقلی ہے، اور اس مقام پر نفی سے وہی مطلوب ہے۔ اس لئے کہ کوئی آدمی اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کی دلالت میں عقل کو اصلاً دخل نہیں تاکہ تناقض ہو۔ اور اُن (قدس سرہٗ) کی عبارت میں حصرِ واقع اضافی ہے، جو نقل کی نسبت سے وارد ہوا۔ فتامل۔

اور یونہی صدقِ نبی پر دلالتِ معجزہ، ''دلالتِ سمعیہ'' نہیں اور نہ ہی وہ صدقِ نبی پر راس کے توقف سے جاری ہوا۔ بلکہ وہ دلالتِ عادیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی کہ ظہورِ معجزہ کے بعد (اُس کے) صدق کا علم تخلیق فرمادیا تو دستِ کاذب پر معجزے کا اظہار اگر عقلاً ممکن بھی ہو تو اُس کا انتفاء عادۃً معلوم ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نبی ہوں، پھر پہاڑ کو اُٹھا کر لوگوں کے سروں کے اُوپر ٹھہرا دیا، اور کہا اگر تم نے مجھے جھٹلایا تو تم پر (یہ پہاڑ) آ گے گا اور اگر میری تصدیق کی تو تم سے دور ہٹ جائے اور جب اس کو جھٹلانے کا سوچیں تو پہاڑ نزدیک ہو جائے۔ تو اس سے علمِ ضروری (اخذ) ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں صادق ہے اور عادت کا یہ فیصلہ ہے کہ کاذب سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے اس کی مثال (یوں بھی) بیان کی ہے کہ اگر کوئی شخص جم غفیر کئے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کرے کہ میں اُس بادشاہ کی جانب سے تمہارے پاس قاصد بن کر آیا ہوں۔ پھر وہ بادشاہ کو مخاطب کرے کہ اگر میں صادق ہوں تو تو خلافِ عادت اپنے مقامِ عادی سے اُٹھ کر اس مقام پر بیٹھ جا جس کا تو عادی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں، بادشاہ نے ایسا کر دیا تو یہ صریح بات اس کی تصدیق کے برابر ہوگی۔ قرینہ حال کے مطابق کوئی آدمی اس کے صدیق میں شک نہیں کرے گا۔ یہ غائب کو حاضر پر قیاس کرنے کے باب سے نہیں۔ بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ معجزے کا ظہور، صدق کے ساتھ علم ضروری کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کے لئے اس کا فائدہ مند ہونا ضرورت عادیہ کے ساتھ معلوم ہے اور یہ مثال تفہیم (مسئلہ) اور زیادتِ تقریر کے لئے ذکر کی جاتی ہے۔

اور معتزلہ نے کہا کہ دستِ کاذب پر معجزے کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے عمومِ قدرت میں مقدور ہے۔ لیکن اُس کا وقوع اُس کی حکمت میں ممتنع ہے، کیونکہ اس طرح اس کے صدق کا وہم ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ سبحانہٗ کی طرف سے قبیح بات ہے، چنانچہ اس سے اس کا صدور تمام قبائح کی طرح ممتنع ہے: حضرتِ شیخ اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ دستِ کاذب پر معجزے کا پیدا ہونا فی نفسہ غیر مقدور ہے۔ اس لئے کہ معجزہ قطعاً صدق پر دلالت ہے، جبھی اُس کا تخلف اُس سے ممتنع ہے۔ لہٰذا اُس کی دلالت میں من وجہ ضروری ہے۔ کیونکہ اسی کی بدولت دلیلِ صحیح فاسد سے ممتاز ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم اُس وجہ کو بعینہ نہ جان سکیں، پس دست کاذب پر پیدا ہونے والا معجزہ اس کے صدق پر دلیل ہوگا، تو کاذب، صادق ہو گیا، اور وہ محال ہے۔

بصورتِ دیگر معجزہ اپنے مدلول پر اس کی دلالت قطعی سے جدا ہوگا جو اس کا لازم ہے، اور وہ بھی محال ہے۔

قاضی نے کہا کہ ظہورِ معجزہ کا صدق کے ساتھ شامل ہونا امرِ لازم، یعنی لزومِ عقلی نہیں۔ جس طرح کہ وجودِ فعل، اس کے فاعل کے وجود کے ساتھ شامل ہے۔ بلکہ وہ عادیات میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ جب ہم نے اس کے مقامِ عادی سے اُس کے انحراف کو جائز قرار دیا تو (گویا) معجزہ کو اعتقادِ صدق سے خالی کرنا جائز قرار دیا۔ اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقت دست کاذب پر اُس کا اظہار جائز ہوگا اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ سوائے اس کے کہ معجزہ میں خرقِ عادت ہے۔ اور یہ مفروض ہے کہ وہ جائز ہے اور ہاں یہ کہ اس تجویز کے بغیر دستِ کاذب پر اُس کا اِظہار جائز نہیں۔ اِس لئے کہ کاذِب کے صِدق کا علم محال ہے۔

حضرتِ مجدّد کا محاکمہ:

میں کہتا ہوں کہ عادیات کے ان کے مقامِ عادی سے انحراف کو مطلقاً جائز ٹھہرانا اس امر کو واجب کرتا ہے کہ معجزہ کو صدقِ نبی کے اعتقاد سے خالی کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کے صدق کا علم اس کے معجزہ کے بعد عادی ہے۔ اِس جگہ پر کاذب سے صادق کی تمیز نہیں ہوتی، اور اثباتِ نبوت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے اثبات میں یہی معتمد ہے کہ ظہورِ معجزہ کے وقت صدقِ نبی کے علم ضروری وعادی کا تحقق ہو۔ بلکہ پھر لازم آتا ہے کہ معجزہ معجزہ نہ رہے۔ اور یہ کہ اس کے لئے اصلاً صدق پر دلالت نہ رہے اس لیے کہ وہ اپنے خرقِ عادت کے اعتبار سے معجزہ کہلاتا ہے۔ اور صدق پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر ہم مطلقاً خرقِ عادت کو جائز قرار دیں تو وہ یہاں صدق پر عدم دلالت میں اُمورِ عادیہ کی طرح (جائز) ہوگا۔ جیسا کہ ہر روز سُورج کا طلوع ہونا۔ لہٰذا درست وہی ہے جو میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں کہ ہم نے خرقِ عادت کو صرف نبی کے حق میں بطورِ اعجاز اور ولی کے حق میں بطور کرامت جائز قرار دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس کا سفسطہ ہر دور میں اور اس کا تحقق ہر زمانے میں ہے۔ حتی کہ یہ عادتِ مستمرہ بن گئی ہے، اس کا انکار نا ممکن اور اس کا اِستبعاد، مرتفع ہو چکا، باقی رہا اس کے سوا تو عادت اپنی اصلی حالت پر باقی ہے کہ اس کا استبعاد مرتفع نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی طرف شبے کی گنجائش ہے۔ اور نہ اس کی جانب انحراف اصلاً جائز ہے۔ ورنہ لازم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آئے گا کہ وہ پہاڑ جس کو ہم نے دیکھا اس کا سونے کی صورت میں انقلاب اسی طرح سمندر کے پانی کا خون یا تیل بن جانا۔ یا گھر کے ظروف کا عالمِ مردوں میں تبدیل ہو جانا، یا ایک بوڑھے مرد کا دفعتہً بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جانا جائز قرار دیا جائے۔ اور وہ جس کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہوا وہ مدعیِ نبوت کے علاوہ ہے، اس طرح کہ وہ معدوم ہو جاتا ہے۔ اور اس کی مثل موجود ہو جاتا ہے اور اس کے سبب جو امورِ معاش و معاد میں خبط و خلل جنم لیتا ہے وہ (کسی پر) چھپا نہیں۔ پس اگر اللہ سبحانہٗ کسی کاذب کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کر دے تو اس معجزہ سے اس کاذب کے صدق کا اعتقاد عادۃً متخلف نہ ہوگا۔ اور اس کے صدق کا علمِ عادی اس کو لازم آتا ہے کیونکہ جس کی طرح عادت بھی ایک ذریعہ علم ہے لیکن کاذب کے صدق کا علم محال ہے۔ اور یہ کہ (اس طرح یہ) اظہارِ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کاذب کی تصدیق ہے، اور کاذب کی تصدیق، کذب ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس بات سے بہت ہی بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، باقی جادو وغیرہ مسببات کے حصول کے لئے ترتیبِ اسباب کے قبیل سے ہے۔ اس کا خوارق کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں۔ وہ تو حقیقت سے ماوراء توھیم و تخیل ہے جو نفس الامر میں غیرِ متحقق ہے۔

کسرابٍ بقیعةٍ یحسبه الظلمان مآءً حتی اذا جاءه لم یجده شیئا.

جیسے صحرا میں سراب کو تشنہ لب اس کا پانی تصور کرتا ہے، جب اس کے پاس جاتا ہے تو اسے کچھ نہیں ملتا۔

--------ooo--------

پہلا مقالہ جس میں دو مسلک ہیں

مسلکِ اوّل: بعثت اور حقیقتِ نبوت اور اس کی طرف تمام مخلوق کے اضطرار کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیان میں ہے۔ جاننا چاہیے کہ جو ہر انسان، اول فطرت میں سادہ و خالی پیدا کیا گیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے عوام کی کوئی خبر نہیں، عوالم بہت ہی زیادہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وما یعلم جنود ربک الاھو. تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اس کو عاولم کی خبر ادراک کے واسطہ سے ہے۔ پس تمام ادراکات میں سے ہر ادراک کی تخلیق محض اس لئے ہوئی کہ اس کی وجہ سے انسان عالمِ موجودات سے آشنا ہو سکے۔ اور عوالم سے مراد موجودات کے اجناس ہیں۔ پس اولاً انسان میں حاسہ لمس پیدا ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ گرمی، سردی، تری، خشکی، نرمی اور سختی وغیرھما کا ادراک کرتا ہے۔ اور لمس، رنگوں اور آوازوں کے ادراک سے قطعی قاصر ہے۔ بلکہ یہ (چیزیں) لمس کے حق میں معدوم کی مانند ہیں۔ پھر اس میں بصارت پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ رنگوں اور شکلوں کو پہچانتا ہے۔ اور یہ عالم محسوسات میں سب سے زیادہ وسیع ہے۔ پھر اس کے لئے سماعت کھل جاتی ہے تو وہ اصوات و نغمات کو سنتا ہے۔ پھر اس کے لئے قوت ذائقہ پیدا ہوتی ہے، اسی طرح وہ عالمِ محسوسات سے تجاوز کر جاتا ہے تو اس کے اندر تمیز پیدا ہوتی ہے وہ سات سال کے قریب ہوتا ہے۔ اور وہ ان اطوارِ وجود میں سے ایک طور ہے جس میں وہ محسوسات کے علاوہ اُمور اور ادراک کرتا ہے۔ جس میں سے عالمِ حس میں کچھ نہیں پایا جاتا۔ پھر وہ ایک اور درجے پر ترقی کرتا ہے کہ اس کے لئے عقل پیدا ہوتی ہے، پس وہ واجبات، جائزات، مستحیلات اور دیگر اُمور کو پہچانتا ہے جو اُس کے پہلے اطوار میں نہیں پائے جاتے۔ عقل کے اوپر ایک اور مقام ہے جس میں اس کی دوسری آنکھ وا ہوتی ہے۔ جس سے وہ غیب کو اور مستقبل میں ہونے والے اور دوسرے امور کو دیکھتا ہے جن سے عقل معزول ہے۔ جیسے قوتِ حس، مدرکاتِ تمیز سے معزول ہے اور جیسا کہ کسی اہلِ تمیز کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سامنے مدرکاتِ عقل پیش کیے جائیں تو وہ انکار کر دے اور ان کو مستبعد جانے، بالکل ایسے ہی بعض عقلاء نے مدرکاتِ نبوت سے انکار کیا اور ان کو مستبعد جانا۔ اور وہ عین جہالت ہے اس کے لئے یہ اس لیے مستند نہیں کہ وہ ایسا مقام ہے جہاں وہ نہیں پہنچا اور وہ اس کے حق میں پایا گیا۔ پس اُس نے خیال کیا کہ وہ مقام فی نفسہ موجود نہیں۔ وہ اندھا جو تواتر اور تسامع سے رنگوں اور شکلوں کو نہیں جانتا وہ اُس کے لئے ابتدا بیان ہوں تو وہ ان کو ہرگز نہ جانے گا اور نہ ان کا اقرار کرے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مخلوق کے قریب کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو خاصہ نبوت کا ایک نمونہ عطا کیا اور وہ نیند ہے، جب سونے والا غیب سے جلد (رونما) ہونے والے (کام) کا ادراک کرتا ہے، وہ صریح ہو یا کسوتِ مثال میں ہو تعبیر سے ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ قسم کہ جس کا اگر کسی انسان نے بذات خود تجربہ نہیں کیا اور اس سے کہا جائے کہ کوئی انسان غش کھا کر مردے کی طرح ساقط ہو جاتا ہے، اور اس کا احساس، سمع اور بصر زائل ہو جاتی ہے۔ پس وہ غیب کا ادراک کرتا ہے، تو وہ ضرور اس کا انکار کرے اور اس کے محال ہونے پر برہان قائم کرے۔ اور کہے گا کہ حاسہ کی قوتیں، ادراک کے اسباب ہیں، (معلوم ہوا کہ) جو آدمی اُس کے قائم رہنے میں ادراک نہیں کر سکتا تو اس کے زوال کے وقت اور زیادہ ادراک نہیں کر سکتا اور یہ اس طرح کا قیاس ہے کہ وجود و مشاہدہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ جس طرح عقل آدمی کے اطوار میں سے ایک ایسا طور ہے کہ جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے جس سے وہ معقولات کی انواع کا ادراک کرتا ہے اور حواس اس سے معزول ہو جاتے ہیں اس طرح نبوت ایسے طور سے عبارت ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے جس کی نور سے غیب اور ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ اور نبوت میں شک اس کے امکان میں یا اس کے وجود میں واقع ہو گا۔ حالانکہ اس کا وجود اس کے امکان کی دلیل ہے۔ اور اس کے وجود کی دلیل وہ علوم و معارف ہیں جن کا عقل سے حاصل ہونا مقصود نہیں۔ مثال کے طور پر علمِ طب و نجوم کہ جس آدمی نے ان پر بحث کی اس نے بالضرورت جانا کہ اس کا ادراک الہام الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ملنے والی) توفیق کے سوا ممکن نہیں۔ اور اس کی طرف تجربہ کے ساتھ راستہ نہیں کیونکہ بعض احکامِ نجومیہ ہر ہزار سال کے بعد ایک بار واقع ہوتے ہیں تو یہ تجربہ سے کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی حالت دواؤں کے خواص کی ہے۔ اس دلیل سے ثابت ہوا کہ جن امور کا ادراک عقل نہیں کر سکتی ان کے ادراک کی طریق کا وجود ممکن ہے۔ اور یہاں نبوت سے یہی مراد ہے۔ نبوت اسی پر عبارت ہے۔ بلکہ مدرکاتِ عقل سے خارج جنس کا ادراک خواصِ نبوت میں سے ایک (خاصہ) ہے۔ اس کے علاوہ نبوت کے اور بھی بہت زیادہ خواص ہیں جن کو ہم نے بیان کیا ہے۔ تمہارے مدرکات میں سے نیند اس کا نمونہ ہے۔ اور تمہارے ہاں طب و نجوم کی طرح کے بہت سے علوم اس جنس سے ہیں۔ اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ہیں جن کی طرف عقلاء کے لئے بضاعتِ عقل کے ذریعے اصلاً کوئی راستہ نہیں۔ اور ان کے علاوہ جو دیگر خواصِ نبوت ہیں ان کا ادراک ہم جس ذوق کے ساتھ کرتے ہیں جو طریقِ تصوف کے سلوک اور اولیاء اللہ کے راستے سے ملتا ہے۔ لیکن یہ ایک خاصہ اصلِ نبوت پر تمہارے ایمان (کی پختگی) کے لئے تمہیں کافی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی ''المنقذ من الضلال'' نامی کتاب میں بیان فرمایا فلاسفہ نے کہا کہ بعثت، حسنہ ہے۔ کہ یہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ جیسے عقل کو ان امور میں تقویت دینا جو معرفتِ عقل کے ساتھ مستقل ہیں مثلاً وجودِ باری اور اس کا علم و قدرت اور نبی سے حکم کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

استفادہ جس میں عقل مستقل نہیں جیسے کلام، رویت، معادِ جسمانی لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل (تاکہ رسولوں (کی بعثت) کے بعد اللہ پر لوگوں کے لئے کوئی حجت نہ رہے) اور اللہ کے ملک میں اس کے اذن کے بغیر تصرف کے خوف کا ازالہ جو حسنات سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اُن کے ترک کرنے پر کہ وہ ترکِ اطاعت ہے۔ اور افعال میں حسن و قبح کا استفادہ کہ جو کبھی حسن ہوتے ہیں ور کبھی قبیح بغیر اس کے کہ عقل ان کے مواقع کی طرف راہنمائی کرے۔ اور اغذیہ وادویہ کے نفعوں اور نقصانوں کی معرفت جس کو تجربہ مختلف ادوار اور اطوار کے بعد خطرات میں ڈوب کر حاصل کرتا ہے۔ اور نوعِ انسانی کی حفاظت کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اور تعاون کا محتاج ہے۔ اس لئے ایسی شرع کا ہونا ضروری ہے جس کو شارع فرض کرے، وہ مطاع ہو۔ اور نفوس بشریہ کا ان کی مختلف استعدادوں کے مطابق علمیات اور عملیات میں تکمیل کرنا۔ حاجات اور ضروریات اور اخلاق فاضلہ میں سے حقیقی صانع کی تعلیم دینا۔ جن کا تعلق اشخاص سے ہے اور سیاساتِ کاملہ کی تعلیم دینا جس کا تعلق ''منازل و مدن'' کی جماعتوں سے ہے۔ اور عذاب وثواب کی خبریں دینا جو حسنات کی ترغیب اور سیئات سے تحذیر (کا درس دیتی) ہیں وغیرہ ذالک۔

یہ پوشیدہ نہیں کہ اس کلام سے بعثت کا وجوب سجائی دیتا ہے۔ البذا حسن سے مراد وہ (امر) ہے جو واجب کو بھی شامل ہے۔ اس کی حمایت اس سے ہوتی ہے کہ بعض مواقع میں اس کی صراحت موجود ہے کہ بعثت واجب ہے۔ (یہاں) بعثت کے منکروں نے کچھ اعتراض کئے ہیں۔

پہلا اعتراض: مبعوث لازمی طور پر جانتا ہے کہ اس سے یہ کہنے والا کہ ''میں نے تمہیں بھیجا ہے پس تو میری طرف سے پہنچا دے، وہ اللہ ہے۔ اور اس علم کا کوئی طریق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے (یہ علم) اسے جن کے القا سے ہوا۔ اور تمہارا اس کے وجود پر اجماع ہے۔

جواب: بھیجنے والا اس پر دلیل قائم کر دیتا ہے جس کے ساتھ رسول جان لیتا ہے کہ اُسے ارسلنک (میں نے تجھے بھیجا) کہنے والا اللہ ہے کوئی جن نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اللہ سبحانہ آیات و معجزات کو ظاہر کرتا ہے جن سے تمام مخلوقات قاصر ہوتی ہیں، (یہ بات) اس کے لئے اس علم کو مفید کرتی ہے یا پھر اللہ اس میں (اس بات) کا علم ضروری پیدا کرتا ہے کہ بھیجنے والا اور کہنے والا وہی (اللہ) ہے۔

دوسرا اعتراض: جو نبی کی طرف وحی کا القا کرتا ہے اگر وہ جسمانی ہے تو واجب ہے وہ مرئی ہو کہ حال القا کے وقت سب حاضرین کو دکھائی دے۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تم بھی اس کا اعتراف کرتے ہو۔ اور اگر وہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے تو اس سے بطریق تکلم وحی کا القا محال ہے کیونکہ روحانیت کے لئے کلام کا تصور نہیں۔

جواب: شق اول کی بنا پر جواب یہ ہے کہ ملازمت (یعنی جسمانی کا نظر آنا) تسلیم نہیں۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضرین میں اس کی رویت پیدا نہ فرمائے اس کی قدرت کسی چیز سے قاصر نہیں۔ اور یہ مخفی نہیں کہ حاضرین کے لئے اس کی رویت کے پیدا نہ کرنے کو جائز قرار دینا اس کے باوجود کہ یہ فی نفسہ ممکن ہے، اور قدرتِ خدا میں ہے، یہ اس امر کے جائز ہونے کو مستلزم ہے کہ ہمارے سامنے بلند پہاڑ اور عظیم شہر ہوں جن کو ہم نہ دیکھ سکیں اور (ان کے) طبوق وطبول کو نہ سن سکیں، یہ سفسطہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ سبحانہٗ علم کہ القا کرنے والا جسمانی لطیف و شفاف ہے۔ اور وہ فرشتہ ہے۔ اور شفاف جسم کی رویت غیر معتاد ہے۔ جیسے آسمان۔ پس (یہاں) سفسطہ لازم نہیں آتا۔ بلکہ وہ اس طرح لازم آتا ہے کہ جسمِ کثیف کی عدمِ رویت کو جائز قرار دیا جائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیونکہ یہ خلافِ عادت ہے۔لہٰذا غور کرنا چاہیے۔

اور ہم شقِ دوم کی بنا پر یوں جواب دیتے ہیں کہ روحانی ایک لطیف و شفاف صورت میں متمثل ہو اور رسول اس کا کلام سنتا ہو جو کہ اللہ سبحانہٗ کی وحی ہے۔ جیسا کہ گزرا تو اس میں کوئی اشکال نہیں پس غور کرنا چاہیے۔

تیسرا اعتراض: رسالت کی تصدیق وجودِ مرسل کے علم پر موقوف ہے۔ اور اس علم پر ہے کہ کونسی چیز اس پر جائز اور کونسی ناجائز۔ یہ علم وقتِ نظر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور اس علم کی طرف پہنچانے والی اس نظر کے لئے معین زمانہ، دِن یا سال کا اندازہ نہیں ہوسکتا بلکہ وہ اشخاص و احوال کے اعتبار سے مختلف ہوگی پس مکلف کو حق ہوگا کہ حصولِ نظر کے لئے مہلت طلب کرے اور کسی وقت بھی عدمِ علم کا دعویٰ کرے تو اس طرح نبی کا افحام لازم آئے گا اور بعثت فضول ہوگی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت مانگنے کا اختیار نہیں دیا بلکہ اس پر بغیر مہلت کے تصدیق واجب کردی، اس سے تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی۔ اس لئے کہ تصدیقِ رسالت علم مذکور کے بغیر اُن امور سے ہے جن کا وجود متصور نہیں۔ پھر وہ عقلی طور پر قبیح ہے۔ اس لئے حکیم تعالیٰ اسے اس صدور ممتنع ہے۔

جواب: مہلت دینا ضروری نہیں، ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ جب اُس نے رسالت کا دعویٰ کیا اور اس کے دعویٰ کے ساتھ معجزہ بھی رونما ہوا جو خارق عادت ہے تو متابعت بلا مہلت واجب ہوگئی اس لئے کہ ظہورِ معجزہ کے وقت صدقِ رسول کا علم عادی حاصل ہوجاتا ہے۔ فافہم۔

چوتھا اعتراض: بعثت، تکلیف سے خالی نہیں اس لئے کہ بعثت کا یہی فائدہ ہے۔ اور تکلیف کئی وجوہ کے ساتھ ممتنع ہے۔ اولاً یہ جبر کو ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ بندے کا فعل اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتا ہے۔ تمہارے ہاں بھی بندے کی قدرت موثر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں اور غیر کے فعل سے تکلیف، تکلیف مالا یطاق ہے۔

جواب: بندے کی قدرت اگر چہ غیر موثر ہے لیکن فعل کے ساتھ اُس کا تعلق (ضرور) ہوتا ہے، جس کا نام کسب ہے، اس اعتبار سے اس کو تکلیف دینا جائز ہے۔ یہ تکلیفِ مالا یطاق نہیں۔ ثانیاً تکلیف بندے کے لئے نقصان دہ ہے اس لئے کہ وہ جو فعل کی مشقت اور اس کے ترک پر عذاب کی مشقت کو لازم کرتی ہے۔ نقصان پہنچانا قبیح ہے، اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔

جواب: بے شک تکلیف میں جو دنیوی و اُخروی مصالح ہیں وہ اس کی مضرت سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس کی تحقیق بہت جلد آئے گی۔ اور خیر کثیر کا شر قلیل کے لئے چھوڑنا ہرگز جائز نہیں۔

ثالثاً: تکلیف میں جو مشقت ہے وہ یا کسی غرض کے بغیر ہوگی، (ایسا ہے) تو عبث قبیح ہے۔ یا غرض ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ تمام اغراض سے منزہ ہے۔ یا بندے کی طرف جاتی ہے اور وہ نقصان ہے۔ تو یہ بالا جماع منتفی ہے۔ یا نفع ہے تو حصولِ نفع کی تکلیف اور اس کے عدم پر تعذیب معقول کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کے بمنزلہ ہے کہ اس (مکلف) سے کہا جائے، کہ اپنی ذات کے لئے منفعت حاصل کرو ورنہ تجھے ہمیشہ کے لئے عذاب دوں گا۔

جواب: یہ اس بات کی فرع ہے کہ عقل نے اس کے حُسن اور قبح ہونے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں غرض کا وجوب تو اِن دونوں میں سے ہر ایک کو ہم نے اس کے موضع پر باطل کر دیا ہے۔ نیز تکلیف اس غرض کیلئے ہے جس کا بندے کے ساتھ تعلق ہے۔ یعنی (اس کا) دنیوی اور اُخروی منافع ہے جو افعال کی گوناگوں مشقتوں کی تکلیفوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اور عذاب اِس لئے نہیں کہ اس نے منفعت حاصل نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی بلکہ اس لئے ہے کہ اس نے اپنے مولا اور سردار کا حکم نہیں مانا۔ اور اس میں اس کی اہانت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ کہ اب معترض کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کے ہوتے ہوئے کہ وہ اس کی اطاعت نہیں کرے گا اور نہ اس کے ذریعے سے کوئی فائدہ اٹھائے گا، اس کی تکلیف ہی کیوں دی، تو یہ اس کے لئے نقصان ہی تو ہے۔ اور یہ قبیح ہے۔ اس کا جواب اِس طرح ممکن ہے کہ تکلیف اگرچہ اس نسبت سے اس کی طرف نقصان ہے، مگر جیسا کہ گزر چکا، بہت ہی زیادہ خیر کے لئے تھوڑا نقصان اُٹھانا عقلی طور پر جائز ہے۔ پس یہ قبیح نہیں ہوگا۔ معتزلہ نے کہا ہے کہ کافر کی تکلیف میں بھی فائدہ ہے کہ وہ ثواب کے لئے تعریض ہے۔ (ثواب نہیں) کیونکہ ثواب تو تکلیف دینے والے کی اطاعت کا فائدہ ہے۔ نہ کہ تکلیف کا فائدہ اور یہ اس کے قریب ہے جیسا کہ مثال میں کہا گیا کہ کوئی آدمی کسی آدمی کو اپنے طعام کی دعوت دے اور اُسے علم ہو وہ اُسے قبول نہ کرے گا، اور وہ اس کے لئے مختلف تاذُّب وتلطُّف کے طریقے استعمال کرے، اور جب داعی تاذُّب کا یہ طریقہ نہ اپنائے گا تو وہ اپنے فرض میں ناقص ہوگا۔

اس جگہ یہ زیادہ مناسب اور بہت مفید ہے کہ حکمائے اسلام کا فرمان بیان کیا جائے، بے شک تکلیف حسن ہے، اس کا بیان (تفصیل) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح تخلیق فرمایا کہ وہ اپنے معاشی امور میں مستقل نہیں۔ اُسے غذا ولباس، مسکن و سلاح وغیرہ اشیاء کی احتیاج ہے جو سب صناعی ہیں۔ ان اشیاء پر کوئی ایک صانع اپنی مدت حیات میں قادر نہیں یہ (کام) تو ایک جماعت کو میسر ہوگا کہ آپس میں مدد کریں اور ان اشیاء کی تحصیل میں مشارکت اپنائیں۔ یوں ہر کوئی اپنے ساتھی کے لئے عمل کرے۔ مثلاً ایک دوسرے کے لئے کپڑا بناتا ہے تو دوسرا اس کے لئے سوئی فراہم کرتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ اِس پر تمام امور کو قیاس کیا جائے۔ پس امرِ معاش بنی نوع (انسان) کے اجتماع سے مکمل ہوتا ہے۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے انسان مدنی الطبع ہے۔ اور ان کی اصطلاح میں تمدن اسی اجتماع سے عبارت ہے۔ اور یہ (اجتماع) اسی وقت منظم ہوگا جب ان کے درمیان معاملہ اور عدل ہوگا۔ کیونکہ ہر آدمی کو اس شے کی آرزو ہوتی ہے جس کا وہ محتاج ہوتا ہے۔ اور وہ اس کے (حصول) میں مزاحم ہونے والے پر ناراض ہوتا ہے۔ اور اس طرح وہ دوسرے پر ظلم کی دعوت دیتا ہے تو اِس طرح حرج واقع ہوتا ہے، امرِ اجتماع اور نظامِ (معیشت) میں خلل ڈالتا ہے۔ عدل و معاملہ کے لئے لاتعداد جزئیات ہیں جو ''وضعِ قوانین'' کے بغیر منضبط نہیں ہوسکتیں، اور یہی سنت وشرع ہے۔ پس کسی شارع کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ پھر اگر وہ وضعِ سنت، وضع وشرع میں تنازعہ کریں تو ضرور ہرج واقع ہوتا ہے۔ اس لئے یہی مناسب ہے کہ شارع، اطاعت کے استحقاق میں ان سے ممتاز ہوتا کہ تمام لوگ سنت وشرع کے قبول اس کی پیروی کریں اور یہ استحاق اس وقت متصور ہوگا جب وہ ایسی آیات کے ساتھ مخصوص ہو جو اس پر دلالت کرتی ہوں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے (مبعوث) ہے۔ اور یہی وہ معجزات ہیں۔ پھر جمہور لوگ احکام شریعت کو حقیر جانتے ہیں جب کہ ان پر ان کی مشتہیات کا شوق غالب ہو لٰہذا وہ معصیت اور شرع کی مخالفت پر قدم اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ جب اطاعت گزار کے لئے ثواب ہو اور نافرمان کے لئے عذاب تو خوف اور اُمید ان کو اطاعت پر اور ترکِ معصیت پر آمادہ کریں گے۔ گویا انتظامِ شریعت اس کے اعتبار سے اقویٰ ہے جب کہ ایسا نہ ہوتا، پس ان پر شارع اور مجازی (بدلہ دینے والے) کی معرفت واجب ہے۔ اور ایسے سبب کا وجود ضروری ہے جو اس معرفت کا احاطہ کرے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صاحبِ شرع اور مجازی کے لئے عباداتِ مذکورہ مشروع ہوئیں اور ان پر تکرار ہوا کہ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تکرار کی بدولت تذکر مضبوط ہو جائے۔ اس صورت میں یہی درست ہے کہ شارع اس خالق کی تصدیق کا داعی ہو جو علم والا اور قدرت والا ہے۔

اور شارع پر ایمان لانے کی دعوت دے جو اس خالق کی طرف سے ان کی طرف سچا رُسول ہے اور وعد و وعید، ثواب و عقابِ اُخروی کی دعوت دے اور عبادات کے ساتھ قیام کی دعوت دے جن میں خالق کا ذکر اس کی صفاتِ جلال کے ساتھ ہو۔ اور اس سنت کے انقیاد کی طرف بلائے جس کی طرف تمام انسان اپنے معاملات میں محتاج ہیں حتی کہ اس دعوت کے ذریعے وہ عدل جاری ہو جائے جو امورِ نوع کے نظام کو قائم کرنے والا ہے۔ اس سنت کا استعمال تین امور میں نافع ہے۔

اوّل: قوائے نفسانیہ کی ریاضت جو اُسے شہوت کے معانقے اور غضب سے ہے۔ اور جنابِ قدس کی طرف نفسِ ناطقہ کی توجہ سے مانعہ ہے۔

دوم: اُمورِ عالیہ مقدسہ میں خوب نظر ڈالنا جو عوارضِ عادیہ اور کدوراتِ حسیہ سے ملکوت کے ملاحظہ کی طرف مدد کرنے والے ہیں۔

سوم: شارع کے انذارات اور محسن کے لئے اس کے وعدے اور بدکار کے لئے اس کی وعید کا ذکر کرنا جو (ذکر) دنیا میں قیامِ عدل اور آخرت میں مزید اجر و ثواب کو مستلزم ہے۔ یہ اُن (حکما اسلام) کا کلام ہے۔ اس کے قریب ہی وہ ہے جو معتزلہ نے کہا ہے کہ تکلیف عقلاً واجب ہے۔ اس لئے کہ قبائح کے ارتکاب سے روکتی ہے، چونکہ انسان طبعیت کے تقاضا کے مطابق شہوت و مستلذات کی طرف میل رکھتا ہے۔ پس جب اسے علم ہوگا کہ وہ حرام ہیں تو وہ اس سے باز آجائے گا۔ اور قبائح سے باز آنا واجب ہے۔

رابعاً: تکلیف جو کہ فعل کے وجود کے ساتھ ہوگی اور اس میں اس کے وجوب اور صدور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے تعین کے لئے اصلاً کوئی فائدہ نہیں پس یہ تکلیف کے امتناع کی وجوہات سے عبثِ قبیح ہے۔اور یہی حال اس وقت بھی ہے جب تکلیف فعل کے بعد ہو، کیونکہ یہ تحصیل حاصل کی تکلیف ہے۔اور اگر تکلیف وجودِ فعل سے قبل ہو تو یہ تکلیف مالا یطاق ہے کہ فعل سے پہلے فعل محال ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ چیز کا وُجود اس کے حالِ عدم میں (واقع) ہو۔

جواب: ہمارے نزدیک فعل کے ساتھ قدرت اور اس کے ساتھ تکلیف اِس حالت میں محال کے ساتھ تکلیف نہیں جو تحصیلِ حاصل (متصور) ہو۔اور یہ اس وقت ہوگی اگر کوئی فعل اس تحصیل سے پہلے حاصل ہو جس تحصیل میں وہ ملتبس (مشغول) ہے۔اور ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو اس تحصیل کی بدولت حاصل ہے۔اس کے علاوہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تکلیف احداث کی طرح ہے۔پس کہا جاتا ہے کہ اس کا احداث یا تو اس کے وجود کے حال میں ہوگا تو یہ تحصیل حاصل ہے۔اور یا اس کے عدم کے حال میں ہوگا تو یہ نقیضین کا اجتماع ہے۔اور احداث ہیں جن میں کوئی شک نہیں پس جو تمہارا جواب احداث کے بارے میں ہوگا وہی ہمارا جواب تکلیف کے بارے میں ہوگا۔

معتزلہ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ فعل سے قبل تکلیف، وہ تکلیف نہیں جو مالا یطاق ہو۔اس لئے کہ فی الحال تکلیف حالِ ثانی میں واقع کرنے کی ہے نہ کہ اسی حال میں واقع کرنے کی کہ نقیضین یعنی وجود و عدم کے درمیان اجتماع سمجھا جائے۔جیسا کہ کافر کی تکلیف فی الحال یہ ہے کہ وہ حالِ ثانی میں ایمان کو واقع کرے۔ اور اس میں نظر ہے۔اس لئے کہ اگر وہ حالِ ثانی میں کفر کو جاری رکھے تو اس میں ایمان پر قدرت نہیں۔اور اگر ایمان سے بدل ڈالے تو اس کا وہ مکلف نہیں۔اس لئے کہ تحصیل حاصل کی تکلیف محال ہے۔اس کا جواب اسی طرح ممکن ہے کہ تکلیف کا تعلق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ جو مقدور ہے۔ اور اس سے لازم ہے کہ جس چیز کا وہ مکلف ہے وہ اس کے وجود کے زمانے میں مقدور ہو۔ اور باقی رہا قدرت کا تکلیف کو جامع ہونا تو یہ مراد نہیں۔ اور یہ کہ تحصیلِ حاصل کے ساتھ تکلیف تب محال ہے جب دوسری تحصیل کی تکلیف دی جائے۔ نہ کہ اس تحصیل کی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ پس اگر تم یہ کہو کہ حالِ ثانی میں کفر کا استمرار اُن کے نزدیک ایمان پر اُس کی قدرت کے منافی نہیں کہ ایمان، اُن کے گمان میں حالِ کفر میں بھی مقدور ہے کیونکہ قدرت فعل سے قبل ثابت ہے تا کہ کافر کی تکلیف بالا یمان صحیح ہو سکے۔ اس وجہ سے کہ غیر مقدور کے لئے تکلیف غیر واقع ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا** (سورت۲ آیت ۲۸۶) اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی وسعت کے مطابق تکلیف دیتا ہے۔ اس طرح شقِ اول کو بھی اختیار کر لیا جائے تو جواب درست ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھ لو گے۔ پس میں کہتا ہوں کہ اللہ سبحانہٗ بہتر جانتا ہے، ناظر کی مراد یہ ہے کہ حالِ ثانی میں کفر کے استمرار پر ایمان اس وقت بھی غیر مقدور ہے۔ کیونکہ یہ عدم اور وجود کا جمع ہونا ہے لہٰذا ان کے اِس اعتذار کا کوئی فائدہ نہیں کہ تکلیف فی الحال حالِ ثانی میں واقع کرنے کی ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے شقِ اول کو اختیار کر لیا جائے تو بھی جواب ممکن نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں، پس غور کیا کرو۔

خامساً: بعض ملاحدہ سے (منقول) ہے کہ افعالِ شاقہ بدنیہ کے ساتھ تکلیف، باطن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی واجب اور جائز صفات اور ممتنع افعال میں تفکر کرنے سے روکتی ہے۔ بے شک اس غایت سے مصلحتِ متوقعہ "مذکورہ اُمور" میں وہ نظر ہے جو مکلف بہ اُمور کی متوقع غرض سے کہیں زیادہ ہے، پس (تکلیف) عقلی طور ممتنع ہے۔

جواب: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی معرفت میں تفکر ہی تو تکلیف کا مقصدِ اقصیٰ ہے۔ اور ساری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تکالیف اس پر مددگار ہیں۔اس کی طرف داعیہ ہیں۔اور اصلاحِ معاش کی طرف وسیلہ ہیں اور مشوشات سے اوقات کی صفائی میں اعانت کرتی ہیں جو تکالیف کے شغل پر اپنے شغل کا اضافہ کرتی ہیں۔

پانچواں اعتراض: بے شک عقل میں بعثت کی طرف سے ''مندوحت و کفایت'' ہے۔پس اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ جس کے حُسن پر عقل جو حکم کرے اس پر عمل ہوگا اور جس کے قبح پر جو عقل کا حکم ہے اس کو چھوڑا جائے۔اور جس کے حسن و قبح پر کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو حاجت کے وقت اس پر عمل کیا جائے۔کیونکہ حاجت تو حاضر رہتی ہے۔لہٰذا اس حاجت کا اعتبار واجب ہے کہ اُس کے فوت ہونے کے نقصان کو دفع کیا جا سکے اور محض نقصان کا احتمال اس کی قباحت کی تقدیر پر اس کے معارض نہیں۔اور اس (حاجت) کے عدم کی صورت میں احتیاط اس کو ترک کردے کہ موہومہ نقصان دفع ہو جائے۔

جواب: حسن و قبح کے بارے میں حکمِ عقل کو تسلیم کرنے کے بعد یہ کہ بے شک شرع بعثت سے مستفاد ہے۔اُس کا فائدہ اس کی تفصیل ہے۔جو اس کو عقل نے اجمالاً حسن و قبح اور منفعت و مضرت کے مراتب عطا کیے ہیں۔اور وہ بیان ہے جس سے عقل ابتداً قاصر ہے۔کیونکہ عقل کے حکم کو ماننے والے ہرگز ان افعال کا انکار نہیں کرتے جن میں عقل کا کوئی حکم نہیں چلتا۔جیسا کہ عبادات کے وظائف، حدود کی تعیین اور مقادیر، اور نفع و نقصان دینے والے افعال کی تعلیم، (میں عقل قاصر ہے) اور نبی شارع، طبیب حاذق کی طرح ہوتا ہے جو ادویہ اور ان کی طبائع اور خواص کو جانتا ہے، جن کی معرفت عام لوگوں کے لئے ممکن ہے تو تجربہ کے ساتھ طویل زمانے میں ممکن ہے۔اس میں وہ ان کے فوائد سے محروم رہتے ہیں اور ان کے استعمال سے پہلے ہی وہ مہالک میں مبتلا ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جاتے ہیں۔ کیوں کہ اس عرصے میں وہ ایسی ادویات بھی استعمال کریں گے جو ان کے لئے مہلک ہوں گی۔ اور وہ اس کو نہیں جانتے۔ پھر اُن امور کے ساتھ ان کے مشغول ہونے سے نفس کا اتعاب، ضروری صناعات کا تعطل اور مصالحِ معاش سے اعراض لازم آتا ہے۔ جب وہ طبیب کی جانب سے مطمئن ہو گئے تو بوجھ ہلکا ہو گیا اور اس سے فائدہ اٹھا گئے۔ اور اُن امور کے نقصانات سے محفوظ رہے۔ پس جس طرح مذکورہ اُمور کی معرفت کے امکان کے باوجود طبیب سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا اس طرح تکالیف اور احوالِ افعال کی معرفت کے امکان کے باوجود ان میں عقل کے تامل کے ساتھ، مبعوث سے بے نیازی کیسے روا ہے۔ جب کہ نبی وہ کچھ جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ بخلافِ طبیب، کہ صرف فکر و تجربہ کی وجہ سے ان جمیع (اُمور) کی طرف توصل ممکن ہے جو کہ وہ جانتا ہے۔ پس جب کوئی اُس (طبیب) سے مستغنی نہیں ہو سکتا تو نبی اُس سے اولیٰ ہے (کہ اس سے مستغنی نہ ہُوا جائے) اس میں اثباتِ نبوت اور حسنِ تکلیف میں مذہبِ حکما کی بیان کردہ تقریر اور اس کلام کا تتمہ ہے۔

چھٹا اعتراض: معجزہ ممتنع ہے، کیونکہ وہ خرقِ عادت ہے اور اس کا جواز سفسطہ ہے لہٰذا وہ نبوت کو ثابت نہیں کرتا۔

جواب: بے شک خرقِ عادات آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کی تخلیق اوّل سے زیادہ عجیب نہیں۔ اور بعض صورتوں میں عدمِ وقوعِ خرق کا یقین فی نفسہ اس کے امکان کے منافی نہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے خرقِ عادت، عادتِ مستمرہ ہے، جو ہر زمانہ میں پائی جاتی ہے۔ پس عاقل منصف کے لئے اس کا انکار ممکن نہیں۔ بلکہ ہم تو (متکلمین) کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک معجزہ وہ (چیز) ہے جس کے ساتھ مدعیٔ رسالت کی تصدیق ہو اگرچہ وہ خرقِ عادت نہ ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں کہتا ہوں کہ اس میں نظر ہے۔ اس لئے کہ یہ اس (امر) کے منافی ہے جو شرائطِ معجزہ میں گزر چکا ہے کہ خرقِ عادت معجزہ میں شرط ہے، اگر یہ نہ ہو تو معجزہ دیگر امورِ معتادہ کی طرح صدق پر دلالت نہیں کر سکتا۔ پس تم غور کرو۔

ساتواں اعتراض: ظہورِ معجزہ صدق پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ یہ اس کا فعل ہو، اللہ تعالیٰ کا فعل نہ ہو، جیسا کہ جادوگر۔ اور امورِ غریبہ میں اس کی حقیقت و تاثیر پر تم سب کا اجماع ہے۔ یا طلسم کی وجہ سے۔ جس کی معرفت سے وہ خاص ہوتا ہے۔

جواب: تجویزاتِ عقلیہ، علم عادی کے منافی نہیں ہوتیں جیسا کہ محسوسات میں ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم یقین کرتے ہیں کہ جسمِ معین کا حصول اس کے عدم کے فرض کو منع نہیں کرتا۔ اُس کا بدل اس کے حصول کے یقین کے ساتھ ایسا یقین ہے جو واقع کے مطابق ہے۔ اور ایسے ثابت ہے کہ اس کی طرف حس کا کوئی شبہ نہیں نکلتا جو کہ اس کا مضبوط شہادت کے ساتھ شاہد ہے۔ اور عادت بھی حس کی طرح علم کا ایک طریقہ ہے۔ پس جائز ہے کہ جس طرح حس کسی شے کا یقین کرتی ہے ایسے عادت کی جہت سے اس کا یقین کیا جائے۔ اس کے باوجود کہ فی نفسہٖ اس کے نقیض کا امکان ہے۔ اپنے موضع پر روشن ہو چکا ہے کہ وجود میں موثر صرف اللہ ہے۔ پس معجزہ اسی کا فعل ہے۔ مدعی کا نہیں۔ اور سحر وغیرہ اعجاز کی اس حد تک نہیں پہنچ سکتے جیسا کہ سمندر کا پھاڑنا، مردوں کو زندہ کرنا، اندھوں اور برص والوں کو شفا دینا، تو ظاہر ہوا کہ معجزہ کے ساتھ سحر کا التباس نہیں ہوتا، تو کوئی اشکال نہیں۔ اور اگر حدِ اعجاز کو پہنچے تو یہ دعویٔ نبوت اور تحدی کے بغیر ہو گا تو پھر ظاہر ہوا کہ اس میں التباس نہیں۔ یا پھر ان دونوں کا دعویٰ کرے تو یہاں ان دونوں صورتوں میں ایک کا ہونا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ اس کو اس کے ہاتھ پر تخلیق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہ فرمائے گا یا یہ کہ اس کے سوا کوئی دوسرا آدمی اس کے معارضہ پر قادر ہوگا۔ اور (اگر دونوں صورتیں نہیں) تو کاذب کی تصدیق ہوگی اور وہ کذب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

آٹھواں اعتراض: جس نے مشاہدہ نہ کیا ہو اس کے لئے حصولِ معجزہ کا علم تواتر سے ہی ممکن ہے۔ اور وہ علم کو مفید نہیں۔ پس کسی کی نبوت کا علم اُسے حاصل نہیں ہوسکتا جس نے اس کا معجزہ نہ دیکھا۔ اور تواتر اس لئے علم کو مفید نہیں کہ اہل تواتر میں سے ہر کسی پر کذب کا جواز (ممکن) ہے تو اس طرح کل پر کذب کا جواز ممکن ہوا کیونکہ کل کا کذب (ان میں سے) ہر ایک کا کذب ہے۔

جواب: کل ہونے کی حیثیت سے کل کے حکم اور کو واحد کے حکم میں مساوات نہیں بنتی اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ دس آدمی (ایک چیز کی) تحریک پر قادر ہیں جبکہ اس پر ہر ایک شخص (اکیلے) قادر نہیں۔

نواں اعتراض: اُنہوں نے کہا کہ ہم نے شرائع کی اتباع کی تو ہم نے ان کو ان (اُمور) پر مشتمل پایا جو عقل و حکمت سے موافق نہیں۔ ہم نے جان لیا کہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں۔ وہ جیسا کہ حیوان کے ذبح کی اباحت اور طعام کی منفعت (حاصل کرنے کیلئے) اُسے تکلیف دینا، وغیرہ، اور ایام معینہ میں بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے کے ایجاب، اور ان لذتوں سے روکنا جن سے بدن کی صلاح ہے۔ اور افعال شاقہ اور بعض مواضع کی زیارت کے لئے میدانوں کو طے کرنے کی تکلیف، بعض کا وقوف، بعض کی سعی اور بعض کا طواف، حالانکہ وہ مقامات ایک ہیں۔ مجنوؤں اور بچوں کی طرح ہونا کہ ننگے پیر اور ننگے سر رہنا، اور غیر موجود کی طرف رمی کرنا، ایک پتھر کو چومنا جس کی سارے پتھروں پر کوئی فضیلت نہیں۔ اور مثلاً آزاد خوبصورت عورتوں کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرف دیکھنے کو حرام کرنا اور حسین لونڈیوں کی طرف دیکھنے کو جائز ٹھہرانا۔

جواب: حسن و قبح کے بارے میں حکم عقل کو اور اللہ تعالیٰ کے افعال میں غرض کے وجوب کو تسلیم کرنے کے بعد جواب یہ ہے کہ بے شک ان مذکورہ صورتوں میں غایت درجہ یہی ہے کہ ان کی حکمت کی واقفیت نہیں۔ اس سے یہ لازمی نہیں کہ نفس الامر میں کوئی حکمت موجود نہیں ہوتی۔ بہت ممکن ہے کہ وہاں کوئی ایسی مصلحت ہو جس کا علم اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو۔ اور ہم یہ پہلے واضح کر چکے ہیں کہ بے شک عقل سے اوپر ایک طریقہ ہے۔ جس میں ایک ایسی آنکھ کھلتی ہے جس سے (آدمی) غیب اور مستقبل میں ہونے والے اور ان اُمور کو مشاہدہ کر لیتا ہے جن سے عقل معزول ہوتی ہے۔ جس طرح کہ قوت حس، مدرکاتِ تمیز سے قاصر ہے، اور میں اس کی مزید تحقیق مسلک ثانی کی ابتداء میں عنقریب رقم کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

--------ooo--------

مسلکِ ثانی

خاتم الانبیاء محمد المصطفےٰ کی نبوت کے اثبات میں

☆☆☆

جان لو! کہ بعض امور کے ایسے خواص ہوتے ہیں کہ نگاہِ عقل اس کے حوالی کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکتی۔ ہو سکتا ہے عقل اُن کے کذب پر حکم لگا دے۔ اور ان کو محال سمجھے۔ لہٰذا چاہیے کہ ہم ان امور کے امکان بلکہ ان کے وجود پر دلیل قائم کریں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ افیون ایک دانق کے وزن برابر سم قاتل ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی ٹھنڈک کے سبب رگوں میں خون کو سرد کر دیتی ہے۔ جو آدمی طبعی علم کا دعویدار ہے وہ گمان کرتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کہ سب سے بارد مرکب پانی اور مٹی کا مرکب ہے۔ یہ دونوں عنصر بارد ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ کئی سیر آب و خاک باطن میں اس حد تک اپنی تبرید کو نہیں پہنچتے اور اگر کسی طبیعی کو اس کی خبر دی جائے، اس نے اس کا تجربہ نہ کیا ہو تو کہے گا کہ یہ محال ہے۔ اور اس کے استحال پر دلیل یہ ہے کہ بے شک اس (افیون) میں ناریت اور ہوائیت دونوں (تاثیریں) موجود ہیں۔ اور سبھوں میں آب و خاک سے اندازہ قائم کیا جائے تو تبرید میں اس قدر افراط لازم نہیں آتا اور اگر اس میں دو گرم چیزیں (ناروا ہوا) ضم کی جائیں تو بدرجہ اولیٰ ٹھنڈک پیدا نہ ہوگی۔ اور یہ ہے ہماری دلیل۔ طبیعیات والہیات کے بارے میں فلاسفہ کے اکثر دلائل اسی قسم کے ہیں کیونکہ انہوں نے تمام اُمور کا تصور اس کے مطابق کیا ہے جیسا کہ انہوں نے (انہیں) پایا اور سمجھا ہے۔ اور جسے انہوں نے نہیں سمجھا تو اس کا محال ہونا فرض کرلیا۔ اسی صورت میں ایک شخص سچے خوابوں سے مالوف (مانوس) نہیں ہے۔ اور ایک شخص دعویدار ہو کہ وہ حواس کے زائل ہوتے وقت غیب کو معلوم کر لیتا ہے۔ تو اس قسم کی عقلوں کے معترف اس کا انکار کر دیں گے۔ اگر کسی آدمی سے سوال کیا جائے کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز دانہ کے برابر ہو، اُسے شہر میں رکھ دیا جائے تو وہ سارے شہر کو تباہ کر دے اور پھر وہ اپنے آپ کو بھی کھا جائے کہ وہ فی نفسہ باقی نہ رہے۔ وہ کہے گا کہ یہ محال ہے۔ جو کہ منجملہ خرافات میں سے ہے۔ لیکن یہ آگ کی حالت ہے۔ اس حالت کو سن کر وہی انکار کرے گا جس نے آگ کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ اکثر احکام شرائع اور عجائب آخرت کا انکار اسی قبیلے سے ہے، طبیعی مجبوراً کہے گا کہ افیون میں ٹھنڈک کی ایسی خاصیت ہوتی ہے جو اس قیاس پر طبیعت سے معقول نہیں۔ پھر تم اس کے جواز کو کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ اوضاعِ شرعیہ میں قلب کے علاج اور تصفیہ کے ایسے خواص ہوتے ہیں جن کا حکمتِ عقلی سے ادراک نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خواص صرف نگاہِ نبوت سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے تو ایسے خواص کا اعتراف بھی کیا ہے جو ان (خواص) سے بھی زیادہ عجیب ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے ان میں ایک عجیب اور مجرب خاصیت اِس شکل کی ہے جو حاملہ کی دردِ زہ کے وقت دو خشک ٹھیکریوں پر بنائی جاتی ہے اور ان دونوں کو حاملہ کے دونوں پاؤں کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ اور حاملہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہے تو جلدی ولادت ہو جاتی ہے، اِن لوگوں (فلاسفہ) نے اس کے امکان کو مان بھی لیا ہے۔ اور اسے خواصِ عجیبہ (کے باب) میں شمار کیا ہے۔ یہ شکل اس طرح ہے کہ اس کے (جدول) کے نو خانے ہیں۔ ہر خانہ میں مخصوص رقمیں لکھی جاتی ہیں۔ ان سب (ہندسوں) کا مجموعہ طول و عرض کے لحاظ سے پندرہ ہوتا ہے۔ (جدول یہ ہیں)۔

د	ج	ح	۶	۷	۲	۲	۹	۴
ط	ہ	ا	۱	۵	۹	۷	۵	۳
ب	ز	و	۸	۳	۴	۶	۱	۸

کاش میں جان سکتا کہ جو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں ان کی عقل اس بات کی تصدیق کیوں نہیں کرتی کہ نماز فجر میں دو رکعتوں، ظہر میں چار رکعتوں اور مغرب میں تین رکعتوں کا مقرر کرنا بھی انہی خواص کی بدولت ہے جو بنظرِ حکمت معلوم نہیں ہوتے۔ حالانکہ ان کا باعث ان وقتوں کا اختلاف ہے، اور ان خواص کا ادراک نورِ نبوت سے ہی ہو سکتا ہے۔ اور عجیب امر تو یہ ہے کہ اگر اس عبارت کو نجومیوں کی عبارت سے تبدیل کر دیا جائے تو وہ ان اوقات کے اختلاف کا ضرور اعتراف کریں اور وہ اس پر دلائل مرتب کریں۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ کیا حکم اور طالع مختلف نہیں جیسا کہ سورج آسمان کے درمیان ہو یا مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو۔ وہ بولے کیوں نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہاں تک کہ انہوں نے اسی پر اپنی تقویمات، اختلاف مطالع اور عرصوں اور عمروں کی بنیاد قائم کی۔ پس زوال اور وسطِ آسمان میں سورج کے ہونے میں کوئی فرق نہیں اور نہ مغرب اور مغرب میں سورج کے ہونے میں کوئی فرق ہے۔ اس کی تصدیق کا سبب اس کے سوا اور کیا ہے کہ اس کو کسی نجومی کی عبارت سے سنا ہے جس کے کذب کا سینکڑوں مرتبہ تجربہ ہوا ہے۔ اور اس کی مسلسل تصدیق کرتا ہے۔ حتیٰ کہ نجومی کہے کہ اگر سورج آسمان کے درمیان ہو۔ اور اس کی سمت فلاں ستارے توجہ کر رہے ہوں اور تو اس وقت نیا لباس پہنے تو تو اسی لباس میں قتل کر دیا جائے گا۔ پس وہ اس وقت کپڑے نہیں پہنتا حالانکہ شدید سردی کی تکلیف برداشت کرلے گا۔ کاش میں جان سکتا کہ جن لوگوں کی عقلیں ان حیرت ناک باتوں کو مان لیتی ہیں اور وہ اس اعتراف پر مجبور نظر آتے ہیں کہ یہ ایسے خواص ہیں جن کی معرفت بعض انبیاء کا معجزہ ہے۔ تو پھر اس قسم کی باتوں کا انکار کیسے کر سکتے ہیں جو ایک نبی صادق سے سُنی گئی ہیں۔ اور ان کی تائید معجزات سے کی گئی ہے۔ اور ان کا کذب کبھی معلوم نہیں ہو سکا۔ اور تعدادِ رکعات میں، رمیِ جمار میں، تعدادِ ارکانِ حج اور دیگر عباداتِ شرعیہ میں ان خواص کا امکان کیوں ان کی عقل میں نہیں سماتا۔ حالانکہ ہم ان میں اور ادویات و نجوم کے خواص میں کوئی فرق نہیں دیکھتے۔

پس اگر وہ کہے کہ میں نے نجوم وطب کا کچھ تجربہ حاصل کیا اور ان کا کچھ حصہ درست پایا۔ اس لیے میرے دِل میں اس کی تصدیق راسخ ہوگئی میرے دِل سے اس کا بعید ہونا اور قابلِ نفرت ہونا مٹ گیا۔ لیکن یہ (شریعت کے احکام) ایسے امور ہیں جن کا میں نے تجربہ نہیں کیا تو میں ان کے وجود اور حقیقت کو کیسے جان سکتا ہوں۔ اگرچہ ان کے امکان کو تسلیم کرلوں۔ میں کہتا ہوں کہ تم صرف ان اُمور (کی حقانیت) پر ہی اکتفا نہیں کرتے جن کا تمہیں تجربہ حاصل ہوا۔ بلکہ تم نے تجربہ کاروں کی خبریں سنیں اور ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں ان کی پیروی کی ہے۔ لہٰذا تم اولیاء کرام کے اقوال سنو جنھوں نے ان (امور) کا تجربہ کیا ہے۔ اور شریعت کے تمام وارد احکام میں انہوں نے حق کو خوب دیکھا ہے۔ ان کا راستہ اپناؤ گے تو تم بعض مشاہدہ کا ادراک کرلو گے۔ میں مزید کہتا ہوں کہ اگر چہ تم نے ان (امور) کا تجربہ حاصل نہیں کیا لیکن تمہاری عقل تو تصدیق اور اتباع کے واجب ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر ہم فرض کریں کہ ایک آدمی عاقل بالغ ہے۔ لیکن تجربہ کار نہیں۔ وہ بیمار ہو جائے اور اس کا والد بھی ہے جو شفیق اور ماہرِ طب ہے۔ اور جب سے اس شخص نے ہوش سنبھالا ہے۔ اسی وقت سے وہ (اپنے) والد سے علم طب کا دعویٰ سنتا رہا ہے۔ اب اس کا والد اس کے لئے کوئی دوا تجویز کرے اور کہے کہ یہ تمہاری بیماری کے لئے فائدہ مند ہے۔ اور تمہاری بیماری کے لئے شفا بخش ہے۔ تو اس کی عقل جس شے کا تقاضا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوا کو استعمال کرے، اگر چہ تلخ ہو، اور ذوق کو بُری لگے۔ اور اگر وہ اس کی تکذیب کرے اور کہے کہ اِس شفا بخش دوا کی مناسبت میری عقل سے باہر ہے اور یہ کہ میں نے اس کا کوئی تجربہ نہیں کیا ہے۔ تو تم اس (شخص) کو بیوقوف ہی تصور کرو گے۔

اگر تم یہ کہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور اس طب سے آپ کی واقفیت کیسے معلوم ہو گی۔ میں جواب دیتا ہوں کہ تم نے اپنے والد کی شفقت کیسے معلوم کی۔ یہ کوئی محسوس امر نہیں ہے۔ بلکہ تم اس کو اس کے قرائنِ احوال اور شواہد اعمال کے ذریعہ (دیکھتے ہو اور) بلاشبہ اس کے مصادر اور موارد میں تمہیں یقینی علم ہوتا ہے جس انسان نے رسول ﷺ سے منقول اقوال و اخبار میں فکر کیا کہ آپ نے لوگوں کے حق میں مختلف طریقے سے رفق و رافت کے ذریعے اخلاق کی تہذیب اور دور رہنے والوں کی اصلاح کے لئے مخلوق کی راہنمائی کی۔ تو وہ یقیناً جان لے گا کہ امت پر حضور صلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ علیہ وسلم کی شفقت اس شفقت سے کہیں زیادہ ہے جو باپ بیٹے پر کرتا ہے۔ اور اگر ان افعالِ عجیبہ پر غور کرے جو آپ سے ظاہر ہوئے اور عجائبِ غیبیہ پر غور کرے جن کے بارے میں آپ کی زبان کے ذریعے قرآن نے خبر دی اور زمانہ آخر کے متعلق اخبار پر غور کرے اور آپ کے ذکر کے مطابق اُن کے واقع ہونے پر غور کرے تو وہ ضرور جان لے گا آپ واقعی اس مقام پر فائز ہیں جو عقل سے ماورا ہے۔ اور اس میں وہ آنکھ وا ہوتی ہے جس سے غیب اور وہ خواص و امور ظاہر ہوتے ہیں، عقل جن کے ادراک سے قاصر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کے علم ضروری کے حصول کا یہی طریقہ ہے۔ تم قرآنِ پاک پر غور کرو، اخبار کا مطالعہ کرو تو تم کو (انکا صدق) ظاہراً معلوم ہو جائے گا۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

اور فرمایا ہے کہ اگر تم کو کسی شخص معین کی نبوت میں شک ہو تو تمہیں اس کا یقین صرف اسی طرح حاصل ہوگا کہ تم اس کے احوال کا علم، مشاہدہ سے یا تواتر سے یا ایک دوسرے سے حاصل کرو۔ کیونکہ جب تم نے طب و فقہ کو جان لیا تو تمہارے لئے ممکن ہے کہ تم اطباء اور فقہا کو بھی ان کے احوال کا مشاہدہ کر کے اور عدمِ مشاہدہ کی صورت میں اقوال کو سن کے پہچان سکتے ہو۔

چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے فقیہ اور جالینوس کے طبیب ہونے کی معرفت سے تم عاجز نہیں رہو گے۔ اور یہ معرفتِ حقیقی ہے، تقلیدی نہیں۔ اگر تم کچھ فقہ و طب کا مطالعہ کرو گے تو ان کی کتابوں اور تصنیفوں کا مطالعہ کرو گے۔ تو تم کو ان دونوں کے احوال کا علمِ ضروری نصیب ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر تم نے نبوت کے معنی سمجھ لئے تو قرآن اور اخبار پر خوب غور کرو۔ اس وقت اس بات کا علم ضروری حاصل ہو جائے گا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ اور اس بات کی تائید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کے تجربہ سے بھی حاصل ہوتی ہے۔

جو کچھ آپ نے دلوں کے تصفیہ کے بارے میں عبارت اور اُن کی تاثیر میں بیان فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اِس فرمان میں کس قدر صادق ہیں کہ من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم يعلم ، جو آدمی جس پر عمل کرے اللہ اس کو اس کے علم کا وارث بنا دیتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا۔ اور آپ کا یہ ارشاد کتنا سچا ہے۔ من اعان ظالماً سلطه الله تعالٰى عليه جس نے کسی ظالم کی مدد کی، اللہ نے اس ظالم کو اس پر مسلط کر دیا۔ اور آپ کا یہ فرمان کیا خوب ہے من اصبح وهمه هم واحد كفاه الله هموم الدنيا والآخرة جس نے اِس طرح صبح کی کہ اس کو ایک ہی غم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت کے غموں سے کافی ہے۔ پس اگر تم نے ان (ارشادات) کا ہزار دو ہزار بار بھی تجربہ کیا تو تمہارے لئے اس کا یہی "علم ضروری" حاصل ہو گا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ چنانچہ اس طرح سے نبوت کا یقین طلب کرو، یہ مضبوط علمی ایمان ہے۔ باقی رہا ذوقی (ایمان) تو وہ مشاہدے اور اخذ بالعدد کی طرح ہے جو صرف صوفیہ کرام کے طریقے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

عُلماء کرام کے دلائل:

علماء کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔

وجہ اوّل: جمہور علماء کرام کے نزدیک یہی عمدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ فرمایا اور آپ کے دست اقدس کا معجزہ ظاہر ہوا۔ اولاً معجزہ متواتر ہے، ایسا متواتر کہ اس کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ ثانیاً، آپ کا معجزہ قرآن وغیرہ ہے۔ قرآنِ پاک اِس لئے معجزہ ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضور نے اس کی تحدی فرمائی اور کوئی اس کا معارضہ نہ کر سکا۔ اس لئے یہ معجزہ ہے۔ رہی تحدی تو یہ بھی متواتر ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ قرآنِ پاک میں تحدی کی کثیر آیاتِ مبارکہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلیأتوا بحدیث مثله، پس وہ اس جیسی کوئی بات لے آئیں، اور فرمایا فاتوا بعشر سور مثله مفتریات اس جیسی دس سورتیں لے آؤ اور فرمایا فاتو بسورة من مثله اس جیسی ایک ہی سورت لے آؤ۔

اب یہ کہنا کہ کسی نے معارضہ نہیں کیا، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب قرآنِ پاک نے تحدی کی اور عرب کے بلغا و فصحا کو اس جیسی ایک سورت پیش کرنے کا چیلنج دیا حالانکہ وہ وادی بطحا کے پتھروں سے بھی زیادہ تھے۔ آپ کے دعویٰ کو باطل کرنے والی چیز کو شائع کرنے پر بہت حریص تھے، بہت زیادہ جاہلی عصبیت و حمیت کے اعتبار سے اور مباہات اور سبقت لے جانے کے لئے ایک دوسرے کو قتل کر دینے میں مشہور تھے۔ لیکن اس جیسی چھوٹی سی سورت بھی پیش کرنے میں عاجز آ گئے۔ جہاں تک کہ حروف کی معارضت کی بجائے سیوف کی مقارعت پر اتر آئے۔ پس اگر وہ معارضہ پر قادر ہوتے تو ضرور معارضہ کرتے اور اگر معارضہ کرتے تو (اس کا علم) ہم تک بتواتر پہنچتا کیونکہ اس کے نقل کے دواعی بہت زیادہ تھے۔ (وہ تواتر ایسے ہوتا جیسے) خطیب کا منبر پر قتل کیا جانا، سو ان تمام امور کا علم تمام عادیات کی طرح قطعی ہے۔

اور یہ امر کہ جس چیز کی تحدی کی جائے اور اس کا معارضہ نہ کیا جائے تو وہ چیز معجزہ ہے۔ جیسا کہ حقیقت معجزہ اور اس کی شرائط کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ اس پر چھ اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض:۔ یہ کہا جاتا ہے کہ شاید یہ تحدی ان تک نہ پہنچی ہو جو اس کا معارضہ کرنے کی قدرت رکھتے ہوں۔ یا پھر معارضہ کو مدعی کا ہم خیال ہوتے ہوئے اس لئے چھوڑ دیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو کہ مدعی کی دولت سے حظ وافر وصول کریں۔

دوسرا اعتراض: یا یہ کہ شاید ان لوگوں نے اس (مدعی کی دعوت) کو حقیر سمجھا ہو اور خیال کیا ہو کہ اس کی دعوت مکمل ہونے والی نہیں۔ اور آخر میں اس کی شدید شوکت اور کثرت متبعین کے سبب اس سے خائف ہو گئے ہوں یا، ان کی تقویم معیشت کی احتیاج نے معارضہ سے روک دیا ہو۔

تیسرا اعتراض: یہ ممکن ہے کہ معارضہ کیا گیا ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہ ہو سکا یا ظاہر ہوا مگر اس کے اصحاب و متبعین نے اپنے استیلاء کی وجہ سے چھپا دیا اور اس کے آثار ختم ہو گئے جہاں تک کہ بالکل ہی محو ہو گیا۔

اس کا اجمالی جواب تو پہلے گزر چکا ہے کہ نقلی تجویزات علم عادی کے منافی نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ محسوسات میں ہوتی ہے۔ پہلا اعتراض یعنی یہ کہ شاید تحدی ان لوگوں کو نہ پہنچی ہو جو اس کا معارضہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوں، اس کا تفصیلی جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ مدعی نبوت اگر کوئی ایسی چیز پیش کرے جو اس کے دعوی (نبوت) کی مصدق ہو اور وہ اس کی تحدی بھی کرے کہ لوگ اس کے معارضہ سے عاجز آ جائیں تو ضروری و عادی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ مدعی اپنے دعوی میں صادق ہے۔ اور اس میں مذمت کرنا سراسر سفسطہ ہے۔

اور دوسرا اعتراض یہ کہ شاید ان لوگوں نے اس کو حقیر سمجھا اور آخر میں خائف ہو گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عادی و وجدانی ضرورت کے ذریعے علم ہو جاتا ہے کہ لوگ اس (مدعی) کے معارضہ کی طرف پیش قدمی کریں جو کسی ایسے امر جلیل میں منفرد ہونے کا مدعی ہو، جس میں اپنے ہم عصر لوگوں پر اسے برتری نصیب ہو اور وہ لوگوں کو (اپنی) اطاعت کی دعوت دے، لوگوں کی جان و مال کے بارے میں حکم جاری کرے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور یہ بھی بداہت کے ساتھ معلوم ہے کہ ایسے امور میں کوئی اس طرح اعتراض نہیں کرسکتا کہ معارضہ کرنے کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو۔ اس طرح اس کی دلالت جہت صرفت کی بنیاد پر ظاہر ہے۔ کیونکہ نفوس جب اس پر جبلی طور پر پیدا کیے گئے ہیں پھر ان کا اس سے روک دینا امر خارق عادت ہے۔ جو صدق مدعی پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ اس نے وہ چیز پیش کی جو دوسروں کی طاقت میں ہو۔

اور تیسرا اعتراض یہ کہ شاید اس کا معارضہ کیا گیا ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہ ہو۔ کا تو اس کا جواب اس طرح ہے کہ یہ علم عادی ہے کہ بر تقدیر قدرت معارضہ ضروری ہے۔ اس طرح یہ بھی علم عادی ہے کہ اس کا اظہار ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس سے مقصود پورا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات وامان میں مانع کے احتمال سے ضروری نہیں کہ تمام اوقات وامان میں احتمال پایا جائے۔ بلکہ ضرورت عادی کے سبب اس کا انتفا معلوم ہے۔ پس اگر معارضہ واقع ہو تو اس کا خفیہ رکھنا محال ہے۔ کہ نہ اصحاب مدعی کی جانب سے ان کے غلبے کے وقت اخفا ممکن ہے۔ اور نہ ان کے علاوہ کوئی اخفا کرسکتا ہے۔ لہٰذا تمام احتمالات دفع ہو گئے اور قطعی دلالت ثابت ہو گئی۔

متکلمین کا اختلاف:

خوب جان لو کہ متکلمین (اہل ملت) نے قرآن کے اعجاز کی وجہ میں اختلاف کیا، کہا گیا ہے کہ وہ نظم غریب اور اسلوب عجیب پر مشتمل ہے جو عرب کے نظم و نثر کے خلاف ہے۔ سورتوں اور قصوں کے شروع میں اور آخر میں جو ہیں اور وہ فواصل آیات جو کلام عرب میں بمنزلہ سجع ہیں یہ سب قرآن میں ایسے واقع ہوئے ہیں کہ کلام (عرب) میں ان کی مثال نہیں ملتی، چنانچہ وہ اس سے عاجز آ گئے۔ بعض معتزلہ کا یہی خیال ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ اہل عربیہ اور جاحظ معتزلی کا بیان ہے کہ قرآن بلاغت کے اعلیٰ مقام پر اپنی ان ترکیبوں کی وجہ سے فائز ہے جن کی مثال اُن (اہل عرب) کی ترکیبوں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی بلاغت کے درجے اس سے قاصر ہیں چنانچہ جس آدمی نے عربیت اور اس کے فنونِ بلاغت کو جان لیا اس نے قرآن کے اعجاز کو جان لیا۔

☆ قاضی قلانی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ''قرآن دو باتوں کا مجموعہ ہے۔ نظم غریب بلاغت کا درجہ عالیہ۔

☆ بعض کہتے ہیں کہ قرآن کی وجہ اعجاز غیب کے بارے میں خبر دینا ہے۔ جیسے (فرمایا) وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ اور وہ لوگوں کے غلبہ کے بعد چند برسوں میں غالب آ جائیں گے۔ اس (خبر) میں یہ (خبر غیب) بتائی گئی ہے کہ اہل روم، اہل ایران پر تین سے لے کر نو سال کے عرصے تک غالب آ جائیں گے، بے شک ویسے ہوا جیسے خبر دی گئی۔

☆ یہ بھی کہا گیا کہ قرآن کی وجہ اعجاز اختلاف اور تناقض کا نہ ہونا ہے۔ حالانکہ اس میں طول وامتداد ہے۔ انہوں نے اس آیت سے تمسک کیا۔ ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا۔ یعنی اگر یہ غیر اللہ کی جانب سے ہوتا تو اس میں تم بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

☆ اور کہا گیا ہے کہ قرآن کا اعجاز بالصرفہ ہے۔ یعنی عرب بعثت سے پہلے قرآن کی مثل کلام لانے پر قدرت رکھتے تھے۔ لیکن اللہ نے ان کو معارضہ سے پھیر دیا۔ اس کیفیت صرف میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ ہم میں سے اُستادِ گرامی (غالباً امام غزالی علیہ الرحمۃ) اور معتزلہ میں سے نظام نے کہا کہ اُن کو ان کی قدرت کے باوجود روک دیا گیا۔ یعنی وہ اس طرح کہ اس نے ان کے دواعی کو ان کی طرف پھیر دیا۔ باوجودیکہ (معارضہ) اُن کی جبلت میں داخل تھا۔ خصوصاً ان کے حق میں اسبابِ داعیہ بہت زیادہ تھے۔ مثلاً یہ کہ عجزِ متفرع اور ریاست اور تکلیفِ اطاعت کا استنزال (وغیرہ)

☆ شیعہ میں سے مرتضٰی نے کہا کہ ان سے وہ علوم چھین لیے گئے جن کی معارضہ میں ضرورت ہوتی ہے۔

اعجازِ قرآن پر اعتراضات اور جوابات:

قرآنِ پاک کے اعجاز میں قادحین کے کچھ شبہات واعتراضات ہیں۔

پہلا اعتراض: اعجاز کی وجہ کے لیے واجب ہے وہ اس شخص کے لیے ظاہر ہو جو اس سے استدلال کرتا ہے۔ اور اس میں تمہارا اختلاف اس کے خفا کی دلیل ہے۔

جواب: اختلاف اور خفا کسی ایک وجہ میں واقع ہو تو وہ اختلاف وخفا نہیں۔ بے شک قرآن کا مجموعہ، بلاغت، نظمِ غریب، اخبارِ غیب، اور علم وعمل کے اعتبار سے حکمت بالغہ پر مبنی ہے، اور اس کے علاوہ اعجاز کی جتنی وجوہ بیان کی گئی ہیں سب کے لحاظ سے معجزہ ہے۔ اگر اختلاف کسی ایک وجہ میں واقع ہوا تو یہ نظروں کا اختلاف ہے۔ یا ان نظر والوں کے مبلغ علم کا نتیجہ ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ اگر مذکورہ وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے معجز نہیں تو ان کے مجموعہ کی وجہ سے بھی معجز نہیں۔ بہت سے اہلِ بلاغت ایسے ہیں جو نظم یا نثر پر قدرت رکھتے ہیں اور دوسرے پر نہیں۔ اور یہ بات بھی ہرگز درست نہیں کہ جو چیز ہر ایک کے لیے ثابت ہو وہ کل کے لیے بھی اسی طرح ثابت ہو کہ وہ کل ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں کہتا ہوں کہ یہ پوشیدہ نہیں کہ اس جواب کا تقاضا یہ ہے کہ فقط قرآن کا مجموعہ معجز ہو مگر اس کی کسی چھوٹی سی سورت کی مقدار معجز نہ ہو۔ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس کی چھوٹی سی سورت کی مقدار بھی معجز ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

پس اگر تم کہو کہ جواب دینے والا یہ چاہتا ہے کہ قرآن کا مجموعہ ان مذکورہ وجوہ اعجاز کے مجموعہ کے باعث معجز ہے اور اس کی ہر سورت ان وجوہِ اعجاز میں سے کسی ایک غیر متعین وجہ کے باعث معجز ہے تو میں کہوں گا کہ اس طرح معترض کا اعتراض دفع نہیں ہو سکتا۔ وجہ اعجاز کے لئے واجب ہے کہ وہ بالکل ظاہر ہو۔ اس تقدیر پر وجہِ اعجاز ظاہر نہیں ہوتی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ بچائے کہ اس کے بین و متعین ہونے کے وجوب کو ممنوع کہا جائے۔ یہ کسی غور کرنے والے منصف مزاج پر پوشیدہ نہیں کہ یہ کھلا مکابرہ ہے، پس فہم اختیار کرو۔

دوسرا اعتراض: فلاں صحابہ کرام نے قرآنِ پاک کے بعض حصے میں اختلاف کیا۔ حتی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاتحہ اور معوذتین قرآنِ پاک میں داخل نہیں۔ حالانکہ یہ (تینو) مشہور سورتیں ہیں۔ اگر اس کی بلاغت اعجاز کی حد تک ہوتی تو یہ غیر قرآن سے ممتاز ہوتا۔ اور وہ ہرگز اختلاف نہ کرتے۔

<u>جواب</u>: قرآن کی بعض سورتوں سے متعلق صحابہ کرام کا اختلاف بذریعہ احاد مروی ہے۔ جو ظن کا فائدہ دیتے ہیں۔ لیکن قرآن کا مجموعہ متواتر منقول ہے۔ جو کہ یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ لہٰذا یہ آحاد (تواتر کے خلاف) التفات کے قابل ہی نہیں۔ نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اس پر اختلاف نہیں کیا کہ یہ (حصہ) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوا۔ اور یہ کہ یہ اعجاز کی حد تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ (اختلاف) صرف قرآن میں سے ہونے کے بارے میں ہے اور وہ بات ہمارے مقصود کے لئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نقصان دہ نہیں۔

تیسرا اعتراض: جمع قرآن کے وقت جب ایسا کوئی آدمی کوئی آیت لے کر آتا جوان کے ہاں عدالت میں غیر مشہور ہوتا تھا تو اس کو ایک شاہد یا قسم کے بغیر مصحف میں شامل نہ کرتے اگر اس کی بلاغت اعجاز کی حد تک پہنچی ہوتی تو اس (بلاغت کی وجہ سے) جان لیتے۔ اور اسے شامل مصحف کرنے کے لئے عدالت اور ایک شاہد یا قسم کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

جواب: بے شک ان کا اختلاف قرآن پاک میں مقام آیت اور اس کی تقدیم وتاخیر کے بارے میں ہے۔ اس کے داخل قرآن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قرأت پر مواظبت فرماتے تھے۔ پس جس آیت کو کوئی آدمی لے کر آیا تو اس آیت کا داخل قرآن ہونا یقینی تھا۔ گواہ یا قسم کا مطالبہ محض ترتیب کے لئے تھا۔ لہذا یہاں کوئی اشکال نہیں۔ نیز اگر بالغرض ایسے ہی تھا تو ایک یا دو آیتوں کا غیر معجز ہونا ہمیں نقصان دہ نہیں، کیونکہ معجز ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ایک سب سے چھوٹی سورت کی مقدار ہو، اور سورت کم از کم تین آیتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

چوتھا اعتراض: ہر صناعت کی ایک حد معین ہے۔ وہ اس حد پر رک جاتی ہے۔ اس سے بڑھ نہیں سکتی اور ہر زمانہ میں ایک ایسے آدمی کا وجود لازمی ہے جو تمام اہل زمانہ سے فائق ہو۔ تو شاید حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ فصاحت والے ہوں، انہوں نے ایسا کلام پیش کیا جس سے ان کے معاصر ہی عاجز رہے۔ اگر یہ معجز ہے تو صناعت کے ذریعے معاصرین پر فائق ہر شخص جو کوئی بھی چیز پیش کرے وہ معجز ہو گی، اور ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے۔

جواب: معجزہ ہر زمانہ میں اسی جنس سے صادر ہوتا ہے جو اہل زمانہ پر غالب رہتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور وہ لوگ اس زمانے میں انتہائی اعلیٰ مقام پر پہنچ کر اس حد معتاد پر رک جاتے ہیں جہاں تک رسائی کسی فرد بشر کے لئے ممکن ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ صناعت کی حد سے خارج کوئی ایسی چیز دیکھتے ہیں تو جان جاتے ہیں کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو قوم کے ہاں نبی کا معجزہ کبھی متحقق نہ ہوتا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا رواج تھا۔ جادو والے جانتے تھے کہ جادو کی حد تخیل اور اس شے کا وہم پیدا کرنا ہے جس کا حقیقت میں کوئی ثبوت نہیں۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ (حضرت موسیٰ) کا عصا سانپ بن گیا اور ان کے تراشے ہوئے جادو کو کھانے لگا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ جادو سے باہر ہے۔ اور انسانی طاقت سے ماورا ہے۔ چنانچہ وہ (جادو والے) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ لیکن فرعون اس فن میں عاجز ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ ان کا اُستاد ان کو تعلیم دیتا ہے۔ یہی حال طب کا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس کا رواج غالب تھا۔ ان لوگوں نے معلوم کر لیا کہ مردوں کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھوں اور برص والے کو شفایاب کرنا فنِ طیب کی دسترس سے باہر ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلاغت مقام بلند پر فائز تھی۔ اسی کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سات قصیدے کعبہ کے دروازے پر آویزاں کر رکھے تھے کہ ان کے معارضہ کی تحدی کریں۔ سیر کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ چیز (قرآن) لے کر آئے جس کی مثال پیش کرنے سے جمیع اہل بلاغت عاجز ہو گئے۔ حالانکہ انہوں نے کثرت سے منازعت اور مشاجرہ سے کام لیا اور آپ کی نبوت سے انکاری ہوئے۔ حتی کہ بعض کفر پر مرے اور بعض آپ کی نبوت کے واضح ہونے پر اسلام لے آئے۔ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بعض منافقین کی طرح اسلام سے دلی نفرت کے باوجود ذلت وپستی کو اپناتے ہوئے (بظاہر) مسلمان کہلائے۔ اور بعض معارضہ رکیکہ میں مشغول ہوئے کہ جو عقل مندوں کے نزدیک مضحکہ خیز ہے۔ مثلاً انہوں نے اس کلام کے ساتھ معارضہ کیا۔ والزارعات زرعا فالحاصدات حمداً والطاحنات طحنا، والطابخات طبخا فالاکلات اکلا اور بعض وہ تھے جنھوں نے جنگ وجدل کو اپنایا اور جان و مال اور اہل وعیال کے لئے پیش کیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ (کلام) یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

پانچواں اعتراض: قرآن میں لفظ ومعنی کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ حالانکہ اختلاف کی نفی ایسے کی گئی ہے کہ اگر وہ غیر اللہ کی جانب سے ہوتا تو اس میں کثیر اختلاف پاتے۔ لفظی اختلاف کی مثال کالعھن المنفوش کی بجائے کالصوف المنفوش فاسعوا الی ذکر اللہ کی بجائے فامضوا الی ذکر اللہ، فھی کالحجارۃ کی بجائے فکانت کالحجارۃ اور ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کی بجائے ضربت علیھم المسکنۃ والذلہ ہے۔ اور معنوی اختلاف کی مثال ربنا باعد بین اسفارنا امر کے صیغہ اور رب کے ندا کے ساتھ ہے۔ اور ربُنا باعد صیغہ ماضی اور رب کے رفع کے ساتھ، پہلی دعا اور دوسری خبر ہے۔

دوسری مثال ھل یستطیع ربُک صیغہ غائب اور ضمہ، با کے ساتھ ہے۔ اور ھل تستطیع ربُک صیغہ خطاب کے ساتھ ہے۔ پہلی میں رب سے متعلق استخبار ہے اور دوسری میں حضرت عیسیٰ کا حال پوچھنا ہے۔

جواب: اگر اختلاف جو بذریعہ احاد منقول ہے تو مردود ہے اور جو بذریعہ تواتر منقول ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں داخل ہے۔ انزل القرآن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علی سبعة احرف کلھا م شاف کاف ،قرآن سات حرفوں (قراتوں) پر نازل ہوا ان میں سے ہر ایک شافی وکافی ہے۔ پس لفظ ومعنوی اختلاف اس کے اعجاز میں قادح نہیں۔

چھٹا اعتراض: اس میں لحن اور بے فائدہ تکرار پائی جاتی ہے۔ لحن یہ ہے۔ قولِ عزوجل ہے ان ھذان لساحران ۔ اور لفظی تکرار کی مثال سورۃ الرحمن میں ہے۔ اور معنوی تکرار حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے قصے میں ہے۔

جواب: پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان ھٰذان لساحران کے بارے میں کہا گیا ہے کہ کاتبوں کی غلطی ہے۔ ابوعمرو نے اسے انّ ھـٰـذین پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ احوال کے دوران تثنیہ اور اسمائے ستہ میں ابقاء الف قبائل عرب کی لغت ہے۔ مثلاً یہ قول دیکھیں۔

انّ ابـاھـا و ابـا ابـاھـا

لـقـد بـلـغـا فی المجدغا یتاھا

ان مواضع میں اہلِ مدینہ اور اہل عراق نے اس لغت پر پڑھا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لفظ ھذا سے مخصوص ہے۔ اس میں نون زیادہ کیا گیا ہے۔ اور الف کو اپنے حال باقی رکھتے ہوئے تبدیل نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ الذین میں کیا گیا اس میں لفظ الذی پر نون کا اضافہ ہے۔ یا تو تینوں احوال میں برقرار رکھا گیا ہے۔ اور وہ اس لئے ہے کہ کلمہ ھذا میں معرب ومبنی کے تثنیہ میں اور کلمہ الذی میں معرب ومبنی کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں ضمیر الشان مقدر ہے۔ اس صورت میں لام مبتدا کے حیز میں داخل ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ قلیل ہو۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تکرار میں فوائد پائے جاتے ہیں۔ ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں ایک یہ کہ تحقیق معنی میں تقریر اور مبالغہ کی زیادت (نظر آتی) ہے۔

دوسرا یہ کہ ایجاز و اطناب میں مختلف عبارت کے ساتھ ایک ہی معنی کے ایراد پر قدرت کا اظہار (ثابت ہوتا) ہے جو کہ شعب بلاغت میں سے ایک شعبہ ہے۔

تیسرا یہ کہ ایک قصہ اُمور کثیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ کبھی اس کے بیان کا مقصد صرف بعض امور کا بیان ہے اور بعض امور تبعاً بیان ہو جاتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔

باقی معجزات مثلاً انشقاق قمر، کلام جمادات اور حضور کی طرف انکا حرکت کرنا، کلام حیوانات طعام قلیل سے خلق کثیر کا سیر شکم ہونا، انگلیوں سے چشمہ آب کا نکلنا، غیب کی خبریں دینا، اور اس طرح کے افعال بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ ناممکن ہے۔ یہ معجزات ہیں جن میں سے ہر ایک متواتر نہیں لیکن ان میں قدر مشترک یعنی ثبوت معجزہ بے شک متواتر ہے۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت، یہ اثبات نبوت میں ہمارے لئے کافی ہے۔

وجہ دوم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کی دوسری وجہ جسے معتزلہ میں سے جاحظ نے اور ہم (اہل سنت) میں امام غزالی علیہ الرحمہ نے پسند کیا ہے، جیسا کہ پہلے کلام مذکور سے سمجھا گیا ہے۔ یعنی (اعلان) نبوت سے پہلے دعوت کے دوران اور دعوت کے درجہ تمام کے بعد آپ کے احوال، آپ کے اخلاق عظیمہ اور احکام حکیمہ اور وہ اقدام جن سے بڑے بڑے بہادر ڈریں، اور اسی طرح (دوسرے نظائر آپ کی نبوت کی دلیل ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمات دین اور مہمات دنیا میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، اگر ایک بار بھی جھوٹ بولا ہوتا تو آپ کے دشمن اس کی تشہیر میں بہت کوشش کرتے۔ اور آپ نے کبھی اعلان نبوت سے پہلے نہ کبھی بعد کسی فعل قبیح کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ارتکاب کیا۔ اور آپ غایت درجہ فصاحت کے مالک تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اوتیت جوامع الکل، مجھے جوامع الکلم نصیب ہوئے۔ حالانکہ آپ اُمّی تھے۔ آپ نے تبلیغ الرسالت میں طرح طرح کی مشقتیں برداشت کریں۔ حتی کہ فرمایا ما اوذی نبی مثل ما اوذیت، کسی نبی کو اتنی ایذا نہیں دی گئی جتنی مجھے اور آپ نے عزیمت کے ساتھ بغیر فتور کے ہر ایذاء پر صبر کیا۔ اور جب دشمنوں پر استیلا حاصل کیا اور جانوں اور مالوں میں نفاذِ امر کے لئے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے تو اپنی پہلی حالت تبدیل نہ فرمائی بلکہ آپ اول عمر سے آخر عمر تک ایک ہی طریقہ مرضیہ پر گامزن رہے۔ آپ اپنی امت پر حد درجہ شفیق تھے۔ (اور ہیں) جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا فلا تذھب نفسک علیھم حسرات آپ ان کی حسرتوں میں اپنی جان نہ گنوا دینا، اور فرمایا فلعلک باخعٌ نفسک علی آثارھم.

آپ حد درجہ سخاوت والے تھے کہ خدا تعالیٰ نے یوں فرمایا فلا تبسطھا کل البسط آپ دنیا کی طرف ہرگز التفات نہ کرتے تھے۔ حتی کہ جب قریشِ مکہ نے آپ کو مال، زوجہ اور ریاست کی پیش کش کی کہ اپنے دعویٰ کو ترک کر دیں، آپ نے (پیش کش) اس کی طرف ہرگز توجہ نہ فرمائی۔ آپ فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ غایت تواضع اور غنیوں اور دولت مندوں کے ساتھ غایت ترفع اختیار فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں سے کبھی فرار نہ ہوئے۔ اگرچہ عظیم خوف کا مقام ہوتا۔ جیسا کہ یوم اُحد، یوم احزاب (اور اسی طرح کے مواقع ہمارے سامنے ہیں) وہ امر آپ کی قلبی قوت اور باطنی شہادت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسا نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا واللّٰہ یعصمک من النّاس یعنی اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا، تو یہ عادۃً ناممکن ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہرگز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

متلون نہیں تھا۔ اگرچہ مختلف احوال در پیش ہوئے۔ الغرض جو آدمی ان (حقائق) اور ان کی امثال کا تتبع کرے تو جان لے کہ ان میں سے ہر ایک الگ الگ نبوت پر دلیل نہیں کیونکہ کسی شخص کا دیگر تمام شخصوں سے مزید فضل اُس کے نبی ہونے کا ثبوت نہیں لیکن ان کا مجموعہ یقیناً صرف انبیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں ان جملہ امور کا اجتماع آپ کے نبی ہونے کے عظیم دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

وجہ سوم: ان وجوہ میں سے تیسری وجہ وہ ہے جسے حضرت امام رازی علیہ الرحمہ نے اختیار فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم میں دعویٰ فرمایا جس کے پاس کوئی کتاب وحکمت نہیں تھی۔ بلکہ وہ لوگ حق سے اعتراض کرتے تھے وہ مشرکین عرب کی صورت میں بتوں کی عبادت کرتے یا یہود کی صورت میں دین تشبیہ اور صنعت تزویر اور لایعنی جھوٹی باتوں پر عمل کرتے یا مجوس کی صورت میں دو خداؤں کی پرستش اور محارم کے نکاح پر (مائل) تھے اور یا نصاریٰ کی طرح باپ بیٹے اور تثلیث کے قول پر (قائل تھے) آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب روشن اور حکمت باہر کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں کہ مکارم اخلاق کو مکمل کر دوں اور لوگوں کو ان کی قوت علمیہ میں عقائد حقہ کے ساتھ اور اُن کی قوت عملیہ میں اعمال صالحہ کے ساتھ کامل کر دوں اور تمام عالم کو ایمان اور عمل صالح کے ذریعے تاب ناک کر دوں۔ پس آپ نے ایسا کر دکھایا۔ اور اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ دین کمزور ہو گئے فاسد مقالے ختم ہو گئے۔ توحید کے آفتاب اور تنزیہہ کے ماہتاب اقطار آفاق میں جگمگانے لگے۔ اور نبوت کا یہی معنی ہے۔ نبی وہ ہے جو نفوس بشری کی تکمیل فرماتا ہے۔ اور اکثر نفوس پر غالب آنے والے قلبی امراض کا علاج کرتا ہے۔ جب بیمار دلوں کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علاج اور اُن کی ظلمات کے ازالے میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تاثیر اکمل واتم تھی تو آپ کے نبی ہونے کا یقین واجب ہو گیا۔ وہ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔ حضرت امام نے اسے مطالب عالیہ میں بیان فرمایا اور یہ برہانِ اِمّ میں سے برہان ظاہر ہے۔ ہم نے حقیقت نبوت کے متعلق بحث کی اور واضح کیا کہ یہ ماہیت کسی کو نصیب نہ ہوئی جیسا کہ آپ کو نصیب ہوئی۔ پس آپ اپنے ماسوا سے افضل ہیں۔

اور رہا معجزہ کے ذریعے نبوت کا اثبات تو یہ برہان انّ میں سے ہے۔ اور اثبات نبوت میں یہ وجہ طریق حکما سے قریب ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک لوگ اپنے معاش و معاد میں اس انسان کامل کے محتاج ہیں جس کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور وہ ان لوگوں کے لئے ایسا قانون وضع کرے جو دو جہان میں ان کو سعادت عطا کرے۔

دوسرا مقالہ مذمت فلاسفہ میں اور ان کے علوم کی ممارست اور کتابوں کے مطالعے سے حاصل ہونے والے نقصان کے بیان میں ہے۔

---------OOO---------

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ ردِّ روافض

مصنف

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ الصمدانی

مترجم

غلام مصطفٰے مجددی ایم اے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نگاہِ عشق و مستی میں وُہی اوّل وُہی آخر
وُہی قرآں، وُہی فرقاں، وُہی یٰسیں، وُہی طٰہٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعارف

☆☆☆

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ دسویں صدی ہجری کے اواخر میں، خراسان میں روافض نے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کے خلاف فتنہ سب وشتم برپا کیا تو علمائے ماوراالنہر نے ان کے خلاف جہاد وقتال کے لزوم کا فتویٰ صادر فرمایا چنانچہ اہلِ اسلام نے اُن کو خوب سزادی، مشہد کا محاصرہ کیا۔ اس دوران رافضی علماء نے، علمائے ماوراالنہر کے فتوی کا رد لکھا، وہ تردیدی رسالہ ہندوستان میں پہنچ گیا۔ اور وہاں بھی فتنہ برپا ہو گیا۔ اکبری و جہانگیری دور میں مرزا غیاث بیگ اور اس کی نورِ نظر نور جہاں کی بدولت روافض خوب پروان چڑھ رہے تھے، امراو روساء سے لے کر عوام تک ان کے اثرات دکھائی دینے لگے تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ان کے خاتمے کا تاریخی بیڑا اُٹھایا۔ آپ نے روافض سے مناظرے کئے۔ یہ رسالہ رد روافض بھی انہی مساعی جمیلہ کی ایک کڑی ہے۔ حضرت خواجہ ہاشم کشمی علیہ الرحمتہ زبدۃ المقامات میں فرماتے ہیں۔

"وبعضے رسائل شریفہ بہ تازی و بہ فارسی در نہایت بلاغت و فصاحت تصنیف فرمودہ کہ ازاں جملہ است رسالہ تہلیلہ و رسالہ رد شیعہ با آنکہ در ایام ارباب تشیع دراں بلاد در غایت حشمت و جاہ بودند و بہ سلطان تقرب تمام و قرابت داشتند نیز بہ دین و ارباب دین در نہایت عداوت بود لیکن جوش غیرت اسلام کہ حضرت ایشاں را حق تعالیٰ سبحانہ عطا فرمودہ بود ملاحظہ این و آں در خاطر عاطر شان فتور نمی نمود" (ص ۲۰۳)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی لکھا کہ اس فتنے کو ختم کرنا مسلمانوں کی گردنوں پر حضرت مجدد کا احسان ہے۔

درحقیقت یہ سالہ رافضی علماء کے اس تردیدی رسالہ کا رد بلیغ ہے۔ حضرتِ مجدد پہلے علماء ماوراءالنہر کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں، پھر شیعہ حضرات کا جواب اور اس کے جواب میں علماء ماوراءالنہر کی تائید میں دلائل و براہین سے اسلامی عقائد و نظریات کو ثابت کرتے ہیں۔ جزاہ اللّٰہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء. منشی حبیب الدین سوزاں نے اس رسالہ پر کیا خوب تبصرہ فرمایا۔

ہر نکتہ سر بستہ او نافہ مشک است — ہر نقطہ او شوخی از چشم غزال ا

فیض رقمش از تتق غیب سروش است — مدِّ قلمش در اُفق فصلِ ہلال ا

صد باز زسر تا سر ہر حرف گزشتم — لیلیٰ است کہ سرتا بہ قدم غنج و دلال ا

دریوزہ گر زلّہ او بند حریفاں

الحق رگِ ابر قلمش، بحرِ نوال است

☆☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مضامین

☆ ابتدائیہ ۱۱۷

☆ رافضیوں کے مختلف گروہ ۱۲۰

☆ عقائدِ روافض کی حقیقت ۱۲۷

☆ صحابہ کرام کا دفاع ۱۲۸

☆ روافض کا جواب ۱۲۸

☆ حضرتِ مجدد کا محاکمہ ۱۳۰

☆ شانِ خلفائے ثلاثہ ۱۳۵

☆ سب صحابہ کرام کفر ہے ۱۴۰

☆ روافض کا جواب ۱۴۰

☆ حضرتِ مجدد کا محاکمہ ۱۴۱

☆ صدیقِ اکبر کی صحابیت ۱۴۶

☆ روافض کا جواب ۱۴۶

☆ حضرتِ مجدد کا محاکمہ ۱۴۶

☆ حضرتِ امیر کی بیعت ۱۴۸

☆ روافض کا جواب ۱۴۸

☆ حضرتِ مجدد کا محاکمہ ۱۴۹

☆ شیعہ کا قتال واخذ اموال ۱۵۳

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆	روافض کا جواب	۱۵۲
☆	حضرتِ مجدد کا محاکمہ	۱۵۴
☆	مقامِ امیر معاویہ	۱۵۶
☆	شانِ صدیقہ پر اعتراض	۱۵۷
☆	مشاجراتِ صحابہ	۱۶۱
☆	مناقبِ اہل بیت	۱۶۲
☆	تحشیہ	۱۶۶

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه حمداً كثيراً طيّباً مباركاً عليه كما يحبُّ رُبنا و يرضى والصّلوة واسلام علىٰ سيدنا محمّدٍ اكرمِ البشَرِ المبعوث الى الاسود والاحمر كماينا سب بعلوِ شانِہٖ و يحرىٰ وعَلىٰ خلفاء الراشدين المهديين و ذُرِيّتہٖ وَاهْلِ بيتہٖ الطيبين الطاهرين وسائر اصحابہٖ المرضين كما يَلِيْقُ بمراتِبِهِمُ العُظمٰے و درجَاتِهِم العُلياء.

امابَعْد

اِبتدائیہ:

یہ بندہ کمترین جو خداوندِ واحد وصمد کی رحمت کا محتاج ہے اور علماء اہل سنت و جماعت کا خادم ہے، احمد بن عبدالاحد عمری وفاروقی نسباً، سرہندی مولداً حنفی ملۃً و مذہباً

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہتا ہے کہ دیار ہندوستان ہر چند تمام ممالک سے اسلام میں متاخر ہے اور کوئی صحابی اس اقلیم میں تشریف فرما نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی اسلام یہاں ظاہر ہوا۔ سلاطین اسلام نے اسے مضبوط کیا اور مشائخ عظام اور اولیاء کرام ''اطراف و جوانب'' سے تشریف لائے۔ زمانہ بہ زمانہ دین کے معالم اور اسلام کے اعلام ترقی کرتے رہے کہ اس ملک کو تمام ممالک سے ایک وجہ سے نہیں متعدد وجوہات سے ''مزیت وفضیلت'' حاصل ہو گئی۔ اس کے تمام اسلامی باشندے ''عقیدہ حقہ'' اہل سنت و جماعت پر ہیں، اور اہل بدعت و ضلالت کا اس دیار میں نشان نہیں۔ سب ''طریقہ مرضیہ حنفیہ'' رکھتے ہیں۔ حتی کہ اگر کوئی شخص بالفرض مذہب شافعی و حنبلی رکھتا ہو، ڈھونڈنے سے نہیں ملتا اگر چہ یہ اہلِ حق کے مذاہب ہیں اور اہلِ ہوا و بدعت سے گریز پا ہیں، حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ والرضوان ملک ہند کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

خوشا ہندوستان و رونقِ دین — شریعت را کمالِ عزو تمکیں

زبردستان ہند و گشتہ پامال — فرودستان ہمہ دردِ ادن مال

بدیں عزت شدہ اسلام منصور — بداں خواری سران کفر مقہور

بہ ذمت گر نہ بودے رخصتِ شرع — نہ ماندے نام ہندو زاصل تا فرع

زغزنین تالبِ دریا دریں باب — ہمہ اسلام بنی بر یکے آب

نہ ترسائے کہ از ناترسگاری — نہد بر بندہ داغِ کردگاری

نہ از جنس جہوداں جنگ و جوریت — کہ قرآں کند دعویٰ بہ توریت

نہ مغ کز طاعت آتش شود شاد — و زو باصد زباں آتش بہ فریاد

مسلمانانِ نعمانی روش خاص — ز دل ہر چار آئیں رابہ اخلاص

نہ کیں با شافعی نے مہر بازید — جماعت راو سنت رابہ جاں صید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہ اہل اعتزالے کز فن شوم ز دیدارِ خدا گردند محروم
نہ رفض تار سدزاں مذہب بد جفائے بر وفا دارانِ احمد
نہ زاں سگ، خارجی کز سینہ سازی کند باشیرِ حق روباہ بازی
زہے ملکِ مسلماں خیز و دیں جوئے
کہ ماہی نیز سُنّی خیزد از جوئے

یعنی ہندوستان رونق دین ہے، جہاں شریعت کو عزت و تمکنت کا کمال حاصل ہے، اسلام منصور ہے، کفر مقہور ہے۔ غزنی سے اس لب دریا تک اسلام ہی اسلام ہے، یہاں یہود نصاریٰ، آتش پرست، معتزلہ، خارجی، رافضی کوئی نہیں، سب اہل سنت و جماعت مسلمان ہیں۔ یہاں کے دریا کی مچھلی بھی سُنّی کہلائے گی (ملخصا)

تقریباً پانچ سو سال اِسی ''مرافقت و لطافت'' میں گزرے، تا آنکہ خاقانِ اعظم عبداللہ خان کے دور میں شیعہ نے (خراسان) میں غلبہ و شیوع پیدا کر رکھا تھا۔ (اُس نے خراسان پر حملہ کیا) بعض شیعہ قتل ہوئے اور ہوئے اور بعض جلا وطن ہو کر ہندوستان آئے اور حکام و سلاطین کا تقربِ حاصل کر کے بعض جہلا کو جھوٹے مقدمات اور فریب زدہ مغالطات سے گمراہ کیا اور راہ سے دور لے گئے۔ ہر چند اقلیم خراسان میں فتنہ و فساد سے سکون ہوا اور مسلمان ان کی شرارت سے آزاد ہوئے۔ لیکن دیار ہند میں ان بدکیشوں کے ''قدومِ بد'' کی بدولت مسلمانوں میں ''فتورِ عظیم'' واقع ہوا اور فتنہ از سرِ نو بیدار ہو گیا۔ منقول ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دُعا کی ''الٰہی اہلِ خراسان کی جمعیت پر نگاہ رکھ اور تفرقہ سے امان بخش! مریدوں نے کمالِ تعجب سے پوچھا ''یا شیخ یہ دُعا کیا ہے، جو آپ نے اِن بے دولتوں کے بارے میں کی، فرمایا اِن کا تفرقہ تمام عالم کے ''تفرقہ و ضلالت'' کا موجب ہے اور فتنہ خفتہ کی بیداری کا سبب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔

اسی دوران عبداللہ کے محاربہ مشہد کے وقت شیعہ نے جواباً ماوراالنہر کے علماء کرام کو رسالہ لکھا، اس جوابی رسالہ میں باب ''مسلمانوں پر تکفیر شیعہ اور ان کے اخذِ اموال کی اباحت'' میں اس قلیل البضاعت نے اس کے ابلہ فریب مقدمات کو بغور پڑھنے سے یہ (نتیجہ) حاصل کیا کہ اس میں خلفائے ثلاثہ کی تکفیر ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذم و تشنیع ہے۔ بعض طلبہ شیعہ اِن حدود سے متردد تھے اور ان مقدمات پر ''افتخار و مباہات'' ظاہر کرتے تھے۔ امراء و سلاطین کی مجالس میں ان مغالطات کو شہرت مل رہی تھی، اگرچہ یہ فقیر ان ''مجالس و معارک'' میں بالمشافہ ان ''منقولہ و معقولہ'' مقدمات کو رد کرتا اور ان کی صریح غلطیوں کی اطلاع دیتا رہا مگر میری حمیتِ اسلام اور رگِ فاروقی نے اس قدر ''رد و الزام'' پر کفایت نہ کی۔ اور سینہ بے کینہ کی شورش کو تشفی نہ ہوئی۔ خاطرِ فاتر کا قرار اس میں ہے کہ ان کے مفاسد کا اظہار اور ان بدکیشوں کے مطالب کا ابطال جب تک ''قید کتابت'' اور ''حیز تحریر'' میں نہ آئے گا فائدہ تمام اور نفع عام نہ ہوگا۔ پس میں نے ان کے ''مقاصدِ فاسدہ'' اور ''عقائد کاسدہ'' کی تردید کی۔ جو اس رسالہ میں وارد تھے۔ میں نے اللہ صمد و ودود کی مدد سے اپنا مقصود حاصل کیا۔ بے شک وہی حفاظت کرنے والا مولا ہے اور مددگار ہے، اور اسی کی طرف سے توفیق اور تحقیق ہے۔

رافضیوں کے مختلف گروہ:

جان لو! اللہ تعالیٰ نے تمہارا ارشاد اچھا کیا۔ شیعہ، حضرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو امام برحق مانتے ہیں، نصِ جلی سے یا نصِ خفی سے، اور کہتے ہیں کہ امامت ان کی اولاد سے باہر نہیں جاسکتی۔ اگر جائے گی تو ظلم سے جو ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے غیر نے ان پر ڈھایا، یا تقیہ سے جو حضرت علی نے کیا یا ان کی اولاد نے۔ شیعہ کے کثرتِ طرق اور تعددِ اصناف کے باوجود بائیس گروہ ہیں۔ ہر گروہ نے دوسرے گروہ کا رد کیا ہے اور اس کے ''قبائح وشنائع'' کو ظاہر کیا ہے۔ و کفی اللّٰہ المومنین القتال بتقاتلھم۔

ہمیشہ باد خصومت جہود و ترسارا

کہ قتلِ ہر دو طرف خوب تر بود مارا

یعنی ہمیشہ یہود و نصاریٰ کی دشمنی کی ہوا اور ہر دو طرف کا قتل ہمارے لئے خوب تر رہا۔ اُن کے قدما اور اقدمین میں اور ''اوائل واواخر'' میں تفاوتِ عظیم ہے۔ مگر ان کے جمیع فرقے ''کمالِ تعصب وعناد'' کے سبب ''لعن وتکفیر'' کے مستحق ہیں کہ ان کا بہترین عمل اور فاضل ترین عبادت ہمارے اسلاف کو گالیاں دینا اور خلفائے راشدین پر طعن کرنا ہے۔ بلکہ ان کی تکفیر کرنا ہے۔ اِن مباحث کی تحقیق عن قریب مذکور ہوگی۔ انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا

حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

ترسم ایں قوم کہ بر دُرد کشاں میخندند

بر سر کارِ خرابات کنند ایماں را

ہم اپنے مقصود کے آغاز سے قبل ان کے چند گروہوں کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے مقاصد کی حقیقت پر اطلاع کرتے ہیں کہ ان بد اندیشوں کے ''فضائح وشنائع'' مکمل طور پر معلوم ہو سکیں۔

۱۔ طائفہ سبائیہ: یہ عبداللہ بن سبا کے اصحاب ہیں، وہ ان کا قدیم رئیس ہے۔ اس نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو معبود کہا۔ اور انہوں نے اسے شہر مدائن سے نکال دیا۔ وہ کہتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تھا کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو شہید نہ کیا بلکہ شیطان کو مارا جوان کی صورت میں متمثل ہو چکا تھا، حضرتِ علی تو بادل میں ہیں۔ چنانچہ رعدان کی آواز ہے اور برق اُن کا تازیانہ ہے۔اوراس کے تابع دارآ وازِ رعد کی سماعت کے دوران ''علیک السلام یا امیر المومنین'' کہتے ہیں۔

۲۔ طائفہ کاملیہ: یہ ابوکامل کے اصحاب ہیں، یہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی تکفیر کرتے ہیں اس لیے کہ اُنہوں نے حضرتِ علی کی بیعت نہ کی نیز حضرت علی کی بھی تکفیر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنا حق ترک کیا اور وہ تناسخ کے قائل ہیں۔

۳۔ طائفہ بیانیہ: یہ بیان بن سمعان کے اصحاب ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ خدا انسان کی صورت ہے۔ وہ چہرے کی سوا سب ہلاک ہو جائے گا، روحِ خدا نے حضرتِ علی میں، ان کے بعد محمد بن الحنفیہ میں، ان کے بعد ان کے بیٹے ہاشم میں اور ان کے بعد بیان میں حلول کیا۔

۴۔ طائفہ مغیریہ: یہ مغیرہ بن سعید عجلی کے اصحاب ہیں، یہ کہتے ہیں کہ خدا مردِ نورانی کی صورت میں ہے۔ اس کے سر پر نور کا تاج ہے اور اس کا دِل حکمت کا منبع ہے۔

۵۔ طائفہ جناحیہ: یہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ذی الجناحین کے اصحاب ہیں، تناسخِ ارواح کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ روح خدا نے پہلے آدم میں پھر شیث میں اور اس طرح انبیاء کرام اور ائمہ میں، پھر حضرتِ علی اور ان کی اولاد میں حلول کیا۔ اس کے بعد عبداللہ میں حلول کیا، یہ گروہ منکرِ قیامت ہے۔ محرمات کو حلال جانتا ہے، مثلاً شراب، مردار اور زنا وغیرہ۔

۶۔ طائفہ منصوریہ: یہ ابومنصور عجلی کے اصحاب ہیں۔ وہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہتا تھا۔ حضرت امام اُس سے بیزار ہو گئے اور اس کو نکال دیا، سو وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امامت کا دعویدار ہوا۔ اس کے اصحابؓ کا عقیدہ ہے کہ ابو منصور آسمان پر گیا اور حضرتِ حق سبحانہٗ نے اپنے ہاتھ سے اس کے سر پر مسح کیا اور فرمایا بیٹا جا! میرے لئے تبلیغ کر، اس کے بعد وہ زمین پر آیا، وہی کسف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا قول ہے، وان یروا کِسفاً من السماء ساقطاً یقولو اسحاب مرکوم اور انہی کا قول ہے کہ رسالت غیر منقطع ہے۔ جنت سے مراد امام ہے، جس کی محبت پر ہم مامور ہیں، اور نار اس شخص کی طرف کنایہ ہے جس کے بغض کا ہمیں حکم ہے۔ جیسے ابوبکر و عمر، اسی طرح فرائض سے مراد وہ جماعت ہے جس کی محبت کا امر فرمایا گیا اور محرمات سے مراد وہ طائفہ ہے جس کی نفرت کا امر فرمایا گیا۔

۷۔ طائفہ خطابیہ: یہ ابو خطاب اسدی کے اصحاب ہیں۔ وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہتا تھا۔ جب امام کو اپنے بارے میں اس کا غلو معلوم ہوا تو بیزار ہو گئے اور اسے اپنی صحبت سے اُٹھا دیا۔ پھر اُس نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا۔ اس گروہ کا کہنا ہے کہ ائمہ، انبیاء ہیں، نیز ابو خطاب نبی ہیں۔ بلکہ اس نے اس قدر گمراہی پر کفایت نہ کی، کہنے لگا ائمہ، خدا ہیں، جعفر صادق خدا ہے، مگر ابو خطاب ان سے اور حضرت علی سے بھی افضل ہے۔ اِس گروہ نے اپنے مخالف پر اپنے موافق کے لئے جھوٹی گواہی کو حلال ٹھہرایا۔ نیز کہتے ہیں کہ جنت دنیا کی نعمتوں کا نام ہے اور نار اُس کے غموں کا نام، دنیا ہرگز فنا نہ ہوگی۔ محرمات کو اور فرائض چھوڑنے کو جائز مانتے ہیں۔

۸۔ طائفہ غُرابیہ: اس گروہ کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ تر تھے، جیسے کوے کو کوے سے اور مکھی کو مکھی سے مشابہت ہوتی ہے۔ حق سبحانہٗ نے حضرتِ علی کی طرف وحی بھیجی، جبریل کو کمالِ مشابہت کی وجہ سے دھوکہ ہوا۔ انہوں نے وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی۔ اُن کا شاعر کہتا ہے ع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غَلَطَ الامین فجازہ عن حیدرہ

یعنی جبریل امین نے غلط کیا، خدا نے اپنے حیدر سے اُس کو جائز قرار دیا، وہ حضرت جبریل پر لعن کرتے ہیں۔

۹۔ طائفہ ذمیہ: یہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں کہ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تھے، انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا کہ لوگوں کو ان کی طرف بلائیں، انہوں نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا، بعض ذمیہ اُن دونوں کو خدا مانتے ہیں۔ ان میں ایک جماعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت میں مقدم مانتی ہے اور دوسری جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ اُن میں ایک جماعت پانچ خداؤں کی قائل ہے، اور وہ ہیں اصحابِ عبا۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم۔ اس کا عقیدہ ہے یہ پانچوں ہی شے واحد ہیں اور ان میں روح نے برابر حلول کیا ہے۔ اور ایک کو دوسرے پر ہرگز کوئی مزیت وفضیلت نہیں۔ وہ فاطمہ کی تاء تانیث کو نہیں مانتے کہ شائبہ تانیث سے بچا جا سکے۔

۱۰۔ طائفہ یونسیہ: یہ یونس بن عبد الرحمٰن قمی کے اصحاب ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ خدا عرش پر ہے، ہر چند فرشتوں نے اس کو اُٹھایا ہے مگر وہ فرشتوں سے زیادہ قوت والا ہے جیسا کہ کلنگ کہ وہ اپنے دونوں پیروں پر زور ڈالتا ہے، وہ اپنے دونوں پیروں کی بدولت بڑا اور زیادہ قوی ہے۔

۱۱۔ طائفہ مفوّضہ: ان کا کہنا کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کو تخلیق فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض کر دی۔ اور ان کے لئے دنیا کی ہر چیز مباح قرار دی، بعض کا کہنا ہے، دنیا حضرت علی کو سونپ دی گئی۔

۱۲۔ طائفہ اسماعیلیہ: یہ باطن قرآن کے قائل ہیں نہ ظاہر قرآن کے۔ اور کہتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ باطن کی نسبت ظاہر کے ساتھ اس طرح ہے جس طرح مغز کی چھلکے کے ساتھ۔ اور جو کوئی ظاہر قرآن سے تمسک کرتا ہے وہ اوامر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کے عذاب و مشقت میں گرفتار رہتا ہے۔ اور باطنِ قرآن اُس کے ظاہر سے ترکِ عمل تک لے جاتا ہے۔ اس مطلب میں وہ قرآن کی اِس آیت سے تمسک کرتے ہیں۔ حق عزوجل نے فرمایا فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّھُمْ بَابٌ بَاطِنُہٗ فِیْہِ رَحْمَۃٌ وَ ظَاھِرُہٗ مِنْ قِبَلِہِ الْعَذَابُ. وہ محرمات کو مباح جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت کے ناطق پیغمبر سات ہیں۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، حضرت محمد علیہ وعلیہم السلام، اور محمد مہدی کو رسولوں میں خیال کرتے ہیں۔ ان کی دعوت کی اصل شرائع کا ابطال ہے۔ وہ احکامِ شریعت میں شکوک ڈالتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں حائضہ کے لئے روزے کی قضا ہے نماز کی کیوں نہیں؟ غسل، منی سے کیوں واجب ہوتا ہے۔ پیشاب سے کیوں نہیں۔ بعض نمازوں میں چار رکعت، بعض میں تین رکعت اور بعض میں دو رکعت کیوں فرض ہوئیں۔ وہ شرائع کی تاویلیں کرتے ہیں، وضو سے مراد امام کی موالات اور نماز سے مراد رُسول ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت لیتے ہیں ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر، اور کہتے ہیں کہ احتلام کسی نااہل انسان کے سامنے اسرار کو کھول دینے کا نام ہے، اور غسل تجدید عہد ہے، زکات کو معرفتِ دین کے ساتھ تزکیہ نفس خیال کرتے ہیں۔ کعبہ نبی ہے اور باب علی، صفا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مَروہ حضرت علی اور طواف ہفت گانہ ائمہ سبعہ کے موالات کو تصور کرتے ہیں۔ جنت، تکالیف سے جسموں کی راحت ہے، اور نار مزاولتِ تکالیف سے جسموں کی مشقت، وہ اِس قسم کی بہت سی خرافات رکھتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ خداوند نہ موجود ہے اور نہ معدوم ہے۔ نہ عالم ہے اور نہ جاہل ہے۔ نہ قادر ہے اور نہ عاجز ہے۔ جب حسن بن صباح ظاہر ہوا اُس نے اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دعوت کی تجدید کی۔ اور خود کو نیابتِ احکام کا مستحق سمجھا ان کے زعم میں زمانہ امام سے ہر گز خالی نہیں، یہ عوام کو علوم میں غور کرنے سے اور خواص کو کتبِ متقدمہ کے دیکھنے سے روکتے ہیں کہ ان کی فضیحتوں اور قباحتوں سے آگاہ نہ ہوسکیں۔ یہ دامانِ فلاسفہ کو تھام کر احکامِ شریعت کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔

۱۳۔ طائفہ زیدیہ: یہ زید بن علی زین العابدین کے ساتھ منسوب ہے۔ اس طائفہ کے تین گروہ ہیں۔ اوّل جارودیہ جو امامتِ علی پر نصِ خفی کے ساتھ قائل ہیں۔ اور صحابہ کرام کی تکفیر کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کی بیعت چھوڑ دی تھی۔ دوم سلیمانیہ جو کہتے ہیں کہ امامت خلائق کے درمیان شوریٰ ہے۔ یہ حضرت ابوبکر و عمر کو امام مانتے ہیں اگرچہ لوگوں سے خطا واقع ہوگئی کہ انہوں نے حضرت علی کے ہوتے ہوئے ان کی بیعت کی۔ ہاں وہ یہ خطا حدِ فسق تک نہیں لے جاتے۔ یہ حضرت عثمان، طلحہ، زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں۔ سوم تبریہ، جو سلیمانیہ سے موافق ہے، مگر یہ عثمان غنی کے بارے میں توقف کرتے ہیں۔ اکثر زیدیہ اس زمانہ میں مقلد ہیں، وہ اُصول میں معتزلہ کی طرف اور فروع کے چند مسئلوں میں مذہبِ ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی طرف راجع ہیں۔

۱۴۔ طائفہ امامیہ: یہ خلافتِ علی پر نصِ جلی کے ساتھ قائل ہیں۔ اور صحابہ کرام کی تکفیر کرتے ہیں امام جعفر صادق کی امامت تک ان کا اتفاق ہے۔ ان کے بعد امام منصوص علیہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ان کا مشہور اور مختارِ جمہور اس ترتیب پر ہے۔ امام جعفر، کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ الکاظم (امام) ہیں، ان کے بعد علی بن موسی الرضا، محمد بن علی التقی، علی بن محمد النقی، حسن بن علی العسکری، محمد بن علی المہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو امامِ منتظر ہیں (امام ہیں) اس طائفہ کے اولین ان ائمہ کرام کے ہم مذہب تھے، اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

متاخرین تمادیِ ایام کے سبب بعض معتزلہ کی طرف رجوع کر گئے اور بعض مشبہہ کی طرف۔

یہ اِن گمراہ اور گمرہ کن فرقوں کا آخر بیان ہے۔ اِن میں دوسرے چند گروہوں کا ذکر نہیں کہ وہ اصول وعقائد میں اِن طوائف کے موافق ہیں مگر چند مسائل میں تھوڑا اختلاف رکھتے ہیں۔

---------ooo---------

عقائدِ روافض کی حقیقت:

پوشیدہ نہیں کہ جس شخص کو بھی ادنیٰ سی تمیز و درایت حاصل ہے اور ان کے مطالب کی حقیقت سے آگاہ ہے، وہ دلائل کی طرف رجوع کیے بغیر ان کے مفاسد کا فیصلہ کر سکتا ہے، کیونکہ ان کے مقاصدِ موہومہ بالکل ظاہر ہیں اور ان کا بطلان بدیہی ہے۔ وہ کمالِ جہالت سے خود کو اہلِ بیت پیغمبر اور ائمہ اثنا عشر سے منسوب کرتے ہیں، اور ان کی متابعت و موالات کا دعویٰ کرتے ہیں، حاشا و کلّا ثم حاشا و کلّا کہ وہ ان کی محبتِ مفرطہ سے بیزار ہیں۔ اور ان کی متابعت کو قبول نہیں فرماتے۔ ان بدکیشوں کی محبت، محبتِ نصارٰی کے رنگ میں ہے۔ اِس کی تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جو امام احمد نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے، ان سے یہود نے بغض رکھا حتیٰ کہ ان کی پاک ماں پر بہتان لگایا، اور ان سے نصاریٰ نے محبت کی اور ان کو اس مقام پر کھڑا کیا جو ان کے لئے نہیں تھا۔ پھر فرمایا میرے بارے میں بھی دو افراد ہلاک ہوں گے۔ ایک افراط کرنے والا محب جو میرے بارے میں افراط کرتا ہے، اور دوسرا مجھ سے بغض رکھنے والا جو مجھ پر بہتان باندھتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے، اِذْ تبرّا الذین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اتبعوا من الذین اتبعوا یعنی جب متبوع اپنے تابعداروں سے بیزار ہوں گے، اور ان کی متابعت قبول نہ کریں گے، اُن کے حال میں نشان ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب، لیجئے اب ہم ان کے اعتراضاتِ واہیہ کا جواب شروع کرتے ہیں معتصما بحبل اللہ الملک الکبیر انہ علٰی ما یشاء قدیر و بالاجابۃ جدید۔

--------OOO--------

صحابہ کرام کا دفاع:

علماء ماوراالنہر شکر اللہ سعیہم نے فرمایا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلاثہ کی کمال تعظیم وتوقیر فرماتے تھے، ہر ایک کی تعریف میں احادیثِ کثیرہ وارد ہوئیں، چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال وافعال وَمَا ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کے مطابق موجب وحی ہیں اس لئے شیعہ جو اُن کی مذمت کرتے ہیں، وحی کی مخالفت کرتے ہیں اور وحی کی مخالفت کفر ہے۔

روافض کا جواب:

شیعہ نے ان کے جواب میں بطریق معارضہ کہا کہ اس دلیل سے تو خلفائے ثلاثہ کی قدح اور اُن کی خلافت کا بطلان لازم آتا ہے۔ کیونکہ شرح مواقف میں اکابر اہلسنت میں سے آمدی سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک کے قریب اہلِ اسلام کے درمیان مخالفت واقع ہوئی۔

مخالفتِ اوّل: یہ تھی کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وصال میں فرمایا کہ ایتونی بقرطاس اکتب لکم شیاً لا تضلوا بعدہ، میرے پاس کاغذ لاؤ کہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں جس سے بعد میں تم گمراہ نہ ہو گے، حضرت عمر اس امر سے راضی نہ ہوئے اور کہا ان الرجل غلبہ اللہ الوجع و عندنا کتاب اللہ حسبنا، بے شک حضور پر اللہ نے درد غالب کیا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو کافی ہے، پس صحابہ نے اختلاف کیا کہ آواز زیادہ ہو گئی اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس معنی سے آزردہ ہوئے اور فرمایا اُٹھ جاؤ! میرے پاس نزاع درست نہیں۔

مخالفت دوم: یہ تھی کہ اِس "قضیہ مزبورہ" کے بعد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت مقرر فرمائی کہ وہ اسامہ کے ہمراہ سفر کرے، بعض جماعت نے اختلاف کیا اور ان سے عرض کی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر مبالغہ فرمایا کہ جھزوا جیش اُسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہ' لشکرِ اُسامہ کی تیاری کرو، اِس سے مخالفت کرنے والے پر اللہ کی لعنت، اور اس پر بھی بعض پیچھے رہے اور متابعت نہ کی۔

پس ہم کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وصیت لکھنے کا حکم فرمایا مذکورہ آیتِ کریمہ کے تقاضا پر وحی ہے اور جو حضرتِ عمر نے منع کیا وہ وحی کا منع اور رد ہے، اور وحی کا رد کفر ہے۔ جیسا کہ تم پہلے ہی اعتراف کر چکے ہو۔ اس پر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون. جو اللہ کے اتارے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ٹھیک کافر ہیں۔ اور کافر خلافت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قابل نہیں۔ نیز لشکرِ اسامہ کا تخلف بھی دلیلِ مذکور کے مطابق کفر ہے۔ باتفاق اِس سے پیچھے رہنے والے خلفائے ثلاثہ بھی ہیں اور حضرات ماوراالنہر نے "صحیفہ شریفہ" میں اعتراف کیا کہ فعلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی ہے۔ اور واقعہ بھی ایسا ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ آپ کا مروان کو مدینہ طیبہ سے نکالنا ضرورت وحی سے ہے اور حضرت عثمان کا اُسے واپس لانا اور اس کو امور تفویض کرنا اور اس کی تعظیم کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دو وجہوں سے کفر ہے، وجہ اول وہی ہے جو علمائے ماوراء النہر نے فرمائی، وجہ دوم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے، لا تجد قوماً یومنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ و رسوله ولو کانوا اٰبائهم او ابناء هم او اخوانهم او عشیرتهم، اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھنے والوں کو تو ہرگز نہ پائے گا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت کریں اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرتِ مجدد کا محاکمہ

اقول و باللّٰہ العصمة والتوفیق، ہمیں تسلیم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال وافعال بموجبِ وحی ہیں اور اس آیت کریمہ (وما ینطق عن الهوىٰ) سے ان کا استشہاد ناتمام ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کے ساتھ مختص ہے، قاضی بیضاوی نے فرمایا اللہ سبحانہٗ کے فرمان کا معنی ہے وما ینطق عن الهوىٰ یعنی قرآن سے جو کلام صادر ہوتا ہے وہ اپنی خواہش سے نہیں۔ اسی طرح اگر آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع افعال واقوال بہ موجبِ وحی ہوتے تو ان کے بعض افعال واقوال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''اعتراض'' وارد نہ ہوتا اور ''عتاب'' نہ آتا۔ جیسا کہ قولِ تعالیٰ ہے، یاایها النبی لم تحرم ما احلّ اللّٰہ لک تبتغی مرضات ازواجک اے نبی! آپ اس کو حرام کیوں کرتے ہیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا، اپنی ازواج کی مرضی چاہتے ہوئے۔ اور قولِ تعالیٰ ہے عفا اللّٰہ عنک لم اذنت لهم، اللہ نے آپ کو معاف فرمایا آپ نے ان کو کیوں حکم دیا۔ اور قولِ تعالیٰ ہے ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا، کسی نبی کو نہ چاہیے کہ اُس کے قیدی ہوں یہاں تک کہ زمین پر خون بہائے، تم دُنیا کا سامان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چاہتے ہو۔اورقولِ تعالٰی ہے وَلا تصل علٰی احدٍ منھم مات ابدا اورآپ ان میں سے کسی کے مرنے پر نمازِ (جنازہ) نہ پڑھیں۔

ایک روایت میں وارد ہے کہ یہ نہی اس وقت وارد ہوئی جب آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم اُبی منافق کی نمازِ جنازہ ادا کر چکے تھے۔اور ایک روایت میں ادا سے پہلے اور عزمِ ادا سے بعد ہوئی۔ ہر تقدیر پر نہی،فعلِ محقق سے ہے۔ جوارح کا فعل اور دل کا فعل برابر ہے اور اس کیا امثال قرآن میں بہت ہیں۔پس ہوسکتا ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقوال و افعال، رائے و اجتہاد کے باعث ہوں، قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں فرمایاقولہ عزوجل ما کان لنبیٍ اس پر دلیل ہے کہ انبیاء کرام اجتہاد بھی کرتے ہیں،اور وہ کبھی (تعلیم امت کے بطور) خطا بھی ہوسکتا ہے لیکن اس پر اُن کا قرار نہیں ہوتا۔صحابہ کرام کی ''امورعقلیہ'' اور ''احکامِ اجتہادیہ'' میں ''مجال اختلاف'' اور ''مساغ خلاف[۲]'' رکھتے تھے اور بعض اوقات وحی صحابہ کرام کی رائے کے موافق نازل ہوئی۔چنانچہ اسیرانِ بدر کے بارے میں امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق وحی آئی۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمورِ عقلیہ میں کم توجہ فرماتے۔قاضی بیضاوی نے فرمایا روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یومِ بدر سے ستر قیدی پیش کئے گئے۔ان میں عباس اور عُقیل بن ابوطالب بھی تھے۔آپ نے ان کے متعلق مشورہ طلب فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ آپ کی قوم اوراہل ہیں،اِن کو بچائیں شاید اللہ ان کو معاف فرمادے اوران سے فدیہ لےلیں تاکہ آپ کے صحابہ کو قوت ملے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کی ان کی گردنیں ماریں کہ وہ کفر کے امام ہیں،اللہ تعالٰی نے آپ کو ان کے فدیہ سے بے نیاز کیا ہے۔ مجھے فلاں دے دیں کہ میں اسے قتل کردوں،حضرت علی اور حمزہ کو ان کے بھائی دے دیں، کہ ان کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قتل کر دیں۔اس مشورے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا۔اور فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو نرم فرماتا ہے کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو سخت کرتا ہے کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔اے ابو بکر تیری مثال ابراہیم کی طرح ہے انہوں نے کہا جو میری اتباع کرتا ہے، وہ میرا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے، (اے اللہ) تو غفور رحیم ہے۔اور اے عمر تیری مثال نوح کی طرح ہے۔انہوں نے کہا اے رب کسی کافر کو زمین پر سلامت نہ چھوڑ۔پس آپ نے صحابہ کرام کو اختیار عطا فرمایا تو انہوں نے فدیہ لے لیا۔اس پر آیت (ما كان لنبي) نازل ہوئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو (دیکھا) کہ حضور اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گریہ زن ہیں۔انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے بھی خبر دیجئے، اگر رونا آئے تو رولوں، نہیں تو ویسی صورت بنالوں، آپ نے فرمایا میں اپنے صحابہ کے فدیہ لینے پر گریہ زن ہوں کہ ان کا عذاب میرے سامنے پیش ہوا جتنا کہ یہ قریبی درخت ہے۔اور قاضی بیضاوی نے فرمایا مزید روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو نزل العذاب لما نجا منه و غيره عمر و سعد بن معاذ اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر اور سعد بن معاذ کے سوا کوئی نہ نجات حاصل کرتا۔اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اثخان کی طرف اشارہ فرمایا۔پس ہم کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے، کاغذ منگوانے، لشکرِ اسامہ کی تجہیز، اور اسی طرح اخراج مروان کا حکم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقِ وحی سے نہ فرمایا ہو بلکہ اجتہاد ورائے کے طریقے سے فرمایا ہو۔اور ہمیں تسلیم نہیں کہ اس کا خلاف کفر ہے۔کیونکہ اس قسم کا خلاف صحابہ کرام سے وارد ہوا جیسا کہ اوپر گزرا۔وہ نزولِ وحی کا زمانہ تھا اس کے باوجود اس خلاف پر کوئی انکار و عتاب نہ نازل ہوا۔جبکہ حال یہ تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی معمولی سی چیز بھی صحابہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرام سے صادر ہو جاتی تو حق سبحانہٗ فی الحال اس فعل سے روک دیتا۔ اور اس کی مباشرت پر وعید فرمادیتا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی اکرم کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے لئے اونچا نہ بولو جس طرح ایک دوسرے سے بولتے ہو، کہ تمہارے اعمال ضبط ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔ شارح المواقف نے آمدی سے نقل فرمایا کہ مسلمان وصالِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ایک ہی عقیدہ پر تھے۔ مگر جو دِل میں نفاق رکھتا اور وفاق ظاہر کرتا (اس کا اور طریقہ تھا) پھر اُن میں اُمورِ اجتہادیہ میں خلاف پیدا ہوا جن سے نہ ایمان واجب ہوا اور نہ کفر، اس سے ان کی غرض صرف ''مراسم دین'' کی اقامت اور ''مناہجِ شرع'' کی دامت تھی۔ ان میں سے ایک خلاف یہ تھا جو مرضِ وصال میں قولِ نبی ایتونی بقرطاس، (میرے پاس کاغذ لاؤ) پر ہوا۔ اور اس کے بعد اس اختلاف کی طرح جو لشکرِ اسامہ کے تخلّف سے متعلق تھا۔ ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان جھزوا جیش اُسامة لَعَنَ اللّٰہ من تخلّف عنہٗ کو سامنے رکھ کر اتباع کو واجب سمجھا (یاد رہے کہ لعن اللّٰہ من تخلف عنہٗ کے الفاظ اہلِ سنّت کے ہاں نہیں ملتے) اور ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''صحت طبع'' کے انتظار میں تخلف فرمایا۔

اگر کوئی کہے اور مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کرے کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی وحی تھا۔ پس صادق آیا کہ ان کے جمیع افعال و اقوال بموجبِ وحی تھے، اس طرح احکامِ اجتہادیہ بھی بموجب وحی تھے، ہم کہتے ہیں کہ یہاں فرق ہے۔ ہر ایک فعل اور ہر ایک قول وحی سے صادر ہوا تو اِس جگہ وحی سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوا۔ (کہ امت میں وحی تو جاری نہ رہے گی، اجتہاد جاری رہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ٹھہرے۔) اور احکام اجتہادیہ ان کی تفاصیل کے ساتھ تفصیلی دلائل اور فکری مقدمات سے مستنبط ہوئے۔ اگر تم دیکھتے ہو کہ مجتہدین کے اقوال وحی سے نہیں اور ان کا اجتہاد وحی سے ثابت ہے تو وہ قول تعالیٰ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار، ہم مزید کہتے ہیں کہ اس مقدمہ ممنوعہ کو تسلیم کرنا (یہاں) بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ہمارے لئے بنیادی مقدمہ قائلہ یہ ہے کہ (اجتہادی امور میں) اُن کا خلاف کفر ہے (یا نہیں) اس کی سند گزر چکی ہے پس غور کرنا چاہیے۔

علمائے ماوراء النہر کی عبارات میں یہ واقع ہونا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال و افعال بموجب وحی ہیں تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہاں اُن کی مراد ''امور اجتہادیہ'' کے سوا ہوگی جو آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے۔ یہ برابر ہے کہ وحی جلی سے ہوں کہ وحی خفی سے ہوں، اور ان کے مدعا کی اس قدر تعمیم ہی کافی ہے۔ جو احادیث، خلفائے ثلاثہ کی تعریفوں میں وارد ہوئیں وہ غیبی اخبار کے قبیلے سے ہیں۔ اور وہ طریقِ وحی سے ہیں جس میں رائے اور اجتہاد کو کوئی دخل نہیں، اللہ عزوجل نے فرمایا وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو، غیب کی کنجیاں تو اللہ کے پاس ہیں جن کو وہی جانتا ہے، اور فرمایا عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول وہ عالمِ غیب کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول کو چاہے۔

اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ آیت کریمہ وما ینطق عن الهوی، کی مراد قرآن اور وحی خفی کو عام ہے۔ یہ پوشیدہ نہیں۔ اور شک نہیں کہ ان اقوال و افعال کے انکار اور مخالفت سے وحی کا انکار اور مخالفت لازم آتی ہے۔ اور مخالفتِ وحی کفر ہے۔ ان کی تعریفوں میں جو احادیث مبارکہ وارد ہیں وہ اللہ سبحانہٗ کے اعلام سے بکثیر ہیں اور ''کثرتِ طرق'' اور ''تعددِ روایت'' سے حدِ شہرت کو، بلکہ معناً حدِ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ لہٰذا ہم ان میں سے چند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذکر کرتے ہیں۔

شانِ خُلفائے ثلاثہ:

☆ امام ترمذی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تُم غار میں میرے صاحب ہو اور حوض پر میرے صاحب ہو۔

☆ انہی سے ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے اور میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس میں سے میری اُمت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ، (میری آرزو ہے) کہ میں آپ کے ساتھ اس میں داخل ہوتا اور اسے دیکھتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تم پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

☆ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا۔ یہاں تک فرمایا کہ میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک کنیز تھی، میں نے کہا کس کے لئے، کہا گیا کہ عمر بن خطاب کے لئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس میں داخل ہو جاؤں اور اُسے دیکھوں مگر میں نے (اے عمر) تمہاری غیرت یاد کی۔ حضرت عمر نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا میں آپ پر غیرت کروں گا۔

☆ ابنِ ماجہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو جنت میں میری اُمت کے اعلیٰ درجہ پر ہوگا، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم عمر بن خطاب کے سوا کسی کو "وہ شخص" تصور نہ کرتے جہاں کہ وہ وصال فرما گئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ بخاری نے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ابوبکر و عمر کو آگے نہیں بڑھایا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں آگے بڑھایا ہے۔

☆ ابویعلیٰ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور میں نے کہا اے جبریل مجھے عمر بن خطاب کے فضائل بیان کریں، اُنہوں نے کہا اگر میں بیان کروں جتنی دیر نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے تو بھی ان کے فضائل ختم نہ ہوں۔ اور بیشک عمر، ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔

☆ ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے اور ابنِ ماجہ نے حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر اور عمر، نبیوں اور رسولوں کے علاوہ جنت میں اولین و آخرین کے تمام ادھیڑ عمروں کے سردار ہیں۔

☆ بخاری و مسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باغاتِ مدینہ میں سے ایک باغ میں تھا۔ پس ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے کھول دو اور اسے جنت کی بشارت سناؤ۔ میں نے کھولا تو وہ ابوبکر تھے، پس میں نے انہیں بشارت سنائی۔ جو حضور نے فرمائی تھی، انہوں نے اللہ کی تعریف کی۔ پھر ایک شخص آیا۔ اور دروازہ کھلوایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے کھول دو اور اسے جنت کی بشارت سناؤ۔ میں نے اس کے لئے کھولا تو وہ عمر تھے، پس میں نے انہیں خبر سنائی جو حضور نے فرمائی تھی، انہوں نے اللہ کی تعریف کی۔ پھر ایک شخص نے دروازہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کھلوایا۔ حضور نے فرمایا اس کے لئے کھول دو اور اُسے جنت کی بشارت سناؤ اس مصیبت کے ساتھ جو اُسے پہنچے گی۔ وہ عثمان تھے، میں نے انہیں خبر سنائی جو حضور نے فرمائی تھی۔ انہوں نے اللہ کی تعریف کی اور پھر کہا، اللہ مدد کرنے والا ہے۔

یہ ہے اور مزید یہ کہ اگر تسلیم کیا جائے ''اخراجِ مروان'' بطریقِ وحی تھا تو ہمیں تسلیم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرادفیِ دائمی ہوئی ہوگی۔ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ (اسکا) اخراج اور جلاوطنی موقت وموجَل تھی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدِ زنا کے متعلق فرمایا البکر بالبکر جلد مائۃٍ و تغریب عامٍ (یعنی ایک سال جلاوطنی ہے ہوسکتا مروان کی جلاوطنی بھی اسی طرح معین وقت تک ہو) چونکہ حضرت امیر المومنین عثمان علیہ الرضوان اس کے اخراج کی مدت کو جانتے تھے، اس عقوبت اور جلاوطنی کی مدت ختم ہونے پر اسے مدینہ طیبہ لے آئے (یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے اس کی اجازت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لی تھی) اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اور آیت لاتجد قوماً مودت کفار سے منع کرتی ہے اور کفرِ مروان ثابت نہیں کہ اس کی مودت ممنوع ہو، پس غور کرو اور انصاف کرو ہٹ دھرمی سے باز آؤ کہ پاگل اونٹنی کی طرح پاگل بن جاؤ۔

شیعہ حضرات نے دوبارہ منع ومناقضہ کی صورت میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدحِ خلفاء ثلاثہ کا وارد ہونا فریقین کا متفق علیہ نہیں۔ کیونکہ کتب شیعہ میں اس کا اثر ناپید ہے۔ اور جو بات ان کی مذمت پر دلالت کرتی ہے، مذکورہ دو روایتوں کی طرح، فریقین کی کتابوں میں مسطور ہے۔ نیز بعض اہلِ سنت برائے مصلحت وضع حدیث کی تجویز کرتے ہیں، پس غیر متفق علیہ حدیث پر اعتماد نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہم دفعِ اشکال میں ''مقدمہ ممنوعہ'' کے اثبات کے طریق پر کہتے ہیں، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم، چونکہ شیعہ کمالِ تعصب وعناد سے سلف پر طعن کرنا اور خلفاء ثلاثہ کو گالیاں دینا بلکہ ان کی تکفیر کرنا اپنا اسلام اور عبادت خیال کرتے ہیں، ان کی مدائح و مناقب میں وارد احادیثِ صحاح پر بے سند ودلیل جرح کرتے ہیں اور ان میں تحریفات وتصرفات سے کام لیتے ہیں، حتی کہ کلام اللہ کہ جس پر اسلام کا مدار ہے اور صدر اول سے بتواتر منقول ہے اور جس میں کوئی شبہ نہیں پایا جاتا اور وہ کوئی زیادت ونقصان قبول نہیں کرتا، اس میں بھی ''آیاتِ محرفہ'' اور ''کلمات مزخرفہ'' داخل کر دیتے ہیں، اور قرآنی آیات میں تصحیفات تراشتے ہیں، چنانچہ آیتِ کریمہ ان علینا جمعہ و قرآنہ، فاذا قرأناہُ فاتبعْ قرأنَہ کو اس طرح تصحیف وتحریف کا نشانہ بناتے ہیں ان علیّاً جمعہ وقرأنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرا ئتہ اور کمالِ ضلالت سے کہتے ہیں کہ بعض آیاتِ قرآنی کو حضرت عثمان نے پوشیدہ رکھا ہے کہ وہ اہلِ بیت طہاری مدائح میں (وارد) تھیں اور ان کو قرآن میں داخل نہ کیا۔

پہلے گزر چکا ہے کہ ان کا ایک گروہ اپنے ''نفع وصلاح'' کے لئے جھوٹی گواہی کو تجویز کرتا ہے۔ لہٰذا ان مفاسد کے سبب شیعہ موردِ طعن ہو گئے۔ اور ان کا ''اعتماد و عدالت'' سرے سے برطرف ہوگئی۔ اور ان کی ''کتبِ مدونہ'' ''درجہء اعتبار'' سے ساقط ٹھہریں، اور تورات وانجیل کی صورت ''محرفہ'' ثابت ہوئیں، (جبکہ) کتبِ اہل سنت مثلِ صحیح بخاری جو کتاب اللہ کے بعد ''اصح الکتب'' ہے اور صحیح مسلم وغیرہما میں خلفاء ثلاثہ کی مدائح وتعظیم کے علاوہ کچھ (منقول) نہیں، جن (مباحث) کو شیعہ اپنے ''فسادِ طبعیت'' اور ''انحراف مزاج'' سے مذمت خیال کرتے ہیں (یہ انکا) تصورِ باطل اور خیالِ فاسد ہے۔ (یہ عادت) ''وجدانِ صفراوی کے قبیل سے ہے کہ (آدمی) شکر کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی تلخ کہتا ہے۔ اس کی تحقیق جو شیعہ کہتے ہیں کہ بعض اہل سنت، برائے مصلحت، وضعِ حدیث کی تجویز کرتے ہیں، پس غیر متفق علیہ حدیث پر اعتماد نہیں، تو یہ تو اس صورت میں ہے کہ اہل سنت نے اُن کے بعض کلام کو رد نہیں کیا اور اس کا انکار نہیں کیا، اور ان کا جھوٹ ظاہر نہیں کیا، واقعہ تو ایسا نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں اس کے کذب وافترا کی تصریح کی ہے، اور اسے اعتبار و اعتماد کے درجہ سے ساقط ٹھہرایا ہے۔ پس ان کی طرف کوئی اعتراض نہیں آتا، اور وہ حق جس کی برہان واضح و بین ہے اس کو اس باطل سے نہ ملاؤ جس کا بطلان ظاہر و مبین ہو چکا ہے۔

ایک اشکال کا جواب:

پھر شیعہ نے جواب میں بطریق منع کہا کہ ہم نہیں مانتے کہ خبر واحد کی مخالفت کفر ہے۔ کہ اخبار آحاد کی مخالفت تو مجتہدین سے بھی واقع ہوئی۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جو احادیث خلفا ثلاثہ کی توصیف و تعظیم میں وارد ہوئیں اگرچہ از روئے الفاظ ''آحاد'' ہیں مگر ''کثرتِ رواۃ'' اور ''تعدد طرق'' سے معنا حد تواتر تک پہنچتی ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہوا۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کے مدلول کا انکار کفر ہے۔ اور مجتہدین سے ایسی اخبار آحاد کی مخالفت (ہرگز) واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ امام ابوحنیفہ جو اہل سنت کے رئیس ہیں تو مطلق خبر واحد بلکہ اقوال صحابہ کو قیاس پر مقدم جانتے اور ان کی مخالفت تجویز نہ فرماتے۔

ایضاً شیعہ نے خلفاء ثلاثہ کی مدح وارد کو تسلیم کر کے جواب میں کہا اور مقدمہ صحیحہ کو منع کیا کہ خلفائے ثلاثہ کی نسبت حضرت پیغمبر ﷺ کی تعظیم و توقیر، ان کی مخالفت کے صدور سے قبل تھی۔ وہ ان کے حسنِ خاتمہ اور سلامتِ آخرت پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ صدورِ عصیاں سے پہلے سزا دینا درست نہیں اگرچہ اس کا صدور معلوم ہو جیسا کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرتِ امیر رضی اللہ عنہٗ ابنِ ملجم کے عمل سے خبردار تھے مگر اُسے سزا نہ دی۔

پوشیدہ نہ رہے کہ ان کی مدائح میں وارد احادیث (ان کے) حسنِ خاتمہ اور سلامتی عاقبت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور امنِ خاتمہ کی خبر دیتی ہیں۔ چنانچہ احادیثِ مذکورہ سے بھی یہ دلالت سمجھ آ سکتی ہے۔ اِس کی امثال ''صحاح وحسان'' کی حدیثوں میں بہت زیادہ ہیں۔ اور یہ کہنا کہ صدورِ عصیاں سے پہلے عقوبت درست نہیں اگرچہ اس کا صدور معلوم ہو، اسی طرح کسی معلوم الذم (جس کا ذم معلوم ہو) اور مستوجبِ عقوبت کی تعریف بھی جائز نہیں پس ان کی تعریف کا ورود حالاً و مالاً اُن کے حُسن (خاتمہ) پر دلیل ہے، لہٰذا حضرتِ امیر رضی اللہ عنہٗ نے جو ہر چند ابنِ ملجم کو سزا نہ دی، تو اس کی مدح و توصیف بھی تو کسی طرح نہیں کی۔ اِن مباحث کی تحقیق آیت کریمہ لقد رضی اللہ عن المومنین کے تحت مذکور ہوگی۔

---------OOO---------

سَبِّ صحابہ کرام کفر ہے:

علمائے ماوراء النہر رحمہم اللہ سبحانہٗ نے فرمایا کہ خلفاء ثلاثہ آیت کریمہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ (بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب انہوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی) کے مطابق اللہ مالک ومنان کی رضا سے مشرف ہوئے ہیں پس ان کو گالی دینا کفر ہے۔

روافض کا جواب:

شیعہ حضرات نے بطریقِ مناقضہ جواب دیا اور اُن سے ''امرِ رضوان'' کے اِستلزام کو منع کیا کہ عندالتحقیق آیت کا مدلول اس فعلِ خاص (بیعت) کے ساتھ حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں کہ بعض ''افعالِ حسنہ مرضیہ'' بھی ان سے واقع ہوئے۔ کلام اس میں ہے کہ بعض افعالِ قبیحہ اُن سے وجود میں آئے جو اس عہد و بیعت کے مخالف ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے امرِ خلافت میں نصِ پیغمبر کی مخالفت کی، اور خلافت غصب کی، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آزردہ کیا، چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور مشکوۃ میں اُن کے مناقب میں منقول ہے مَنْ اذاها فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللّٰه، جس نے اُن کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ کو ناراض کیا۔ کلامِ صادق میں بھی یہ مضمون ناطق ہے، ان الذین یؤذون اللّٰه و رسولهٗ لعنهم اللّٰه فی الدنیا والآخرة جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو ستایا ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت۔ حاصل ہوا کہ ان افعال ذمیمہ، (مثلاً) حضرتِ پیغمبر کی وصیت کی تردید اور لشکرِ اسامیہ سے تخلّف کی وجہ سے یہ لوگ موردِ طعن و مذمت ہوئے لہٰذا ''سلامتِ عاقبت'' عملوں کے حسنِ خاتمہ سے اور حضرت رسولِ متعال صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و بیعت، وفا کرنے سے (مشروط) ہے۔

حضرت مجدد کا محاکمہ:

مقدمہ ممنوعہ کے اثبات اور استلزام کے بیان میں ہم کہتے ہیں کہ آیتِ کریمہ کا مدلول، بہ تحقیق دقیق اُن مومنوں کے ساتھ رضائے حق ہے جنھوں نے اس وقت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ یہ تو بالکل ثابت ہے۔ تدقیق کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ان کی بیعت اللہ سبحانہٗ کی خوشنودی کی علّت ہے جو ان پر ہوئی۔ ہاں بیعت کا پسندیدہ ہونا اس سے ہی ذہن نشین ہوتا ہے وہ رضا کی علّت ہے۔ وہ لوگ اس کے سبب پسندیدہ ہو چکے ہیں تو بیعت بطریقِ اولیٰ پسندیدہ ہوگی، لیکن بیعت کا اصالۃً بغیر اس کے پسندیدہ موصوفین کے پسندیدہ ہونا جس طرح کہ شیعہ حضرات کا زعم ہے۔ اصلا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خلافِ فہم ہے جیسا کہ جس کو اسلاییبِ کلام کی ادنیٰ سی درایت بھی ہے، اُس پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ جب حق کا اُن پر التباس ہو گیا تو انہوں نے اپنا خطا کا نام تدقیق رکھ لیا۔

پس ہم کہتے ہیں، جس جماعت کے ساتھ حق سبحانہٗ وتعالیٰ راضی ہو چکا ہو اور وہ ان کے سرائر و بواطن کو جانتا ہو اور ان پر سکینہ وطمانیت نازل فرما چکا ہو جس پر اس کے قول نے دلالت کی فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم اس نے ان کے دلوں کو جانا اور ان پر سکینہ نازل فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں جنت کے ساتھ مبشر بنایا ہو تو وہ ضرور سوءِ خاتمہ کے خوف اور عہد و بیعت کے نقص سے معون و مامون ہوگی۔

جو ہم نے نقل کیا اس پر اگر آیت سے مراد رضائے حق تعالیٰ ہو اور وہ فعلِ خاص بیعت ہے جیسا کہ وہ گمان بھی کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہر گاہ کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان کی بیعت سے راضی تھا اور اس فعل کو مستحسن بنایا تو جو جماعت اس سے موصوف ہے وہ پسندیدہ اور ''محمود العاقبت'' ہوگی کہ اللہ تعالیٰ افعالِ کفار سے۔ اور اسی طرح مذموم العاقبت جماعت کے اعمال سے راضی نہیں ہوتا۔ اور ان کے افعال کو مستحسن نہیں بناتا اگرچہ وہ فی نفسہا حسنہ و صالحہ ہی ہوں، وہ کافروں کے اعمالِ صالحہ کے باب میں فرماتا ہے۔ والذین کفروا اعمالھم کسرابٍ بقیعۃٍ یحسبہ الظمان ماء حتّٰی اذا جاء ہٗ لم یجدہُ شیاً کافروں کے اعمال سراب کی طرح ہیں جیسے صحرا میں پیاسا پانی تصور کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے قریب آتا ہے تو کچھ نہیں پاتا۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ ومن یرتدد منکم عن دینہٖ فیمت وھو کافر فاولٓئک حبطت اعمالھم فی الدنیا و الآخرۃ اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے، پس مر جائے اور کافر ہو، وہی ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں تباہ ہو گئے۔ پس وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فعل جو آخرت میں کار آمد نہ ہو اور ناچیز ہو، اس فعل کے ساتھ رضائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ہرگز کوئی معنی نہیں۔ اس لئے کہ رضا، مرتبہ قبول کی نہایت ہے اور خدا تعالیٰ کے رد و قبول کا اعتبار انجامِ کار کے ساتھ ہے، العبرة للخواتیم۔ عبرت تو خاتموں سے ہے۔

اور یہ کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہٗ کی خلافت کے لئے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نص کا ورود ثابت نہیں، بلکہ اس کے "امتناعِ ورود" پر دلیل قائم ہو چکی ہے۔ کیونکہ اگر دلیلِ ورود ہوتی تو بہ تواتر منقول ہوتی۔ اس لئے کہ اس کے نقل پر بہت سے دواعی ہوتے کقتل الخطیب علی المنبر منبر پر خطیب کے قتل کی طرح (کہ وہ مشہور ہوتا ہے) نیز حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اس دلیل کے ساتھ احتجاج کرتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو خلافت سے روکتے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے انصار کو اس خبر کے ساتھ امامت سے روکا کہ الائمة من قریش، امام قریش سے ہیں۔ اور انصار نے اس کو قبول کیا اور امامت کو چھوڑ دیا تھا۔ شارحِ تجرید نے فرمایا

"جو (دین سے) ادنیٰ سا تعلق بھی رکھتا ہے وہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جنھوں نے نصرت رسول، شریعت کی اقامت، حکم رسول کے انقیاد اور ان کی طریقت کی اتباع میں اپنی جانیں نثار کیں، اپنے ذخیرے قربان کئے اور اپنے رشتہ داروں قریبیوں کو قتل کیا، وہ ان کی تدفین سے پہلے ہی (ان کے) مخالف ہو گئے۔ پھر ان قطعی وظاہری اور (شیعہ کی) مراد پر دلالت کرنے والی نصوص کے وجود کے ہوتے ہوئے (یہ کیسے ممکن ہے)۔ اس مقام پر بہت سی روایات و اشارات ہیں جن کو ان نصوص کی امثال کے نہ ہونے پر جمع کرنا قطعی فائدہ مند ہے۔ اور ان کی محدثین کرام نے حضرت امیر رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ اپنی شدت محبت کے باوجود تثبیت وتوثیق نہیں فرمائی جبکہ انہوں نے ان کے امر دین و دنیا کے مناقب وکمالات میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔ (وہ نصوص ان کے) خطبوں، رسائلوں، مخاصموں اور مفاخروں اور تاخّرِ بیعت کے وقت بھی بیان نہیں ہوئی۔ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کو چھ اشخاص کے درمیان مقرر فرمایا اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہٗ کو شوریٰ میں داخل کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ نے حضرت علیؓ سے کہا اپنا ہاتھ دو، میں تمہاری بیعت کروں یہاں تک کہ لوگ پکار اُٹھیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں جنھوں نے ان کے عم زاد کی بیعت کر لی۔ پس تم سے دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں گے۔ تو انہوں نے کہا ہم ابوبکر سے تنازعہ نہیں کرتے۔ اس امر میں رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہوتا۔ اب امام کوئی ہو، ہم اس سے تنازعہ نہیں کریں گے۔ خود حضرتِ علی رضی اللہ عنہٗ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے پر لوگوں سے مجادلہ کیا۔ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نص پیش نہ فرمائی۔

آزارِ فاطمہ کی توجیہ:

آزارِ فاطمہ علیہا الرضوان کی ممانعت جو حدیث میں وارد ہوئی ظاہر ہے کہ وہ بہ ہر وجہ مطلق، مراد نہیں ہوسکتی، کیونکہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بعض اوقات، حضرت امیر سے بھی آزردہ ہوئیں جیسا کہ اخبار وآثار میں آیا ہے۔ نیز حضرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرہ کو فرمایا لا تو ذینی فی عائشہ فان الوحی لا یاتینی فی ثوب امرأۃ الاعائشۃ، تم مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ دو مجھے عائشہ کے سوا کسی زوجہ کے پردے میں وحی نہیں آتی۔ یہاں حضور نے آزارِ عائشہ کو اپنا آزار قرار دیا اور اس میں شک نہیں کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرتِ امیر سے آزردہ ہوئیں، پس ہم کہتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ جس ایذاء کی ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے وہ ایذائے مخصوص ہو جو ہوائے نفسانی اور ارادہ شیطانی سے پہنچائی جائے۔ جو حدیث ونص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہونے کے مطابق ہونے والے اظہارِ کلمہ حق کے ثمر سے آزار حاصل ہو وہ ممنوع اور منہی عنہ نہیں، یہ معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے آزار کا باعث ورثہ فدک کی روکاوٹ تھی۔ اور حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ نے اس رکاوٹ میں اِس حدیث نبوی سے تمسک کیا تھا کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہُ صدقہ ہم معاشر انبیاء وارث نہیں بناتے، جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ (اس مضمون کی روایت شیعہ حضرات کی کتاب اصولِ کافی میں بھی موجود ہے) وہ ہوائے نفسانی کے تابع نہ تھی لہٰذا وعید میں داخل نہیں۔

اگر کوئی کہے کہ جب حضرتِ صدیق علیہ الرضوان حدیث سے متمسک ہوئے اور وہ حکم بیان کیا جو آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا تو پھر حضرت زہرا علیہا الرضوان کیوں ناراض اور آزردہ ہوئیں کہ وہ آزار فی الحقیقت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کا آزار تھا اور وہی منہی عنہ ہے۔

جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ غضب و آزار اختیاری و قصدی نہ تھا بلکہ طبع بشری اور جبلّتِ عنصری کے سبب تھا۔ اور یہ قدرت و اختیار کے تحت داخل نہیں اور اس کے ساتھ نہی و منع کا کوئی تعلق نہیں پس غور کرنا چاہیے۔ (یہ یاد رہے کہ یہاں حضرت زہرا کا آزردہ ہونا راویِ حدیث کا خیال ہے جو محلِ نظر ہے۔ حضرتِ زہرا نے حدیث مبارک سُنی اور تقاضائے فدک چھوڑ دیا۔ خاندانِ اہل بیعت اور خاندانِ صدیق اکبر کے درمیان خوشگوار تعلقات بدستور قائم تھے، یہاں تک کہ حضرتِ زہرا کو آخری غسل حضرتِ صدیق کی زوجہ حضرت اسماء نے دیا، حضرتِ صدیق نے اُن کی نمازِ جنازہ کی امامت کرائی جیسا کہ فریقین کی کتابوں سے ثابت ہے مترجم۔)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صدیق اکبر کی صحابیت

عُلماء ماوراء النہر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو حضرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب کہا اور صاحبِ پیغمبر قابلِ ذم ولعن نہیں ہوتا۔

روافض کا جواب:

شیعہ حضرات نے ''بطریق منع'' کہا کہ آیت قال لصاحبه وهو يحاوره' اكفرت (اس نے اپنے صاحب سے کہا (جہاں تک کہ) وہ اس سے لڑتا تھا (کہ) تو نے کفر کیا۔) (اس پر) دال ہے کہ مسلم و کافر کے درمیان مصاحبت واقع (ہو سکتی) ہے۔ اور آیت يا صاحبي السجن ارباب متفرقون خير' ام الله الواحد القهار (اے میرے اسیر ساتھیو! کیا متفرق رب بہتر ہیں یا اللہ واحد قہار) اس مقصود کی موید ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر ہیں اور انہوں نے دو بت پرستوں کو صاحب کہا، ظاہر ہوا کہ مجرد صاحبِ پیغمبر ہونا کوئی دلیلِ خوبی نہیں ـ

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ داشت
دیدنِ روئے نبی سُود نہ داشت

حضرتِ مجدد کا محاکمہ:

ہم مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ البتہ مصاحبت، بہ شرطِ مناسبت موثر ہے اور اس کی تاثیر کا انکار بداہت سے مصادِم اور عرف و عادت سے معارض ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ـ

ہر کہ از آثارِ صحبت منکر است

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جہلِ او بر ما مقرر می شود

اور جب مسلم و کافر کے درمیان مناسبت متحقق نہ تھی تو ایک دوسرے کی تاثیرِ صحبت کو قبول کرنے سے محروم رہ گئے۔ اس کے ساتھ منقول ہے کہ وہ دو بت پرست حضرت یُوسف علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے مسلمان ہوئے اور مشرکوں کی عادت سے بیزار ہو گئے۔ پس حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی سعادت سے مناسبتِ تمام رکھنے کے باوجود کیوں (سعادت مند) نہ ہوئے۔ اور اُن کے کمالات و معارف سے کیوں محروم رہے۔ حال تو یہ ہے کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماصبّ اللّٰہ شیاً فی صدری اِلاّ و قد صَببتُہٗ فی صدر ابی بکر، اللہ نے جو چیز میرے سینے میں رکھی میں نے اس کو ابوبکر کے سینے میں رکھ دیا۔ اور ہر چند مناسبت بیشتر ہو، فوائدِ صحبت افزوں تر (ہوتے ہیں) لہٰذا حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ جمیع اصحاب سے افضل ہوئے اور اُن میں سے کوئی بھی اُن کے مرتبہ کو نہ پہنچا اس لئے کہ ان کی سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ مناسبت سب سے زیادہ تھی۔ حضور نے فرمایا مافضل ابی بکر بکثرۃِ الصلاۃ و لا بکثرۃ الصیام ولکن بشیٍ وُقرِ فی قلبہٖ یعنی ابوبکر نماز و روزہ کی کثرت کی وجہ سے افضل نہیں بلکہ ایک اور چیز کی وجہ سے (افضل) ہیں جو ان کے دِل میں ڈالی گئی ہے۔ (یہ حدیث شیعہ کتاب مجالس المومنین میں بھی ہے) علماء کرام فرماتے ہیں کہ وہ چیز محبت پیغمبر ہے اور اس میں فنا ہے۔ پس انصاف کرنا چاہیے کہ ایسا مصاحبِ پیغمبر کیوں قابلِ ذم و لعن ہوگا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً، ان کے مونہوں سے بہت بڑی بات خارج ہوتی ہے، وہ جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں کہتے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرتِ امیر کی بیعت

علماء ماوراءالنہر نے فرمایا کہ حضرت امیر علی رضی اللہ عنہٗ نے کمالِ شجاعت کے باوجود خلفاء ثلاثہ کی بیعت کرتے وقت لوگوں کو منع نہ فرمایا اور خود بھی (اُن کی) متابعت و مبایعت فرمائی یہ دلیل حقیقتِ بیعت ہے وگرنہ حضرتِ امیر پر اعتراض لازم ہوگا۔

روافض کا جواب:

شیعہ حضرات نے جواب میں بطریقِ نقض کہا اور الزامِ مشترک سے اس کا رد کیا۔ اور اس کی توجیہ بھی بطریقِ منع ممکن ہوسکتی ہے جیسا کہ مناظرہ میں تھوڑی سی درایت رکھنے والے پر بھی پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ قبل اس کے کہ حضرتِ امیر تجہیز و تکفین سے فارغ ہوتے خلفاء ثلاثہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اکثر اصحاب کو جمع کیا کہ حضرتِ ابوبکر کی بیعت کی جائے۔ حضرتِ امیر (اپنے) متبعین کی قلت پر اطلاع پانے اور اہلِ حق کے "بیمِ ہلاک" کے (سبب) یا بباعثِ دیگر، لڑائی پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہ (وجہ) حقیقتِ بیعت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ حضرتِ امیر باکمالِ شجاعت حضرتِ پیغمبر کی ملازمت میں رہتے تھے۔ اور حضرتِ پیغمبر بھی اُن سے شجاعت و قوت میں کمتر نہیں تھے۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ امیر اور تمام صحابہ کے ساتھ ہوتے ہوئے کفارِ قریش سے جنگ نہ فرمائی اور مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ پھر ایک مدت کے بعد مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیبیہ میں صلح کی اور مراجعت فرمائی۔ پس (قریشِ مکہ سے) حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، حضرتِ امیر اور تمام صحابہ کے جنگ نہ کرنے کی جو بھی وجہ ہوسکتی ہے تنہا حضرتِ امیر کے جنگ نہ کرنے کی بھی ہوسکتی ہے۔ اس پر زائد یہ بات کہ کفارِ قریش کا حق ہونا تو اصلاً متصور نہیں اور اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ نقض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو اوپر بھی جا سکتا ہے کہ فرعون چار سو سال تک دعویٔ خدائی میں مسندِ سلطنت پر رہا اور شداد و نمرود وغیرہما سے ہر کوئی بھی کئی سال اس باطل کا مدعی ہوا اور حضرتِ اللہ تعالیٰ نے کمالِ قدرت سے اُن کو ہلاک نہ کیا۔ ہرگاہ دفعِ خصم میں حق تعالیٰ نے جو تاخیر فرمائی بندۂ تنہا کے مادہ میں (وہ تاخیر) بطریق اولیٰ ہوسکتی ہے۔ اور جو علماء کرام نے فرمایا کہ حضرتِ امیر نے ان کی بیعت کی اس کا وقوع ''اکراہ و تقیہ'' کے بغیر ممنوع ہے۔ (یعنی اکراہ و تقیہ کے ساتھ جائز ہے)

حضرتِ مجدد کا محاکمہ:

ہم اشکال کے حل میں کہتے ہیں اور اللہ سبحانہ ہی حقیقتِ حال کو زیادہ جانتا ہے۔ علمائے ماوراء النہر نے حضرتِ ابوبکر سے حضرتِ امیر کی ''تاخیرِ حرب'' اور اُن کی متابعت کرنے کو خلافتِ ابوبکر کی حقانیت پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ اور بے شک وہ (دلیل) کفارِ قریش کے ساتھ حضرتِ پیغمبر کی ''تاخیرِ حرب'' سے اور فرعون و شداد و نمرود کے اہلاک میں، اللہ تعالیٰ کی تاخیر سے منتقض نہیں ہوسکتی۔ (اس لئے) کہ دلیل کی دوسری شق اس جگہ سرے متحقق نہیں بلکہ اس کی نقیض ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت پیغمبر اور حضرت اللہ تعالیٰ نے ان کی ''مذمت و تشنیع'' کے علاوہ کچھ نہیں فرمایا، اور ان کو ''بدی و بدعملی'' کے سوا یاد نہ کیا۔ فاین ھذا ان من ذاک اس سے بھلا اس کا کیا رشتہ، اور جب شیعہ حضرات کو حضرتِ امیر کی بیعتِ صدیق سے مجالِ انکار نہ رہی کہ یہ خبر حدِ تواتر تک پہنچی تھی اور اس کا اِنکار بدیہی عقل سے متصادم تھا۔ تو (نظریہء) ضرورت (کے تحت) اکراہ و تقیہ کے قائل ہوگئے۔ اُنہوں نے خلافتِ صدیق کے ابطال میں اس سے بہتر ''مجالِ سخن'' نہ پائی اور وہ اس کے بغیر اپنے لئے کوئی خلاصی (کی راہ) پیدا نہ کرسکے۔

خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی حقانیت کے بیان میں اور اکراہ و تقیہ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

احتمال کو دور کرنے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ حضرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام تدفین سے پہلے "نصبِ امام" میں مشغول ہو گئے۔ اور انہوں نے (ظاہری) زمان نبوت گزر جانے کے بعد امام کا تقرر واجب سمجھا۔ بلکہ اہم ترین واجب تصور کیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو) حدود کی اقامت، دروں کی رکاوٹ، جہاد اور اسلام کی حفاظت کے لئے لشکروں کے بندوبست کا حکم دیا تھا۔ اور جو واجبِ مطلق پورا نہیں ہوتا مگر جس کے ساتھ وہ مقدور ہوا تو وہ واجب ہے۔ لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ایھا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قدمات ومن کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیٌّ لا یموت لابد لِھذا الاَمر ممن یقوم بہ فانظرو وھاتوا رَایکم فقالو صدقت، اے لوگو، جو کوئی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (سن لے) وہ وصال فرما گئے، اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا (وہ بھی سن لے) کہ اللہ زندہ ہے، کبھی نہ مرے گا، اس امر کے لئے ضروری ہے کہ کوئی (بطور حاکم) کھڑا ہو پس دیکھ لو اور اپنی رائے پیش کرو، سب نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر سب سے پہلے حضرتِ عمر نے حضرتِ صدیق کی بیعت کی بعد ازاں مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم میں سے جمیع صحابہ کرام نے بیعت کی۔ ان کی بیعت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ برسرِ منبر تشریف لائے اور قوم کی جانب ملاحظہ کیا تو حضرتِ زبیر کو نہ پایا، فرمایا کہ ان کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو صدیق نے فرمایا کیا آپ مسلمانوں کے اجماع کو توڑنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر نے کہا لاتثریب یا خلیفۃ رسول اللّٰہ، اے رسول اللہ کے خلیفہ ایسا ہرگز نہیں۔ پس انہوں نے صدیق کی بیعت کی (ایکبار) پھر حضرتِ صدیق نے قوم کو ملاحظہ فرمایا تو حضرتِ امیر کو نہ پایا، فرمایا ان کو طلب کیا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو صدیق نے فرمایا کیا آپ (بھی) مسلمانوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے اجماع کو توڑنا پسند کرتے ہیں۔ حضرتِ امیر نے کہا لا تثریب یا خلیفة رسول اللّٰہ فبایعہ' ،اے رسول اللہ کے خلیفہ ایسا ہرگز نہیں۔ پس انہوں نے (بھی) ان کی بیعت فرمائی۔ پھر حضرتِ امیر اور حضرتِ زبیر نے اپنی بیعت کی تاخیر کا عذر بیان کیا کہ ہمیں تو مشورہ میں پیچھے رکھنے کا غصہ تھا۔ (اب) ہم نے دیکھا کہ ابوبکر سب لوگوں سے زیادہ (خلافت) کے حقدار ہیں، بے شک وہ صاحبِ غار ہیں، اور ہم ان کے شرف و خیر کو پہچانتے ہیں اور یہ کہ سب لوگوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خلافتِ ابوبکر پر سب لوگ جمع ہوئے۔ اس طرح وہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل تھے، اور لوگوں نے آسمان کے نیچے کسی کو ان سے بہتر نہ دیکھا۔ سو انہوں نے اپنی گردنیں اُن کو پیش کر دیں۔ ایضاً حضرت ابوبکر، حضرتِ علی اور حضرتِ عباس کی خلافت کی حقانیت پر اجماع واقع ہو چکا تھا۔ حضرت علی اور حضرتِ عباس نے حضرتِ ابوبکر سے تنازعہ نہ کیا بلکہ انہوں نے بیعت کی، پس حضرت ابوبکر کی امامت پر اجماع تمام ہو گیا۔ اگر حضرت ابوبکر برحق نہ ہوتے تو حضرت علی و عباس اُن سے تنازعہ کرتے۔ جیسا کہ حضرت علی نے امیرِ معاویہ سے منازعت کی۔ شوکتِ معاویہ کے باوجود (اپنا) حق طلب کیا تا آں کہ خلقِ کثیر قتل ہوگئی۔ مزید یہ کہ اس وقت حق طلب کرنا بہت ہی مشکل تھا۔ ابتدائی طور پر تو بہت آسان تھا کہ ان کا زمانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (دور ظاہری کے) بہت قریب تھا۔ اور اُن کی ہمت اُن کے احکام کو نافذ کرنے کے لئے بہت ہی راغب تھی۔

ایضاً یہ کہ حضرتِ عباس نے حضرتِ امیر سے بیعت کی خواہش کی، حضرتِ امیر نے قبول نہ فرمائی۔ اگر وہ ان کی جانب حق دیکھتے تو ضرور قبول کر لیتے اور حال یہ تھا کہ حضرت زبیر باکمالِ شجاعت ان کے ساتھ اور بنو ہاشم اور جمعِ کثیر بھی اُن کے ساتھ متفق تھا، لہٰذا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خلافتِ ابوبکر حق ہونے کے لئے اجماع کافی ہے۔ اگر چہ ان کی خلافت پر نص (قطعی) وارد نہیں ہوئی ہے۔ جیسا کہ جمہور علماء کرام نے فرمایا۔ بلکہ نصوصِ غیر متواترہ سے اجماع زیادہ مضبوط ہے۔ اس لئے کہ اجماع کا مدلول قطعی ہوتا ہے اور ان نصوص کا مدلول ظنی ہوتا ہے۔ پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ ان کی خلافت کے حق ہونے پر نصوص بھی وارد ہوئیں۔ جیسا کہ محقق محدثین ومفسرین نے ذکر فرمایا۔ بعض محققین کے ذکر کردہ جمہور علمائے اہل سنت کے قول کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے خلافت منصوص نہیں فرمائی اور کسی کے لئے اس کا حکم دیا ہے۔ جو ہم نے بیان کیا اس سے خلافتِ صدیق کی حقیت ظاہر کردی اور اکراہ وتقیہ کا احتمال باطل کردیا۔

مزید یہ کہ اکراہ وتقیہ کا احتمال تو اس زمانے میں ہوسکتا ہے جس زمانے کے لوگ تابعِ حق نہ ہوں۔ اور خیر القرون قرنی کی سعادت سے مستعد نہ ہوں۔ ابنِ صلاح اور منذری نے فرمایا الصحابة کلھم عدول ،صحابہ کرام سب کے سب عدول ہیں۔ اور ابنِ حزم نے کہا الصحابة کلھم من اھل الجنة ،صحابہ کرام سب کے سب اہل جنت ہیں کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولٰئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلاً وعد اللّٰہ الحسنٰی یعنی تم میں سے فتحِ مکہ سے پہلے مال خرچنے والے اور جہاد کرنے والے جو اونچے درجے والے ہیں ان لوگوں کے برابر نہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچا اور جہاد کیا، اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ تو اِس ارشاد کے (وہ سب) مخاطب ہیں اور ان سب کے لئے الحسنٰی ثابت ہے، اور وہ ہے جنت، یہ نہ سوچا جائے کہ انفاق اور جہاد کی تقیید سے وہ صحابہ خارج ہو گئے جو ان سے متصف نہیں، کیونکہ یہ قیود بطورِ غالب عائد کی ہیں، ان کا مفہوم اس کے خلاف نہ لیا جائے۔ اس سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مراد یہ بھی ہو سکتا ہے جو عزم و قوت کے ساتھ (انفاق و جہاد سے) متصف ہوا۔

اور یہ ہے کہ اکراہ و تقیہ حضرتِ امیر کرم اللہ وجہہ کے نقص کو مستلزم ہے، کیونکہ اکراہ میں ترکِ عزیمت ہے۔ اور تقیہ میں کتمانِ حق ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ ہرگاہ عام مومن بھی طاقت رکھتے ہوئے ترکِ اولیٰ سے راضی نہیں ہوتا۔ اور امرِ ممنوع کا ارتکاب نہیں کرتا تو خدا کے شیر، اور بنتِ رسول کے شوہر جو شجاعت و صفدریت میں بے نظیر تھے، کے متعلق کیسے سوچا جائے کہ وہ ان ناشائستہ امور کے مرتکب ہوئے تھے۔ شیعہ حضرات، ''کمالِ جہالت'' اور ''فرطِ ضلالت'' سے ان کی قدح کو مدح خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے نقصان کو کمال سمجھتے ہیں افمن زین له سوء عمله فراٰه حسنا کیا جس کے لئے اس کے برے عمل اچھے دکھائے گئے تو وہ اس کو واقعی اچھا دیکھتا ہے۔

شیعہ کا قتل اور اخذِ اموال

علمائے ماوراء النہر نے فرمایا جب شیعہ، حضراتِ شیخین اور ذوالنورین اور بعض ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سب و لعن جو کہ کفر ہے کو تجویز کرتے ہیں تو مالکِ حقیقی کے حکم کے مطابق دینِ حق کی بلندی کے لئے ان کا قتل و قمع بادشاہِ اسلام بلکہ تمام رعایا پر واجب و لازم ہے۔ اُن کے مکانات کی تخریب اور ان کے ''اموال و امتعہ'' کا حاصل کرنا جائز ہے۔

روافض کا جواب

شیعہ حضرات نے جواب میں بطریق منع کہا کہ شارحِ عقائدِ نسفی نے سبِّ شیخین کے کفر ہونے پر اشکال (ظاہر) کیا ہے اور صاحب جامع اصول نے شیعہ کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا ہے اور صاحب مواقف نے بھی یہی کہا ہے۔ امام غزالی کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نزدیک سب شیخین کفر نہیں اور شیخ اشعری، شیعہ بلکہ سب اہل قبلہ کو کافر نہیں جانتے۔

پس ان حضرات نے تکفیرِ شیعہ میں جو فرمایا "سبیلِ مومناں" کے موافق اور قرآن وحدیث کے مطابق نہیں ہے۔

حضرتِ مجدد کا محاکمہ:

مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کے لئے ہم کہتے ہیں کہ شیخین کو گالی دینا کفر ہے اور اس پر احادیثِ صحیحہ دال ہیں۔ جیسا کہ

☆ المحالمی وطبرانی اور حاکم نے عویمر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ ساعدہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اصحاب اختیار کئے تو ان میں سے وزیر بنائے اور مددگار بنائے اور رشتہ دار بنائے۔ جس نے اُن کو گالی دی تو اس پر اللہ کی اور تمام فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت۔ اللہ اس کے کسی صرف وعدل کو قبول نہ کرے گا۔

☆ دارقطنی نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ایک قوم آئے گی جسے رافضی کہا جائے گا پس اگر تم اُسے پاؤ تو قتل کردو بے شک وہ مشرک ہیں، میں نے کہا یارسول اللہ اُن کی علامت کیا ہے۔ فرمایا وہ (تمہاری شان) میں افراط کریں گے جو تم میں نہیں۔ اور سلف پر اعتراض کریں گے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ ابوبکر وعمر کو گالیاں دیں گے۔ جس نے اصحاب کو گالی دی اُس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔

اس قسم کی بہت سی احادیث ہیں مگر یہ رسالہ ان کے ذکر کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اور یہ کہ گالی ان کے بغض کا موجب ہے۔ اور اُن کا بغض کفر ہے اس خبر کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ساتھ (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے اُن کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا اور جس نے مجھے تنگ کیا اُس نے اللہ کو تنگ کیا۔ اور اسی طرح ابن عساکر نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر و عمر کی محبت ایمان ہے اور اُن کا بغض کفر ہے۔ عبداللہ بن احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

میں اپنی اُمت کے لئے ابوبکر و عمر کی محبت (جو اس میں ہے) میں اسی طرح پُر امید ہوں جیسے اُس کے قول لا الہ الا اللہ میں پُر اُمید ہوں اور ان کے بغض کو ان کی محبت پر قیاس کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے پر نقیض ہیں۔ نیز تکفیرِ مومن کفر ہے جیسے حدیثِ صحیح میں وارد ہے، جس نے کسی آدمی کو کافر کہا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ نہیں ہے تو (وہ حکم) اس پر لوٹ آیا۔ ہم یقین سے جانتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما (عظیم) مومن ہیں، خدا کے دشمن نہیں اور جنت سے مبشر ہیں پس ان کی تکفیر اس حدیث کے مطابق قائلین تکفیر کی طرف راجح ہو گی تو (اس لئے) شیعہ کی تکفیر کا حکم ہے۔ یہ حدیث اگرچہ خبرِ واحد ہے لیکن اس سے حکمِ تکفیر معلوم کیا جائے گا، اگرچہ اس کا منکر کافر نہ ہو گا۔

اپنے زمانے کے امام، شیوخِ اسلام میں اجل حضرت ابوزرعہ الرازی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو دیکھے کہ کوئی شخص کسی ایک صحابی رسول کی تنقیص کر رہا ہے تو جان لے کہ وہ زندیق ہے وہ اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول حق ہے اور جو ان کے ساتھ آیا وہ حق ہے۔ یہ تمام (باتیں) ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا کسی نے نہیں پہنچائیں۔ پس جس نے ان پر جرح کی اس نے کتاب و سنت کے ابطال کا ارادہ کیا، پس اس شخص پر جرح کرنی چاہیے اور اُس پر زندقہ، ضلالت، کِذب اور عناد کا حکم لگایا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائے کہ یہی سب سے قوی اور سب سے بہتر ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ التشتری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ان کا علم و زُھد اور معرفت و جلالت تمہیں (ان کی گستاخی سے) منع کرتی ہے، جس نے صحابہ کرام کا احترام نہ کیا گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہ لایا۔

مقام امیر معاویہ:

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، جن کا علم و جلالت تمہیں کافی ہے سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز، اُنھوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جو غبار امیرِ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ (امیر معاویہ کا تو ذکر ہی کیا) اس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و زیارت کی فضیلت کی طرف اِشارہ فرمایا کہ اس سے کوئی چیز نہیں بڑھ سکتی۔ یہ مقام اُن کا ہے جو لوگ مجرد زیارتِ رُسول سے معزز ہوئے تو اُن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جنھوں نے رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور (کافروں سے) جہاد کیا۔ اور اپنے اموال و ذخائر خرچ کیے، اپنی جان نثار کی یا بعد والے کے لئے شریعت کی کوئی چیز پہنچائی۔ تو یہ ہے (وہ شان) جس کے فضل کا ادراک اصلاً ممکن نہیں۔

اور شک نہیں کہ شیخین اکابرِ صحابہ سے ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہیں۔ پس ان کی تکفیر بلکہ تنقیص کفر و زندقہ اور گمراہی کا موجب ہوگی جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

حضرتِ امام محمد علیہ الرحمتہ نے محیط میں (کہا) کہ رافضہ کے پیچھے نماز جائز نہیں اس لیے کہ اِنہوں نے خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہٗ کا اِنکار کیا۔ ان کی خلافتؓ پر صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور خلاصہ میں ہے جس نے خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا انکار کیا وہ کافر ہے اور مرغینانی میں ہے کہ صاحبِ ہوا و بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ رافضہ کے پیچھے جائز نہیں۔ پھر فرمایا جس کا یہ حاصل ہے کہ ہر اُس شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے جو ہوائے (نفسانی سے) کفر کرتا ہے۔ ورنہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ صحیح قول میں خلافتِ عمر کے منکر بھی یہی حکم ہے۔ ہر گاہ ان کی خلافت کا انکار کفر ہوگا۔ تو اس کا کیا حال ہے جس نے ان کو گالی دی یا لعنت کی۔ ظاہر ہوا کہ تکفیرِ شیعہ احادیثِ صحاح کے مطابق اور طریقِ سلف کے موافق ہے، اور جو بعض اہلِ سنّت سے ''عدمِ تکفیرِ شیعہ'' نقل کرتے ہیں اُس کی صحت و دلالت کی تقدیر ان کی عدمِ تکفیر میں کسی توجیہ و تاویل پر محمول ہے تاکہ وہ احادیث اور جمہور علماء کرام کے مذہب کے مطابق ہو جائے۔

شانِ صدیقہ پر اعتراض:

اور یہ کہ شیعہ حضرات نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سب و لعن سے انکار کیا مگر وہ ان کے بارے میں (حکمِ قرآن کی) مخالفت کے باعث طعن و تشنیع ثابت کرتے ہیں۔ اور کہا کہ لوگ اُن کے بارے میں جو ''خبث و فحش'' شیعوں سے منسوب کرتے ہیں حاشا ثم حاشا (یعنی یہ سب درست نہیں) مگر حضرتِ عائشہ نے قرن فی بیوتکن (اپنے گھروں میں رہیں) کے اَمر (قرآنی) کی بصرہ میں آ کر مخالفت کی۔ اور حضرتِ امیر سے جنگ کا اقدام کیا، اور حربک و حربی، (تم سے لڑائی مجھ سے لڑائی) کے حکمِ حدیث کے مطابق حضرتِ امیر سے جنگ، حضرت پیغمبر سے جنگ ہے، اور حضرت پیغمبر سے لڑنے والا یقیناً مقبول نہیں، اس بنا پر وہ موردِ طعن ہوئیں۔ ہم کہتے ہیں کہ پوشیدہ نہ رہے، ملازمتِ بیوت کا حکم اور اُن سے خروج کی ممانعت کہ مطلق جمیع حالوں اور زمانوں کے شامل ہو، (یہاں) مُراد نہیں۔ اور بعض ازواجِ آں سرور کا ان کے ساتھ بعض سفروں میں (جانا) اس پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا گھروں میں رہنے کا حکم ایک وقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وحال کے ساتھ دوسرے وقت وحال کے بغیر مخصوص تھا۔ اور عام مخصوص البعض کے رنگ میں تھا۔ اور عام مخصوص البعض مدلول کی رو سے ظنی ہوتا ہے۔ مجتہد کو جائز ہے کہ دوسرے افراد کو بھی علتِ مشترکہ کے ساتھ اس سے خارج کر لے، شک نہیں کہ حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا عالمہ مجتہدہ تھیں، ترمذی نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم اصحابِ رسول کو کوئی حدیث مشکل میں ڈالتی تو ہم عائشہ صدیقہ سے پوچھتے تو ہم (اس کا) علم اُن کے پاس ضرور دیکھتے۔ پس ہوسکتا ہے کہ حضرتِ عائشہ نے اپنے خروج کو بعض اوقات یا بعض احوال میں منافع ومصالح کے لئے اس (حکم) سے مخصوص کرلیا ہو۔ اس میں کوئی عیب اور طعن نہیں۔ اس پر ہم نقل کرتے ہیں کہ یہ فرمانِ باری کے سیاق سے ظاہر ہے۔ فرمایا لا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى پہلی جہالیت کی زینت کی طرح زینت نہ کریں، اس سے مراد ستر وحجاب کے بغیر نکلنے کی ممانعت ہے۔ ستر وحجاب کے ساتھ نکلنا اس ممانعت سے خارج ہے۔ اور حضرتِ صدیقہ کا خروج جنگ کے لئے نہیں تھا، اصلاح (احوال) کے لئے تھا۔ جیسا کہ بعض محققین نے فرمایا۔ اور اگر جنگ کے لئے بھی ہوتا جیسا کہ مشہور ہے تو اس میں بھی اعتراض نہیں کیونکہ وہ اجتہاد سے تھا نہ کہ ہوائے (نفسانی) سے۔ شارحِ مواقف نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ جمل وصفین کے واقعات اِجتہاد کی رُو سے تھے۔ اور اگر مجتہد خطا بھی کرے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں فرمایا، اللہ کا فرمان ہے لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم اگر اللہ کی طرف سے پہلے نہ لکھا ہوتا، تو تمہیں عذاب ملتا، یعنی اگر لوح میں پہلے سے یہ حکم نہ ہوتا اور وہ حکم یہ ہے کہ خطا کرنے والے مجتہد کو عذاب نہ ہوگا یا ہم کہتے ہیں کہ مجتہد کی خطا بھی خدا تعالیٰ کے ہاں داخلِ ہدایت ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت رزین نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ سے نقل کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرمایا میں نے اپنے اور اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ نے وحی فرمائی اے محبوب! تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی طرح ہیں، جن کے بعض، بعض سے قوی ہیں، اور سب کے لئے نور ہے۔ پس جس نے ان میں سے کوئی چیز اخذ کی وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے، پھر فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم کسی کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت حاصل کرو گے۔

حدیث "حربک حربی" ہوسکتا ہے حضرتِ عائشہ صدیقہ کے نزدیک ثبوت کو نہ پہنچی ہو۔ یا مخصوص جنگ سے مخصوص ہوگی کہ ہوسکتا ہے کہ اضافت "برائے عہد" ہو۔ (یعنی کوئی مخصوص جنگ جو حضرت علی سے کرے وہ جنگ مجھ سے کرے گا)

اور یہ کہ حضراتِ شیعہ نے اپنی باطل کتابوں کی ترویج اور اہل سنت کی کتابوں کی تزئیف کے لئے کہا ہے کہ کتبِ شیعہ میں (یہ واقعہ) یوں ہے، ابنِ مکتوم نابینا (صحابی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ان کے اہلِ حرم میں سے کسی (زوجہ) کا گزر ہوا حضرتِ پیغمبر نے بایں معنی اعتراض فرمایا، اُس نے عرض کی یا رسول اللہ یہ شخص نابینا ہے۔ حضرتِ پیغمبر نے فرمایا تو، تو نابینا نہیں۔ اور علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرتِ پیغمبر نے حضرتِ عائشہ کو اپنے شانہ اقدس پر اُٹھایا کہ میں ایک جماعت کا تماشا دیکھوں جو گلی میں ساز بجا رہی تھی۔ کچھ مدت بعد فرمایا اے حمیرا کیا تم سیر ہوگئیں۔ پس اس عمل کو کسی کمترین آدمی بھی نسبت نہیں دے سکتے۔ (یعنی دونوں میں تضاد ہے اور شیعہ حضرات یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں جنابِ رسالت کی توہین والے واقعات ہیں لہٰذا انہیں نہ دیکھا جائے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پوشیدہ نہ رہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ آیتِ حجاب کے نزول سے پہلے محقق ہوا ہو اور ابنِ مکتوم سے ممانعت (والا واقعہ) نزول کے بعد پیش آیا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کھیل، مشروع ہو، ممنوع نہ ہو، چنانکہ اخبارِ صحاح میں وارد ہے اور عنقریب مذکور ہوا چاہتا ہے کہ مسجدِ حضرتِ پیغمبر میں حبشی لوگ، نیزہ بازی کر رہے تھے وہ تیر اندازی کی طرح ہے۔ درحق وہ دونوں جہاد کے ہتھیار ہیں تیر اندازی مشروع ہے تو اس کی مثل بھی مشروع ہے۔ نیز اس کھیل کا مسجد میں وقوع اس کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ اگر کہا جائے کہ (یہ واقعہ) آیتِ حجاب کے نزول کے بعد ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ حضرتِ صدیقہ اُس وقت صغیرہ تھیں، (اس حکم کی) مکلّفہ نہیں تھیں جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت سے دکھائی دیتا ہے۔ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہیں اور حبشی (لوگ) مسجد میں ہتھیاروں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ حضور نے مجھے اپنی چادر میں ڈھانپ لیا کہ میں حضور کے شانوں اور کانوں کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھ لوں۔ پھر آپ میری رضا کے لئے کھڑے رہتے حتیٰ کہ میں واپس ہوتی، تو چھوٹی عمر کی اس لڑکی کا اندازہ لگاؤ جسے کھیل (دیکھنے کا) شوق تھا۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اُس دوران صغیرہ غیر مکلفہ تھیں۔ اور کھیل مشروع تھا، ممنوع نہیں تھا۔ جب اعداد میں جہاد کے لئے تیز اندازی کی مانند ہتھیاروں کے ساتھ کھیل، کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ مسجد میں ہو رہا تھا پس ظاہر ہوا کہ ان کا بیان (درست نہیں)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ مسجد میں بمنزلت تیر اندازی، یعنی ہتھیاروں سے جہاد کے لئے کھیلنا نے ظاہر کیا کہ ان کا قول ''حضرتِ عائشہ کو اُٹھایا'' اور اُن کا قول یضربون المعازف، (ساز بجا رہے تھے)'' ان کی تحریفات میں سے ہے۔ اللہ اُن کو برباد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرے۔

مشاجراتِ صحابہ:

جاننا چاہیے کہ صحابہ کرام کے درمیان آنا اور اُن کے کوئی فیصلہ دینا ''کمال بے ادبی'' اور ''فرطِ بے سعادتی'' ہے۔ اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو منازعات و اختلافات ان کے درمیان واقع ہوئے ان کو علم حق سبحانہ پر رہنے دیا جائے۔ اور ان تمام کو نیکی کے سوا یاد نہ کیا جائے۔ ان کی محبت کو پیغمبرِ اسلام کی محبت سمجھا جائے مَن احبھم فبحبی احبّھم، جس نے ان سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے کی۔ حدیثِ صحیح ہے۔ امام شافعی نے فرمایا یا عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا، ہم اپنی زبان کو اُن سے پاک رکھتے ہیں، مگر شیعہ شنیعہ صحابہِ عظام کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور اُن کے سب ولعن کی جرأت دکھاتے ہیں، علمائے اسلام کو واجب و لازم ہے اُن کا رد کریں اور ان کے مفاسد کو ظاہر کریں، اس باب میں اس حقیر سے جو بعض سخن تحریر میں آئے وہ اسی قبیل سے ہیں جیسا کہ رسالہ کے آغاز میں ذکر ہوا۔

ربنا لا تو اخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا و لا
تحمل علینا اصراً کما حملته، علی الذین من قبلنا
ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به و اعف عنا و اغفر لنا
وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین.

اور ہم اس رسالہ کو خاتمہ حسنہ کے ساتھ اور اہلِ بیت کے مناقب، مدائح اور فضائل کے ذکر کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مناقبِ اہل بیت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''بے شک اللہ کا ارادہ تو یہی ہے کہ وہ اے اہل بیت تم سے آلودگی کو دور کردے اور تمہیں پاک کردے جیسے اس کا حق ہے، اکثر مفسرین کرام اس پر ہیں کہ یہ آیت حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی۔ کیونکہ ضمیر عنکم اور اس کے بعد بھی ضمیر مذکر ہے۔ اور کہا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرہ کی شان میں اُتری کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذکرن ما یتلی فی بیوتکن، یعنی ان کا یاد کریں جو ان کے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں) یہ تفسیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ اور کہا گیا ہے اس سے مراد واحدِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ امام احمد نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی کہ یہ آیت حضور نبی اکرم، حضرتِ علی و فاطمہ، حسن و حسین ان پانچوں کے بارے میں نازل ہوئی، اور ثعلبی نے کہا اس کی مراد تمام بنو ہاشم ہیں، رجس سے مراد ہے گناہ اور ایمان کے واجبات میں شک کرنا۔ بعض طرق میں آگ پر اُن کی تحریم کو ثابت کیا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا جب یہ آیت ''ندع ابناءنا و ابناءکم'' نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علی فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور عرض کیا اے اللہ یہ ہیں میرے اہلِ بیت،

☆ مِسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میری جگہ گوشہ ہے جس نے اس سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا ایک روایت میں ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے جس نے اُسے تکلیف دی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دِن کے کسی حصے میں باہر نکلا حتیٰ کہ حضور کا شانہ فاطمہ پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کیا یہاں بچہ ہے، کیا یہاں بچہ ہے۔ یعنی حسن ہے۔ کچھ دیر بعد حسن دوڑتے ہوئے آئے اور دونوں آپس میں لپٹ گئے۔ اس وقت حضورِ اقدس نے کہا اے اللہ میں اِس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، اور اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی بھی حضرتِ حسن سے زیادہ حضور سے مشابہ نہیں تھا، اور امام حسین کے بارے میں بھی انہوں نے یہی فرمایا۔ وہ بھی رسول اللہ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ رضی اللہ عنہما۔

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رُسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اگر تم اُن کو پکڑ لو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے، ان میں ایک دوسری سے بڑی ہے (وہ) اللہ کی کتاب ہے آسمان سے زمین کی طرف سیدھی رسی ہے۔ اور میری عترت، میرے اہل بیت، یہ دونوں کبھی جُدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ حوض پہ ملیں، پس دیکھو، میرے بعد تم ان سے کیا کرتے ہو،

☆ انہی سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں ان سے جنگ کرنے ولے کا دشمن ہوں، اور ان سے دوستی رکھنے والے کا دوست ہوں۔

☆ جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اس نے حضرت عائشہ سے سوال کیا، کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لوگوں میں سب سے زیادہ کون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے، انہوں نے فرمایا فاطمہ، کہا گیا مردوں سے، فرمایا ان کا شوہر،

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین دُنیا سے میرے پھول ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک حسن سینے سے لے کر سر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ ہیں اور حسین '' سینے سے قدموں تک سب سے زیادہ مشابہ۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ حسن کو اپنے شانہ اقدس پر اٹھار کھا تھا، ایک آدمی نے کہا اے بیٹے تیری سواری کتنی ہی اچھی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سوار بھی کتنا ہی اچھا ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بے شک لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا چاہنے کے لئے میری باری کے دِن زیادہ ہدیے بھیجا کرتے تھے، حضور کی ازواجِ مطہرہ کے دو گروہ تھے، ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں اور دوسرے گروہ میں امِ سلمہ اور ساری ازواج، امِ سلمہ کے گروہ نے اُمِ سلمہ سے کہا کہ وہ حضور سے بات کریں کہ حضور لوگوں کو ارشاد فرمائیں کہ وہ وہاں ہدیے بھیجا کریں جہاں وہ موجود ہوں۔ حضور نے ان سے فرمایا مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ دو، بے شک مجھے عائشہ کے سوا کسی زوجہ کے پردے میں وحی نہیں آتی۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کو اذیت دینے سے اللہ کے ہاں توبہ کرتی ہوں۔ پھر اس گروہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے حضرتِ فاطمہ کو اس معاملہ کے لئے حضور کے پاس بھیجا، حضور نے ان سے فرمایا اے بیٹی کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی ''کیوں نہیں''، حضور نے فرمایا تو مجھے عائشہ سے محبت ہے۔

☆ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے ازواجِ رسول میں سے کبھی کسی پراتنی غیرت نہ کھائی جتنی حضرتِ خدیجہ پر، حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ لیکن حضور اُن کا اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ بہت مرتبہ بکری ذبح فرماتے تو اُس کے اعضاء کاٹ کر ان کی سہیلیوں کو بھیجتے۔ میں نے کئی بار اُن سے عرض کی حضور! کیا دنیا میں حضرت خدیجہ کے سوا کوئی اور عورت نہیں؟ فرمایا جو وہ تھیں سو وہی تھیں، اُن سے میری اولاد ہوئی۔

☆ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عباس مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں۔

☆ انہی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں کھلاتا ہے۔ اور اللہ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت کرو، اور میری محبت کے لئے میرے اہلِ بیت سے محبت کرو۔

☆ حضرتِ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے کعبہ کے دروازہ کو تھام رکھا تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ خبردار میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتیِ نوح کی (طرح) ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا۔ یہی بیان اِس رسالہ کا آخر ہے

الٰہی بحق بنی فاطمہ \
کہ برقولِ ایماں کنم خاتمہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر دعوتم رد کنی در قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول

الحمد للّٰہ سبحانہ' علی الاختتام و الصلوٰۃ و السلام علی حبیبہ محمّدٍ النبی الامی سیّد الانام اِلی یوم القیام

--------OOO---------

تحشیہ

۱؎ یہاں عتاب کا لفظ اُن معنوں میں نہیں جو دوسروں کے لئے مستعمل ہیں، اِس عتاب میں محبت کے ہزاروں باب ہیں۔ اس جلال میں عنایت کے لاکھوں جمال ہیں۔ محبوب کی یہ وہ جفا ہے جو بقولِ مجدد وفا سے زیادہ لذت بخش ہے۔ (مکتوب ۵۷ جلد ۲)

۲؎ امورِ عقلیہ اور احکامِ اجتہادیہ میں صحابہ کرام کی مجالِ اختلاف اور مساغِ خلاف کا ذکر آیا تو خوب یاد رہے کہ یہاں اختلاف و خلاف معروف معنوں میں اِستعمال نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمتہ کے مطابق اس کلام میں ''اضطراب وخلط'' کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جہاں تک وحی نہ آنے کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا تعلق ہے تو اس پر تمام اہلِ اُصول متفق ہیں۔ حضور کے وہ احکامِ اجتہادیہ اور اُمورِ عقلیہ جن پر حضور نے عزم فرمایا، جن کا حکم دیا۔ جن کی اتباع کو واجب قرار دیا اُن سے تمسک بالکل وحیِ الٰہی سے مستند احکام سے تمسک کی طرح ہے، اِس پر قرآنِ پاک شاہد ہے۔ خدا کی پناہ حضرتِ مجدد کا یہ منشا نہیں کہ حضور کے اس اختیارِ تشریعی کے مقابلے میں اُن کو مجالِ اختلاف اور ''مساغ خلاف'' حاصل تھا۔ اس کی وضاحت انہوں نے خود آگے چل کر فرمادی ہے۔

ہاں جو کام حضور نے سبیلِ عادت اور استحباب کے طور پر سرانجام دیئے اُن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے ترک میں شرعاً کوئی حرج نہیں کہ جس پر کوئی زبانِ طعن دراز کی جائے۔ حدیث ایتونی بقرطاس کا حکم بھی اسی قبیل سے تھا۔ اگر یہ منصبِ نبوت کے فرائض وواجبات سے ہوتا تو جو نبی کفارِ مکہ کے تند وتیز ماحول میں اپنے فرائض وواجبات پہنچا کر رہے وہ اپنے صحابہ کے ماحول میں کیسے فراموش کر دیتے۔ یہ ایک حکم مستحب تھا جس پر صحابہ سے اضطراب ظاہر ہوا اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علالتِ طبعی کو دیکھ کر ہوا یا دیگر احکامِ استحباب میں اُنہوں نے اپنے طور پر دین اور پیغمبر دین کی عزت وحرمت سمجھتے ہوئے ان میں اپنا اضطراب ظاہر کیا اور اللہ اور رسول کے عطا فرمودہ اظہار رائے کا استعمال کیا تو اس سے وہ مجرم نہیں ہوئے۔ اور اللہ اور رسول کے کسی فرمان نے اُنہیں مجرم قرار نہ دیا ہے۔

یہ مسئلہ سمجھنے کے لئے جاننا ضروری ہے کہ احکامِ شریعت میں ''اختلاف و خلاف'' کے متعدد معانی متعین ہیں۔ اس کا معنی رد وانکار بھی ہے۔ جو کفر ہے۔ یہ حضور کی بارگاہ میں کئے گئے کلامِ اعراض پر بھی منطلق ہے جس پر حضور نے کوئی اقدام نہ فرمایا، جس کی کوئی مخالفت نہ فرمائی۔ اگر یہ اِختلاف کے حقیقی معنی میں نہ ہوتو جائز ہے جب نبی اکرم صحابہ کرام سے مشورہ لیتے اور اُن سے صریح رائے یا دلیل طلب فرماتے تو صحابہ کرام (اِس قسم کے خلاف) سے بھی کام لیتے تھے۔ کئی بار اس کا اطلاق امرو نہی کے بارے میں معصیت پر بھی ہوتا ہے جس سے درجاتِ اختلاف کے لحاظ سے فسق یا بدعت یا مکروہ کے احکام نکلتے ہیں۔ بعض دفعہ اس کا اطلاق اس کام کے چھوڑنے پر ہوتا ہے جو کلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کے علاوہ بطورِ عادت سرانجام دیا، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ کیونکہ ترکِ مندوبات اور فعل مکروہات کی سزا نہیں۔

لہٰذا حضور کے احکامِ اجتہادیہ میں صحابہ کرام کی ''مجالِ اختلاف'' حقیقی معنوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر محمول نہیں کی جاسکتی، اس کا جو جائز معنی ہے وہی حضرتِ مجدِّد کی مراد ہے۔ کما صرَّح فی تحقیقہٖ

حضرتِ مجدد نے جو قاضی بیضاوی کا قول نقل فرمایا کہ انبیاء کرام اجتہاد فرماتے ہیں اور وہ کبھی خطا ہوتا ہے اگر چہ اس پر اُن کا اِستقرار نہیں ہوتا۔ خبردار! یہ خطا بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور وہ فعل ہے جو خلافِ معمول ہوا ما کان لنبیٍ آیت کی شانِ نزول میں دراصل خطاءِ اجتہادی بعض صحابہ کرام سے سرزد ہوئی مگر خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا جیسا کہ قرطبی نے فرمایا وھذہٖ الایہ نزلت یوم بدرٍ عتاباً مِن اللہِ لِاَصحاب نبیہٖ یہ آیت بدر کے دن اللہ کی طرف سے اصحابِ نبی کے لئے عتاباً نازل ہوئی (کیونکہ اُنہوں نے حضور کو فدیہ کا مشورہ دیا تھا) یاد رہے کہ بعض دفعہ حکم سماوی میں مخاطب نبی ہوتا ہے اور مراد اُمت ہوتی ہے۔ نیز جس خطا پر استقرار نہ ہو وہ حقیقت میں خطا نہیں ہوتی کما لا یخفی علی اہلِ البصیرۃ

کیا نبی اکرم ﷺ کا ہر قول وحی الٰہی ہے؟

حضرت مجدد کے رسالہ مبارکہ ردِ روافض میں متعدد مقامات کی وضاحت حضرت غزالیِ زماں مولانا سید احمد سعید کاظمی شاہ علیہ رحمہ کے اس تحقیقی مضمون میں دیکھی جا سکتی ہے۔ افادۂ عام کے لیے یہ مضمون شامل کیا جا رہا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں مطاعن فاروق اعظم کے تحت لکھا ہے کہ نبی کا ہر قول وحی الٰہی نہیں اپنے اس دعوے کے دلیل میں انہوں نے چند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرمایا (۲) لو لا کتاب من اللّٰہ الایۃ بدر کے قیدیوں سے فدیہ قبول کرنے پر اس قدر سختی کیوں وقوع میں آئی۔ حالانکہ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کا ہر قول وحی ہے کہ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے۔ فوالذی نفس بیدہ مایخرج منہ الاحق۔ ذرا وضاحت فرمادیجیے کیوں کہ ہمیں اس کی اشد ضرورت ہے۔ مولوی محمد صدیق معرفت سید محمد عبداللہ شاہ مدرسہ انوارلابرار بیرون دہلی گیٹ ملتان۔

جواب

مولانا المحترم و علیکم السلام و رحمتہ اللہ

کارڈ پہنچا جسے پڑھ کر اس لیے افسوس ہوا کہ اس زمانے میں علم کا فقدان ہوتا جارہا ہے آپ نے لکھا ہے کہ ''ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کا ہر قول وحی ہے'' کسی اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کا ہر قول من حیث النبوۃ و الرسالہ وحی ہے' قرآن وحدیث میں واضح طور پر فرمادیا گیا ہے کہ نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں (۱) نبوت اور رسالت (۲) بشریت۔ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے ہر قول کا وحی منزل من اللہ ہونا پہلی جہت کے ساتھ مختص ہے نبی کریم ﷺ کے ایسے قول کو قبول نہ کرنا کفر ہے جو نبوت ورسالت کی جہت سے صادر ہوا ہو۔ بخلاف اس قول کے جس کا صدور من حیث البشریہ ہو کہ اسے تسلیم نہ کرنا ہرگز کفر نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ تحفہ اثناء عشریہ میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ سے اس طعن کو دفع فرمارہے ہیں کہ انہوں نے حکم نبوی ''ایتونی بقرطاس '' کو 'حسبنا کتاب اللہ '' کہہ کر رد کردیا طعن کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر کا ہر قول وحی منزل من اللہ ہے اور وحی منزل من اللہ کا رد کفر ہے لہذا حضرت عمر (معاذ اللہ)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کافر ہو گئے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر حکم وحی نہیں شاہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ وحی منزل من اللہ حضور ﷺ کا وہی حکم ہے جو من حیث الرسالہ ہو اور اسی کا رد کرنا کفر ہے لیکن جو حکم من حیث البشریہ ہو وہ وحی منزل من اللہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا انکار کفر قرار پا سکتا ہے۔ لہذا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ حکم من حیث الرسالہ ہے اس وقت تک اس کے انکار کو کفر قرار دینا ہرگز صحیح نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم "ایتونی بقرطاس" من جہت الرسالہ نہ تھا کیونکہ اس کے مقتضی پر کسی نے عمل نہیں کیا اگر اس حکم کو من جہت الرسالہ کہا جائے تو حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ پر بھی حکم خداوندی "فاستقم کما امرت" کی خلاف ورزی کا الزام عائد ہو گا جو باطل محض ہے۔ لہذا واضح ہو گیا کہ یہ امر من جہت الرسالتہ نہ تھا۔ پھر اسے تسلیم نہ کرنے کی بناء پر حضرت عمر پر طعن کرنا اور ان پر کفر کا الزام لگانا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

یہ امر آخر ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ہر وہ قول جو من جہت البشریہ ہو وحی منزل من اللہ نہ ہونے کے باوجود بھی حق ہے کیونکہ حق ہونے کے لئے وحی ہونا ضروری نہیں ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر وحی کا حق ہونا ضروری ہے۔ اور ہر حق کا وحی ہونا ضروری نہیں ابوداؤد شریف کی حدیث میں مایخرج منہ الا الحق وارد ہے "الا وحی" نہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے بھی حضور اکرم ﷺ کے ہر قول کے وحی ہونے کی نفی کی ہے حق ہونے کی نفی نہیں کی۔ رہا یہ امر کہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آیۂ کریمہ ان ھو الا وحی یوحی کو قرآن مجید کے ساتھ مخصوص قرار دیا تو یہ شان نزول کے اعتبار سے ہے۔ اور اس تخصیص کا مقصد صرف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا جو نطق من حیث الرسالہ نہ ہو اس آیۂ کریمہ سے اسے وحی منزل من اللہ ہونا ثابت کرنا اور اس پر طعن کی بنیاد رکھنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ قرآن مجید سے سوا حضور ﷺ کا کوئی نطق بھی وحی الٰہی نہیں ہے خواہ وہ من حیث الرسالہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس تقریر پر علی الاطلاق تمام احادیث نبویہ کے وحی ہونے کا انکار لازم آئے گا جو کفر خالص ہے۔ جن آیات کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش فرمایا ان کے مطالب میں ادنیٰ تامل کے بعد یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جن اقوال و افعال مبارکہ پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف عتاب نازل فرمایا۔ وہ فی الواقع من حیث الرسالہ حضور اکرم ﷺ سے سرزد نہ ہوئے تھے اسی لیے وہ وحی الٰہی بھی نہیں ہو سکتے لیکن ان کے وحی نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ معصیت یا حق کے خلاف تھے۔ کیونکہ حضور ﷺ اس سے معصوم ہیں کہ آپ سے کوئی معصیت یا خلاف حق قول یا فعل صادر ہو۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ من حیث البشریہ حضور ﷺ سے کوئی ایسا قول یا فعل سرزد ہو جائے جو خلاف حق تو نہ ہو مگر کسی اعتبار سے خلاف ادنیٰ ہو اور واقعہ یہ ہے کہ ایسے ہی امور منشاء عتاب ہیں۔ یہاں اس امر کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ عتاب میں خواہ شدت بھی کیوں نہ ہو وہ محض صورۃ عتاب ہے حقیقتاً مبنی بر حکمت ہونے کی وجہ سے خطاب محبت ہے اس اجمال کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہم نے دیگر مضامین میں مدلل طور پر اسے بیان کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نبی کریم ﷺ کا نطق مبارک مطلقاً ھوی سے پاک ہے اور وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا من جہت الرسالہ ہوگا یا من جہت البشریہ پہلی صورت میں وحی الٰہی ہے۔ عام اس سے کہ وحی متلو ہو یا غیر متلو اور دوسری صورت میں حق ہے عام اس سے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کسی اعتبار خاص سے وہ خلاف اولیٰ ہو یا نہ ہو۔ جن علماء اہل سنت نے رسول اللہ ﷺ کے جمیع اقوال و افعال اور جملہ احوال شریفہ کو وحی قرار دیا ان کے پیش نظر صرف جہت رسالت ہے اور جن حضرات نے حضور اکرم ﷺ کے جمیع اقوال و افعال واحوال من حیث الکلیہ (من ناقلہ) وحی ہونے کا انکار کیا ان کے پیش نظر جہت رسالت کے ساتھ جہت بشریت بھی ہے۔ ان حضرات نے صرف انہی اقوال و افعال کو وحی قرار دیا جو جہت رسالت سے ہوں اور جن کا صدور جہت البشریت سے ہو ان کی وحی منزل من اللہ ہونے کی انہوں نے نفی فرمائی اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ دونوں میں کوئی تعارض نہیں لیکن کسی اہل سنت عالم دین نے حضور نبی کریم ﷺ کے کسی قول یا فعل یا حال کو خلاف حق قرار نہیں دیا حتیٰ کہ بعثت مقدسہ سے قبل بھی حضور ﷺ کو خلاف حق امور سے پاک مانا مضمون کی حد تک فقیر نے وضاحت کر دی ہے اور یہ وضاحت ایسی ہے کہ اس کی روشنی میں اہل علم پر اس کے دلائل واضح ہوتے چلے جائیں گے اگر اب بھی کوئی شبہ باقی ہو تو تحریر کیجیے انشاء اللہ جواب دیا جائے گا اور اگر آپ مطمئن ہو جائیں تو بذریعہ خط فقیر کو اطلاع ضرور دے دیں تاکہ تردد نہ رہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مبدؤ معاد

مصنف

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

مترجم

پیرزادہ محمد اقبال احمد فاروقی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعارف

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، رسالہ ھذا امبدو معاد شریف حضرت مجدد الف ثانی سرہٗ کا شہرہ آفاق رسالہ ہے۔ جس میں اُنہوں نے اپنی تربیت سلوک کے آغاز کا ذکر کیا ہے۔ پیر طریقت کی شان رہبری کا ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں اپنے عروج اور اُس کے معاونین کرام کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے مشائخ کبار کے ازحد ممنون نظر آتے ہیں۔ یہ کردار راہ طریقت کے مسافروں کے لیے مشعل نور ہے۔ اس رسالے میں سیر الی اللہ، سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ کے کمالات و فیوضات کی داستان بھی ہے۔ ولایت و نبوت کے کمالات کی تشریح بھی ہے۔ انفس و آفاق کے مشاہدے بھی دکھائی دیتے ہیں، قلب کے درجات کی کیفیت بھی دیدنی ہے۔ شیخ اور مرید کے تعلقات پر بھی مباحث ملتے ہیں، وجود باری کی معرفت کا حصول بھی شامل ہے۔ حضرت سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کا مقام بلند بھی واضح کیا گیا ہے، فرماتے ہیں۔

وہ بزرگوں کے بزرگ ترین امام ہیں، امام اجل ہیں، پیشوائے اکمل ہیں، ان کی بلندی شان کو بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔ وہ امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل سب سے زیادہ عالم اور متقی ہیں۔ ان کا مقام سب سے بلند تر ہے۔

اس رسالہ مبارکہ میں اولیا کرام کے ظاہر و باطن پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، رویت باری تعالیٰ کی حقانیت پر بھی دلائل و معارف کا جہان آباد ہے، آخر میں حضور سید المرسلین ﷺ کے فضائل و مناقب محبت و اطاعت آپ کا محبوب موضوع ہے، حسب عادت اس پر بھی قلم اُٹھایا گیا ہے۔ اس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کا بھی مقام خاص بیان کیا گیا ہے، دیگر سلاسل کے احوال بھی درج ہیں، غرض یہ مختصر سا رسالہ ہمہ جہت ہے، ایک کوزے میں دریا کی صورت موجزن ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست

☆ آغاز تربیت سلوک	۱۷۹
☆ علم لدنی کا حصول	۱۸۱
☆ مختلف سلاسل کے مشائخ کی تائید	۱۸۱
☆ اکابر سہروردیہ کے مقامات	۱۸۲
☆ قطب الارشاد اور اس کا فیضان	۱۸۲
☆ ذوق یافت	۱۸۴
☆ اظہار نعمت	۱۸۵
☆ سیر الی اللہ	۱۸۵
☆ سیر فی اللہ	۱۸۵
☆ سیر عن اللہ	۱۸۶
☆ کمالات ولایت	۱۸۶
☆ نزول کا انتہائی کمال	۱۸۷
☆ سلوک کی ابتداء	۱۸۸
☆ راہ سلوک کی منزلیں	۱۹۰
☆ نفی کل	۱۹۱
☆ ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۱۹۲
☆ حضرت خواجہ نقشبند کی شش جہت نگاہ	۱۹۲
☆ قطب کے پانچ درجات	۱۹۴
☆ عالم کبیر	۱۹۶
☆ اقطاب واوتاد کا مقام	۱۹۶
☆ روح کیا ہے؟	۱۹۷

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ نفس مطمئنہ	۱۹۸
☆ صاحب "عوارف المعارف" کا ایک نکتہ	۲۰۰
☆ ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۰۱
☆ عقل معاد	۲۰۲
☆ ایک اعتراض	۲۰۳
☆ ایک اور اعتراض اور اس کا جواب	۲۰۳
☆ دعوت کا ایک اہم مقام	۲۰۶
☆ فرق بعد الجمع	۲۰۷
☆ سید المرسلین کا امتیازی مقام	۲۰۷
☆ شیخ اور مرید کا تعلق	۲۰۸
☆ راہ سلوک میں پیش آنے والے واقعات	۲۰۹
☆ کلو من طیبات	۲۰۹
☆ معرفت کے بعد لغزش	۲۱۰
☆ وجود باری تعالیٰ اور معرفت الٰہی	۲۱۱
☆ واجب الوجود پر مزید وضاحت	۲۱۲
☆ وجودیوں کا ایک اور استفسار	۲۱۳
☆ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب	۲۱۳
☆ خدا کی ذات مشاہدہ و رویت	۲۱۴
☆ سیر و سلوک کے مقاصد	۲۱۴
☆ اخلاق محض	۲۱۵
☆ فرشتوں پر انسان کی فضیلت	۲۱۵
☆ اولیاء اللہ مافوق البشر نہیں ہیں	۲۱۵
☆ علوم امکانی و معارف ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے	۲۱۶
☆ ایک سوال	۲۱۷

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ جواب	۲۱۷
☆ علم الاشیاء کی واپسی	۲۱۷
☆ مقام رضا	۲۱۸
☆ قرات خلف الامام	۲۱۹
☆ ''ماتریدیہ'' کی تائید	۲۲۰
☆ حضرت امام اعظم کی عظمت	۲۲۱
☆ حصول اجازت	۲۲۲
☆ یاداشت کے مدارج	۲۲۳
☆ نہایت النہایت کے دس مقامات	۲۲۴
☆ اولیاءاللہ کا ظاہر و باطن	۲۲۶
☆ اولیاءاللہ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہیں	۲۲۶
☆ اعتقادی بدعت کے نقصانات	۲۲۷
☆ متشابہات کی تاویلیں	۲۲۸
☆ اتباع رسول ﷺ کی اہمیت	۲۲۸
☆ محبت ذاتی اور صفاتی میں امتیاز	۲۲۹
☆ پیر واستاد کے حقوق	۲۳۱
☆ لطائف سر کا مقام	۲۳۲
☆ موت سے پہلے موت کی وضاحت	۲۳۳
☆ کلام الٰہی کی حقیقت	۲۳۴
☆ امکانی حدود کے آگے ازل وابد متحد ہیں	۲۳۵
☆ معراج نبوی اور عروج اولیاء میں فرق	۲۳۶
☆ تقویم کیا ہے؟	۲۳۶
☆ رویت باری تعالیٰ	۲۳۸
☆ کشف وفراست میں فرق	۲۳۹

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ ''ماتریدیہ'' کون ہیں؟	۲۴۰
☆ درجہ یقین	۲۴۱
☆ فنائے ارادہ	۲۴۱
☆ کلام اللہ کی رہنمائی	۲۴۳
☆ حضرت خواجہ باقی باللہ سے عقیدت	۲۴۴
☆ اپنے شیخ کی محبت میں مبالغہ	۲۴۴
☆ نفی واثبات کیا ہے؟	۲۴۵
☆ حقیقت قرآنی، حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدی	۲۴۵
☆ حقیقت محمدی اور حقیقت کعبہ	۲۴۶
☆ کلمہ طیبہ کی فضیلت	۲۴۶
☆ معوذتین پر ایک کشف	۲۴۷
☆ تقلید واتباع کی اہمیت	۲۴۷
☆ تجلی ذات اور انبیاء کے درجات	۲۴۸
☆ سیر جمالی کا درجہ	۲۴۹
☆ سیر تفصیلی کا مقام	۲۵۰
☆ کیا وصول نہایت کے بعد رجوع لازم ہے۔؟	۲۵۰
☆ مقام رضا	۲۵۰
☆ اتباع سنت کی تلقین	۲۵۱
☆ ''سرہند'' کے بازاروں میں جنات کی آمد	۲۵۲
☆ بعض ولیوں کو نبی پر جزوی فضیلت	۲۵۲
☆ ولی کی ولایت نبی کی ولایت کا حصہ ہے	۲۵۳
☆ صفات باری تعالیٰ کی تین قسمیں	۲۵۴
☆ خدا کا مثل نہیں ہو سکتا	۲۵۴
☆ ایک گزارش	۲۵۵

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز تربیت سلوک! جب مجھے (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی) راہ سلوک پر گامزن ہونے کا شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مجھے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک کامل بزرگ (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی خدمت میں رسائی حاصل ہوئی آپ کی صحبت میں رہ کر مجھے سلوک نقشبندیہ اور اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کے طریقہ پر چلنے کی تربیت ملی میں ایک عرصہ تک آپ کی صحبت میں رہا اور آپ کی توجہ و برکت سے خواجگان نقشبندیہ کا وہ جذبہ جو قیومیت کی صفت میں کمال سے پیدا ہوتا ہے حاصل ہوا نیز اندراج نہایت در بدائیت النہایہ فی البدایہ سے قدرے سیراب ہونے کا موقعہ ملا جب یہ جذبہ پختہ ہوگیا تو مجھے سلوک میں اطمینان حاصل ہوگیا۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی روحانی رہنمائی اور وساطت سے اس راہ کے تمام منازل طے ہوئے یعنی مجھے اس اسم تک رسائی حاصل ہوگئی جو میرا مربی یا پرورش کنندہ تھا یہاں پہنچ کر مجھے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کی روحانیت کی مدد سے قابلیت اولی کے درجہ تک رسائی حاصل ہوئی اسی مقام کو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی دستگیری نے سہارا دیا اور میں قابلیت اولی سے اگلے مقام پر پہنچا پھر وہاں سے آگے ایک اور بلند مقام تک رسائی ملی یہ مقام مفصل تھا اور پہلا مقام اس کا اجمال تھا یہ مقام اقطاب محمدیہ کو نصیب ہوتا ہے مجھے اس مقام پر ترقی اور قیام سید الانبیاء حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی روحانی تربیت سے حاصل ہوا۔ اسی مقام پر پہنچتے وقت مجھے خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ کی روحانیت نے بھی امداد بہم پہنچائی حضرت عطار خواجہ نقشبند قدس سرہ کے خلیفہ اور قطب ارشاد ہیں اقطاب کا منتہائے عروج اسی مقام تک ہوتا ہے اور دائرہ ظلیت بھی اسی مقام پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد خالص مقام فردیت اصل اور ظل کے اتصال کا مقام آتا ہے افراد میں سے بعض حضرات اس مقام پر پہنچتے ہیں بعض اقطاب بھی افراد کی صحبت کے ذریعہ اس مقام پر پہنچ جاتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں اور وہ اصلِ ظل آمیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں لیکن اصل خالص تک رسائی اور اصل خالص کا مشاہدہ کرنا صرف افراد ہی کو میسر ہے جو ان کا خصوصی امتیاز ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

مجھے قطب ارشاد کی خلعت سے نوازا گیا تھا اور مقام قطبیت سرور دین ودنیا علیہ الصلوات والتسلیمات المبارکات والتحیات التامیات کی نوازش خصوصی سے ملا تھا مجھے اس منصب پر صرف حضور علیہ ﷺ کی نگاہ لطف وکرم سے پہنچایا گیا تھا۔

کچھ عرصہ بعد اللہ کی عنایت کی مزید توجہ ہوئی اور مجھے اس مقام سے بھی فوقیت دی گئی اور مقام اصل ممتزج پر پہنچا دیا گیا یہاں آ کر فنا وبقا کی دولت میسر آئی جس طرح مجھے سابقہ مقامات سے اٹھا کر ان مقامات اصلی پر ترقی دے کر اصل الاصل کے بلند منصب پر فائز کیا گیا تھا اس منصب پر پہنچنے کے لئے مجھے حضرت شیخ غوث الاعظم جیلانی کی روحانیت نے بڑا سہارا دیا ان کی قوت تصرف نے ان تمام مقامات سے گذار کر اصل الاصل کے منصب پر پہنچایا پھر مجھے دنیا کی طرف واپس کر دیا گیا جس طرح مجھے مختلف مقامات پر فائز کرنے کے بعد ایک اہم کام کے لئے واپس بھیجا جاتا رہا ہے اگرچہ مقام فردیت پر فائز کرنے کے لئے مجھے سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی کی راہنمائی اور امداد میسر آئی تھی۔ مگر اس مقام کی نسبت کا سرمایہ اپنے والد مکرم مخدوم عبدالاحد قدس سرہ سے حاصل ہوا تھا۔ میرے والد ماجد کو یہ نسبت اپنے پیرومرشد حضرت شاہ کمال کھیتلی قدس سرہ العزیز سے میسر آئی تھی۔

حضرت شاہ کمال کھیتلی بڑے بلند پایہ کے بزرگ اور جذبہ قومی کے مالک تھے ان کی کرامات اور خوارق بڑی مشہور ہیں ان دنوں مجھے ان مقامات اور نسبت کی اہمیت کا احساس نہیں تھا حضرت والد ماجد مجھے نوافل میں ان مقامات اور نسبت سے آگاہ فرمایا کرتے تھے یہ میری تربیت کا ایک انداز تھا جسے غیر محسوس طور پر میرے دل ودماغ پر مرتب کیا جاتا رہا میرے والد مکرم کو یہ طریق اور نسبت اپنے شیخ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کے صاحبزادے شاہ رکن الدین قدس سرہما سے ملی تھی یہ دونوں بزرگ سلسلہ چشتیہ کے ممتاز شیوخ میں سے تھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علمِ لدنی کا حصول مجھے حضرت خضر علی نبینا وعلیہ السلام کی روحانیت کے علم لدنی کے اسرار سے حاصل ہوئے تھے مگر یہ صورت حال اس وقت تک رہی جب تک مجھے مقام اقطاب نہیں ملا تھا۔ مگر جونہی مجھے مقام اقطاب پر بلند تر مقامات ملے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کیا تو مجھے علم لدنی کا حصول اپنی ہی حقیقت سے ہونے لگا یعنی اکثر علوم اپنی ذات میں خود بخود اپنی ذات سے حاصل ہونے لگے۔ کسی غیر کے واسطے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

مختلف سلاسل کے مشائخ کی تائید! مجھے نزول کے وقت جسے سیر عن اللہ باللہ کہا جاتا ہے دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے مقامات پر بھی عبور حاصل ہوا ہر مقام پر میں نے بہت حصہ لیا ہر مقام پر ہر سلسلہ کے مشائخ میرے مددگار اور معاون رہے انہوں نے اپنی اپنی نسبتوں کے بہترین حصہ سے نوازا سب سے پہلے مجھے سلسلہ چشتیہ کے مقام پر عبور حاصل ہوا اور مجھے اس مقام پر بہت کچھ ملا ان مشائخ عظام میں سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے خصوصی حصہ ملا آپ نے بڑی امداد فرمائی سچی بات تو یہ ہے کہ آپ اس مقام کے مالک اور ممتاز منصب پر فائز ہیں چشتیہ کے بعد مجھے مقام اکابر وکبرویہ قدس اسرارہم سے گذرنا پڑا اگرچہ دونوں مقامات عروج کے اعتبار سے مساوی درجہ رکھتے ہیں لیکن یہ مقام جہاں جو مجھے نصیب ہوا تھا فوق سے نزول کرتے ہوئے اس عظیم الشان شاہراہ کے دائیں جانب پڑتا ہے مگر پہلا مقام اس شاہراہ (صراط مستقیم) کے بائیں جانب آتا ہے صراط مستقیم وہ راستہ ہے جہاں سے اقطاب ارشاد میں سے بعض اکابر اسی راستہ سے گذر کے مقام فردیت پر پہنچتے ہیں اور آخری منصب تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

افراد تنہا یعنی قطبیت کے بغیر اس راستہ سے گذرنا ناممکن ہے یہ مقام مقام صفات کہلاتا ہے اور وہ اس شاہراہ کے درمیان واقعہ ہے گویا یہ مقام ان دونوں مقامات کا برزخ ہے جہاں دونوں طرف سے فیوض وبرکات کے انوار پڑتے ہیں اس شاہراہ سے دوسری جانب بھی ایک مقام ہے جو صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اکابر سہروردیہ کے مقامات! اس راہ پر چلتے چلتے مجھے سہروردیہ کے مقام پر بھی عبور حاصل ہوا اس سلسلہ کے رئیس اور بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز ہیں یہ راستہ اتباع سنت کے نور سے مزین ہے اور مشاہدہ فوق الفوق کی ضیاؤں سے درخشاں ہے یہاں عبادتیں رفیق منزل بنتی ہیں بعض سالک جو اس مقام پر نہیں پہنچ سکے نوافل کی عبادت میں مشغول و مطمئن ہیں انہیں اس منزل کے راہی اور سالک ہونے کی وجہ سے اس نورانی کرنوں کی روشنیوں سے نوازا جاتا ہے عبادات نافلہ ہی اس مقام کے راستہ کا سامان ہے لوگ خواہ مبتدی ہوں یا منتہی ان منازل سے گذرنا پڑتا ہے یہ مقام بڑا عجیب وغریب ہے بڑا ہی الگ ہے جو انوار اس راستہ میں ملتے ہیں وہ دوسرے مقامات پر بہت کم نظر آتے ہیں اس مقام کے مشائخ حضور نبی کریم ﷺ کے سنت کی اتباع کی وجہ سے بڑے عظیم الشان مراتب پر فائز ہوتے ہیں اور بڑے ممتاز ہیں وہ دوسرے اولیاء کرام سے ممتاز اور بہتر ہیں ان حضرات کو اس مقام پر جو کچھ میسر ہوا ہے وہ دوسرے مقامات پر میسر نہیں ہوتا خواہ عروج کے اعتبار سے وہ مقامات اس مقام سے کہیں بلند ہی ہوں۔

اس کے بعد مجھے مقام جذبہ پر نزول نصیب ہوا اس مقام پر بے شمار جذبات کے مقامات شامل ہیں پھر اس مقام سے اوپر تو بہت سے مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ ان مراتب کی انتہا مقام قلب پر ہوتی ہے جو ایک حقیقت جامعہ ہے ارشاد تکمیل کا تعلق اسی مقام پر قرار پانے کا ہے مجھے اس مقام پر قیام کا موقعہ ملا اس سے پیشتر کہ مجھے اس مقام پر قیام و قرار ملے ایک عروج نصیب ہوا میں نے سایہ کی طرف اصل کو بھی پیچھے چھوڑ دیا مقام قلب پر عروج میں مجھے بے پناہ پختگی نصیب ہوئی۔

قطب الارشاد اور اس کا فیضان! قطب الارشاد فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے یہ مقام بہت کم حضرات کو ملتا ہے۔ صدیوں اور زمانوں کے بعد اس مقام پر ایک شخص متمکن ہوتا ہے دنیا کی تمام تاریکیاں اس کے نور سے چھٹ جاتی ہیں اور اس کے ظہور کے نور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے منور ہو جاتی ہیں۔ اس کا ارشاد ساری دنیا پر محیط ہوتا ہے۔ عرش کے وا ہراہ سے لے کر زمین کی گہرائیوں تک جس کسی کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ ایمان اور معرفت کی روشنی ملتی ہے قطب الارشاد کے واسطے سے ملتی ہے اس کے واسطے کے بغیر کوئی شخص اس کمال تک رسائی نہیں پا سکتا اس کا نور ایک بحرِ بیکراں ہے وہ ساری دنیا کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے وہ دریائے منجمد معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی حرکت نظر نہیں آتی۔ جو شخص قطب الارشاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا اخلاص رکھتا ہے یا قطب الارشاد خود کسی کی طرف توجہ دیتا ہے تو اس توجہ کے دوران اس طلب گار کے دل میں ایک سوراخ پیدا ہو جاتا ہے دوسرے لفظوں میں اس کے دل کے دروازے کھل جاتے ہیں وہ اپنے اخلاص اور طلب کی حقیقت سے اس بحر بیکراں سے اپنا حصہ لیتا جاتا ہے اور اس دریا سے سیراب ہو جاتا ہے بعض بزرگ مقام قطب الارشاد سے واقف نہیں ہوتے اور وہ اس کی طرف توجہ دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ان کی یہ بے توجہی یا محرومی کسی انکار یا تکبر سے نہیں ہوتی۔ بلکہ مقام قطب الارشاد سے ناواقفیت کی بنا پر ہوتی ہے اس بزرگ کو بھی قطب الارشاد سے ایسے ہی حصہ ملتا ہے جس طرح باراں رحمت سے تمام مقامات سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ یہ فیض یابی ان لوگوں کے لئے خصوصی ہوتی ہے جو مقام قطب الارشاد سے واقف ہوتے ہوئے توجہ اور طلب فیضان کرتے رہتے ہیں

بعض لوگ قطب الارشاد کے مقام کے منکر ہوتے ہیں وہ اپنے عجب و تکبر کی وجہ سے قطب الارشاد کو خاطر میں نہیں لاتے ایسے لوگ کتنے ہی ذکر الٰہی اور تقدس میں مشغول رہیں رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہتے ہیں خواہ قطب الارشاد ایسے بھی کوئی نقصان نہ پہنچائے یا ارادہ نقصان بھی نہ کرے لیکن وہ شخص اپنے کردار کی وجہ سے رشد و ہدایت سے محروم رہتا ہے ظاہری طور پر اسے کچھ چیزیں میسر آ بھی جائیں مگر وہ رشد حقیقی سے یکسر خالی رہتا ہے

بزرگوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جنہیں قطب الارشاد سے خلوص اور محبت ہے، قطب ارشاد انہیں اپنی توجہ میں لے یا نہ لے ایسے بزرگ اپنے اس خلوص و محبت کی بنا پر فیضان الٰہیہ سے بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں اور اس رشد و ہدایت کے انوار ملتے رہتے ہیں۔ والسلام علی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

من اتبع الهدی۔

ذوق یافت! کارکنان قضا وقدر نے سب سے پہلے جو دروازہ کھولا وہ ذوق یافت کا تھا یافت کا نہیں تھا پھر ایک وقت آیا کہ یافت کی دولت میسر آئی اور ''ذوق یافت'' گم ہو گیا۔

یادر ہے کہ یہ دوسری حالت (ذوق یافت یا یافت کا گم ہونا) حالت کمال ہے اور اسی سے ولایت خاصہ کے درجات پر رسائی ہوتی ہے اور تیسرا مقام مقامِ التکمیل والرجوع الی خلق اللہ ہے پہلی حالت تو جذبہ کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ سلوک بھی شامل ہو جائے تو وہ مکمل ہو جاتی ہے تو تیسری حالت حاصل ہو جاتی ہے لیکن وہ مجذوب جو سلوک سے عاری ہوتا ہے اسے دوسری اور تیسری حالت سے کچھ حصہ نہیں ملتا لہذا خود کامل بنانے والا وہ مجذوب ہے جو سالک بھی ہو۔ اسے ہی مجذوب سالک کہتے ہیں پھر وہ سالک مجذوب بھی ہوتا ہے مگر جو شخص محض سالک ہو یا محض مجذوب ہی ہو وہ نہ تو خود کامل ہوتا ہے نہ دوسروں کی تکمیل کر سکتا ہے ہمیں ایسے کوتاہ کاروں میں سے نہیں ہونا چاہیے۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر البشر سیدنا محمد و آلہ الاطہر

ماہ ربیع الاول کے آخری دنوں میں مجھے خانوادہ نقشبندیہ کے ایک ممتاز بزرگ (خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اس سلسلہ نقشبندیہ کے خلفیہ اور مشائخ میں سے تھے آپ نے اپنے بزرگان سلسلہ کا طریقہ حاصل کرنے کے بعد نصف ماہ رجب کو مجھے نقشبندی طریقہ میں بیعت فرما کر حضور قلب کی سعادت بخشی آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی تھی آپ نے فرمایا نقشبندی نسبت دراصل حضور قلب کا ہی نام ہے آپ نے مجھے دس سال اور چند ماہ اپنی تربیت میں رکھا چنانچہ ماہ ذی قعد کے نصف آغاز میں وہ انتہا (نہایت) جو ابتدا (بدایت) ہی میں بے شمار ابتداؤں اور اوساط کے پردوں کے پیچھے سے جلوہ گر ہوئی تھی حجابات چاک کر کے دفعتاً جلوہ گر ہوئی مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ آغاز (بدایت) میں جو تجلی نظر آتی تھی وہ اسی البم کی صورت میں تھی جس کی حقیقت اب سامنے آئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے وہ اسی پیکر کا ایک سایہ یا عکس تھا اسی ایک مسمی کا اسم تھا ان دونوں (ابتدا اور انتہا) میں بڑا فرق ہے حقیقتِ حال اسی مقام پر پہنچ کر معلوم ہوئی اور وہ مکہ سے اسرار یہاں آ کر منکشف ہوئے جس نے اس ذوق کو چکھا ہی نہیں اسے اندازہ نہیں ہوسکتا۔ من کم یذق کم یذر

اظہار نعمت! وَاَمَّا بِنِعمَةِ رَبِکَ فَحَدِث! (اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کرو) ایک دن میں اپنے خاص احباب کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ انہی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا یہ غور و خوض مجھ پر اس قدر غالب ہوا کہ اپنے آپ کو درویشانہ وضع جس میں کامل مناسبت نہ تھی محسوس کرنے لگا اسی دوران میری اس خاکساری اور انکساری پر میرے اللہ کو ترس آ گیا اور مجھ خاک نشین کو بلند مرتبہ کر کے میرے باطن میں آواز آئی کہ میں نے تجھے بخش دیا قیامت تک ہونے والے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو مجھ سے نسبت رکھتے ہیں۔ یہ نسبت خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ ہو مجھے یہ آواز بار بار آتی رہی اور مجھے بار بار یقین دلایا جاتا رہا کہ مجھے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے میں نے اللہ کی اس عنایت پر بے حد شکر ادا کیا۔ الحمدللہ سبحانہ علی ذالک حمد کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ وسمحا یحب ربنا ویرضی والصلواۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ کما یحدی

مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس نعمت خداوندی کا افشا اور اظہار کرتا رہوں۔

اگر بادشہ بردر پیرزن   بیاید۔ تو اے خواجہ باشی مکن

سیر الی اللہ! خدا کی طرف سیر کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اسماء راتعین میں سے اس اسم تک سیر کی جائے۔ جو اس سالک کا مبداء تعین ہے یعنی سالک کے متعلق فیصلہ کیا جاتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی کونسی صفت میں سیر کرتا ہے۔

سیر فی اللہ! سیر فی اللہ سے مراد یہ ہے کہ اس اسم میں سیر کی جائے تو اس ذات احدیت کی بارگاہ تک منتہی ہو اس کی ذات اسماء صفات اور اعتبارات کے تصور سے پاک ومنزہ ہے۔ یہ وضاحت اس طرح آسان ہوگی کہ اسم مبارک "اللہ" سے ایسا مرتبہ وجوب لیا جائے جو تمام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسماء وصفات کو جامع ہو اگر اسم مبارک سے مراد خدا تعالیٰ کی ذات محض لی جائے تو اس معنی سے ''سیر فی اللہ'' اور ''سیر الی اللہ'' ہی مراد ہو گی۔

سیر عن اللہ! سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ سے بالکل علیحدہ سیر عن اللہ ہے جو سیر ذات محض میں ہے نہایت النہایۃ کے نقطہ میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس نقطہ پر پہنچنے کے بعد بلا کسی تردد کے سالک کو دنیا کی طرف آ جانا چاہیے۔ اسے سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی معرفت ہے جو نہایت النہایۃ کے مقام پر فائز حضرات کے ساتھ مخصوص ہے اولیاء اللہ میں میرے سوا کسی بزرگ نے اس خصوصی نقطے اور ممتاز معرفت پر گفتگو نہیں کی اللہ جسے چاہے اسے نوازتا ہے۔ والحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد و آلہ اجمعین۔

کمالات ولایت! کمالات ولایت میں مختلف بزرگان دین نے مختلف انداز میں پیش قدمی کی ہے بہت سے بزرگ ایسے ہوئے ہیں جنہیں ولایت میں صرف ایک ہی مقام یا درجہ تک رسائی حاصل ہوئی ہے۔ بعض ایسے بزرگ ہوتے ہیں جو صرف دو مقام تک رسائی حاصل کر سکے ہیں بعض تین تین کمالات کے مالک ہوتے ہیں اولیاء اللہ کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جنہیں چار کمالات تک نوازا گیا ہے۔ بعض گنے چنے اولیاء اللہ پانچ پانچ کمالات کی استعداد رکھتے ہیں مگر ایسے افراد کی تعداد بہت تھوڑی ہے ان پانچوں درجوں میں سے پہلے درجے کا تعلق تجلی افعال سے دوسرے درجہ کا تعلق تجلی صفات سے ہوتا ہے۔ آخری تین درجوں کا تعلق ذاتی تجلیات سے ہوتا ہے جس کے مختلف مدارج ہیں۔

میرے نزدیک زیادہ تر احباب مذکورہ درجات میں سے بعض درجات پر فائز ہیں چند احباب چوتھے درجہ پر بھی پہنچے ہیں مگر چند ایک ایسے بھی ہیں جو پانچویں درجہ پر فائز ہوئے ہیں یہ پانچواں درجہ ولایت کا آخری درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن درجات سے مجھے نوازا ہے وہ پانچوں درجات سے بلند ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد آج تک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان درجات کا ظہور نہیں ہوا یہ جذبہ سلوک کے کمالات سے بھی بلند تر مقام ہے اس کمال کا ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ہوگا۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر البریۃ

نزول کا انتہائی کمال! نہایۃ النہایۃ تک پہنچ جانے والے لوگوں کو جب واپس آنا پڑتا ہے تو انہیں نہایت نچلے درجہ تک اترنا ہوتا ہے اور کمال کے آخری درجہ (نہایت النہایت) تک پہنچنا اس وقت مناسب ہوتا ہے جب اس کا نزول انتہائی نچلے درجہ تک ہو جائے۔ جب اس خصوصیت کے ساتھ رجوع واقع ہو تو صاحب رجوع اپنی پوری ذات کے ساتھ اسباب کی دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ ایسی حالت میں کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور کچھ حصہ مخلوق کی طرف راغب رہے کیونکہ ایسا ہونے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ایسے شخص کو نہایۃ النہایۃ تک وصول حاصل ہی نہیں ہوا اسی طرح (غایۃ الغایۃ) انتہائی نچلے درجے کا نزول بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے کہ نماز پڑھتے وقت جو مومن کے لئے معراج ہے۔ صاحب رجوع لطائف کی توجہ بارگاہ الٰہی میں خشوع و خضوع اختیار کر لیتی ہے مگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر وہ دنیاوی امور میں دلچسپی لینے لگتا ہے ہاں فرائض و سنتیں ادا کرتے وقت چھ کے چھ لطائف بارگاہ خداوندی میں رہنے لگتے ہیں مگر نوافل کی ادائیگی کے دوران صرف ایک لطیفہ بارگاہ خداوندی میں متوجہ رہتا ہے۔ حدیث پاک میں لی مع اللہ وقت ۔(میرے لئے اللہ کے قریب ایک وقت آتا ہے) کی برکات کی بدولت اسے وہ ذوق حاصل ہوتا رہتا ہے۔ نماز میں ایسی کیفیات کا قرینہ ایک اور حدیث میں بھی ملتا ہے۔ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) اس حدیث کے قرینہ کے علاوہ کشف صحیح اور الہام صریح بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ مجھے اس معرفت سے خصوصی حصہ ملا ہے۔

حضرات مشائخ نے اس کیفیت کو جمع بین التوجہین قرار دیا ہے۔ والامر الی اللہ سبحانہ والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفی علیہ و آلہ الصلوات والتسلیمات اتمھا و اکملھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مشاہدہ انفس و آفاق مشائخ اور صوفیا کے بعد اہل اللہ کا مشاہدہ انفس (اپنی باتوں) میں ہوتا ہے وہ آفاقی مشاہدہ جو سیر الی اللہ کے دوران ہوتا ہے اس کا اعتبار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس فقیر (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) پر ظاہر فرمایا ہے کہ جو مشاہدہ انفس میں ہوتا ہے وہ بھی اسی مشاہدہ کی طرح ہے جو آفاق میں ہوتا ہے معتبر نہیں کیونکہ ایسا مشاہدہ حق نہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل اور بے چگونہ ہے۔ آئینہ میں خواہ آفاق کا ہو یا انفس کا یہ گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ دنیا میں داخل ہے اور نہ ہی اسے دنیا سے خارج قرار دے سکتے ہیں۔ نہ وہ دنیا سے متصل ہے اور دنیائے شہود سے دور ہے ۔ دنیا میں نہ تو اللہ تعالیٰ کی رویت (مشاہدہ) ممکن ہے اور نہ اسے عالم خارج قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اسی طرح نہ اسے دنیا (دنیا کے مظاہر) سے جدا کیا جا سکتا ہے چنانچہ اہل اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ آخرت (قیامت) رویت خداوندی ہماری دنیاوی عقل وفکر میں محدود نہیں ہوگی یہ رویت بلا کیفیت ہوگی جو علق اور وہم کی حدود میں نہیں آ سکے گی قضاوقدر کے کارکنوں نے دنیا میں اس راز کو صرف خاص الخاص افراد پر ہی منکشف کیا ہے۔ اگرچہ ہم اسے رویت قرار نہیں دے سکتے مگر ہم اسے رویت مماثل قرار دے سکتے ہیں۔ یہ دولت ہے جو صحابہ کرام کے بعد شاید ہی کسی دوسرے شخص کو میسر آئی ہو۔ میرے نزدیک یہ سعادت صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حصہ تھی۔ میری رائے شائد بعض حضرات کو گراں گزرے اور بہت سے لوگ اسے قبول نہیں کریں گے مگر یہ اس نعمت عظمیٰ کے اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خواہ کوتاہ اندیش اسے قبول کریں یا نہ کریں۔ یہ نسبت مستقبل میں حضرت امام مہدی (رضی اللہ عنہ) میں خصوصیت کے ساتھ ظاہر ہوگی۔ انشاء اللہ۔ والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفی صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماً علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

سلوک کی ابتدا! جب کوئی طالب اپنے شیخ یا پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے سب سے پہلے استخارہ کرائے۔ یہ استخارہ تین سے سات بار کرایا جاتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چاہیے۔ استخاروں کے بعد اگر اس طالب کو کوئی تذبذب نہ ہو اسے آگے تربیت دینا ضروری کر دی جائے سب سے پہلے اسے توبہ کرائے توبہ پر قائم رہنے کی تعلیم دے اور دو رکعتیں نماز توبہ ادا کرنے کے لئے کہے۔ کیونکہ توبہ حاصل کیے بغیر اس راہ پر چلنا بے فائدہ ہے۔ ابتدائی طور پر اجمالی توبہ ہے تفصیلی توبہ آئندہ تربیت کے دوران کرائے۔ کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کی ہمتیں اور روحانی قوتیں کمزور پڑتی جارہی ہیں اگر آغاز میں ہی تفصیلی توبہ کا بوجھ ڈال دیا جائے تو بڑی مشکلات کا سامنا ہوگا ممکن ہے کہ ان مشکلات سے گھبرا کر طالب آگے نہ بڑھ سکے۔ اجمالی توبہ کے بعد آہستہ آہستہ طالب کو آگے بڑھنے کی تربیت دی جائے اور اس سلسلہ میں پوری توجہ کی ضرورت ہے راہ سلوک کے آداب و شرائط بتادیے جائیں قرآن وسنت اور اسلاف کے عمل کی تعلیم دی جائے اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرادے کہ ان معاملات کی تکمیل کے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔ طالب کے ذہن کو اس بات پر آمادہ کر دینا چاہیے کہ قرآن وسنت کی اتباع کے بغیر مطلوب تک رسائی ناممکن ہے اور یہ بات ذہن نشین کرادینی چاہیے کہ اس پیروی کے بغیر مطلوب تک رسائی ناممکن ہے اور یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ اس راستہ میں جتنے کشف یا اصول سامنے رکھیں گے اگر بال برابر بھی کتاب وسنت سے انحراف ہوا تو تمام کے تمام بے کار ہو کر رہ جائیں گے اگر کوئی ایسا مرحلہ پیش آئے تو استغفار اور توبہ کرائیں اور ساتھ ہی اسے یہ بات ذہن نشین کرادیں کہ اپنا عقیدہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی آرا کے مطابق درست کرے اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ پر کاربند رہے عقائد اہلسنت وجماعت کے اعمال میں کتاب وسنت کی پیروی کو لازمی قرار رہے یہ سلوک کی منزل کے دونوں بازو ہیں جن کی قوت سے پرواز ممکن ہے ان نظریات اور اعمال کے بعد اپنی غذا میں بڑی احتیاط کرے اگر طالب حرام یا مشتبہ غذا کھائے تو راہ سلوک میں دشواریاں پیدا ہوں گی۔ احتیاط کرے کہ جہاں سے جو کچھ مل گیا اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے جب تک ایک چیز کی حلت یا جواز شریعت سے میسر نہ ہو اسے استعمال میں نہ لائے۔ تمام معاملات میں وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(جو کچھ اللہ کا رسول عطا کرے اسے قبول کرو جس سے روک دے اسے ٹھکرا دو) کو اپنا نصب العین بنالے۔

یاد رہے کہ طالبوں کی حالت میں دو مقامات ضرور آتے ہیں یا تو وہ اہل کشف و معرفت کے زمرے میں ہوں گے یا ارباب جہالت اور حیرت کے طبقہ میں ہوں گے۔ اگر چہ سلوک کی منزلیں طے کر لینے کے بعد دونوں مقامات بہت پیچھے رہ جاتے ہیں اور ان کی حیثیت نہیں رہتی اور منزل پر پہنچنے کے بعد راستہ کی دشواریاں ختم ہو جاتی ہیں اس کی مثال یوں سامنے رکھیں کہ دو جماعتیں کعبۃ اللہ میں پہنچتی ہیں ایک جماعت راستہ کی ایک ایک دشواری ۔سفر کا ایک ایک لمحہ قافلوں کی تمام باتیں اسے یاد آتی ہیں دوسری جماعت ایسے ہے جو آنکھیں بند کئے راہ کی تکالیف کا احساس کیے بغیر منزل پر پہنچ جاتی ہے جو آنکھیں بند کیے راہ کی تکالیف کا احساس کیے بغیر منزل پر پہنچ جاتی ہے اور تفصیلات کو خاطر میں نہیں لاتی اب منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد دونوں بامراد ہیں دونوں برابر ہیں کسی کو دوسرے پر برتری نہیں اگر چہ راستہ کی دشواریوں کو پہچاننے اور ان کے احساس کی کیفیات مختلف ہیں تاہم منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد دونوں سابقہ مراحل کو بھول جانا (جہل) ضروری ہے اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے بعد جہل ضروری ہے معرفت کی منزل میں اپنا علم تجربہ بے کار ہو کر رہ جاتے ہیں اللہ کی ذات میں معرفت حاصل کرنا بھی جہل اور معرفت سے عاجز ہونا ہے۔

راہ سلوک کی منزلیں! سلوک کی منزلیں طے کرتے وقت دس ایسے مقامات آتے ہیں جن سے گزرنا ضروری ہے تین مقامات تجلیات پر مشتمل ہیں۔ تجلی افعال۔ تجلی صفات اور تجلی ذات ۔مقام رضا کے علاوہ یہ تمام مقامات تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں صرف مقام رضا ہی ذات خداوندی اور محبت ذاتیہ سے وابستہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خواہ محبوب کی طرف سے آرام پہنچے یا دکھ۔ شفقت ملے یا تکلیف محب کے لئے یکساں ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں رضا نصیب ہوتی ہے اور رضا ہی رضا ہوتی ہے۔ ناپسندیدگی ختم ہو جاتی ہے اسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرح تمام صفات میں کمال کی حد کو پہنچ جانا تجلی ذاتی کے حصول کے وقت ہی ممکن ہے کیونکہ مکمل ترین فنا اسی تجلی سے وابستہ ہے دوسرے نو مقامات تجلی افعال اور تجلی صفات ہی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔

ہم اس کی یوں وضاحت کریں گے کہ سالک اپنے اوپر صفات الٰہیہ کا مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ وانابت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ڈر اور خوف کھاتا ہے تقویٰ کو اپنا شعار بنالیتا ہے خدا کی تقدیرات پر صبر کرتا ہے۔ بے صبری اور ناتوانی سے چھٹکارا پالیتا ہے۔ چونکہ تمام نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے لامحالہ مقام شکر میں داخل ہو جاتا ہے توکل ثابت قدم ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی نرمی اور مہربانی ہوتی ہے تو امید (رجا) کے مقام میں داخل ہو جاتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے تو اسے سارے جہاں کی ذلتیں پست نظر آتی ہیں اور یہ دنیا کی نگاہ میں ذلیل وخوار نظر آتی ہے اور اس طرح اس کی رغبت دنیا سے ہٹ جاتی ہے اور فقر اختیار کرتا ہے زہد و تقویٰ کا پیکر بن جاتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ حالات صرف سالک مجذوب کے نصیب ہوتے ہیں ہر نو واردان مقامات کو نہیں پا سکتا۔ ہاں مجذوب سالک ان مقامات کو اجمالی طور پر پالیتا ہے کیونکہ عنایت ازلی کی کشش سے وہ ایسی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جو ان مقامات کی تفصیل سے اسے آگاہ کرنے لگتی ہے وہ محبت کے زیر سایہ ان مقامات کا لب لباب اور ان منازل کا خلاصہ مکمل کر لیتا ہے جو صاحب تفصیل کو بھی میسر نہیں ہوتا۔ والسلام علی من اتبع الھدی

نفی کل! طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ انفس و آفاق سے تعلق رکھنے والے تمام معبودان باطل کی نفی کا اہتمام کرے اور معبود حق کے اثبات کے بارے میں جو کچھ اس کے شعور اور خیال کے حوصلے میں آسکے اس کی نفی کرے اور صرف حق تعالیٰ کے موجود ہونے پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اس مقام پر وجود کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ذات حق کو وجود سے بالاتر تلاش کرنا چاہیے۔ علمائے اہلسنت نے بہت خوب کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سبحانہ وتعالیٰ پر زائد ہے۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود سے پرے کسی دوسری بات کا اثبات نہ کرنا کوتاہی فکر ہے۔

شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ **فوق عالم الوجود عالم الملک الودود** (شہنشاہ ودود کی دنیا عالم وجود سے بھی اوپر ہے)

جن دنوں مجھے (مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی) عالم وجود سے اوپر لیجایا گیا تھا تو میں کچھ عرصہ تک مغلوب الحال رہا۔ علم تقلیدی کی رو سے اپنے آپ کو اہل اسلام شمار کرتا رہا مختصر یہ کہ ذہن وشعور میں جو کچھ آ سکتا ہے وہ بھی بطریق اولی ممکن ہی ہوگا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ! سلوک کے دوران فنافی اللہ اور بقاباللہ سے ہی ممکن بھی واجب بن جاتا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایسا ہونا ناممکن نہیں۔ اس لئے تو حقائق الٹ جاتے ہیں لہذا جب ممکن واجب نہیں ہوسکتا تو ممکن کے حصہ میں اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ واجب تعالیٰ کے ادراک سے اپنے عجز اور درماندگی کا اعتراف کرلے۔

عنقا شکار کس نشود، دام باز چین

کہ اینجا ہمیشہ باد بدست دام را

(عنقا کسی کے جال میں نہیں آ سکتا۔ لہذا اپنا جال سمیٹ لو۔ یہاں تو دام میں ہمیشہ ہوا ہی آتی ہے یہ کسی کو اپنے اندر قید کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔)

بلند ہمتی کا تقاضا ہے کہ ذات حق سے طالب کو کچھ بھی ہاتھ نہ آئے اور ذات حق کا کوئی نام ونشان ظاہر نہ ہو۔ صوفیا کی ایک جماعت ایسی ہے جو یہاں ایک دوسرا مطلب لیتی ہے بعض لوگ ذات حق کو عین پاتے ہیں اور اس کے ساتھ قرب ومعیت پیدا کر لیتے ہیں۔

آں ایشانند ومن چنینم یارب

حضرت خواجہ نقشبند کی شش جہات نگاہ! حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تمام مشائخ کے آئینہ قلب کی صرف دو جہتیں ہوتی ہیں۔ لیکن میرے آئینہ قلب کی چھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جہتیں ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی کے اس کمال کو آج تک خانوادہ نقشبندیہ کے کسی بزرگ نے اس کلمہ قدسیہ کی تشریح اور توجیہہ نہیں فرمائی حتیٰ کہ اشارہ کنایہ سے بھی اس موضوع پر اظہار خیال نہیں فرمایا۔ مجھ جیسے حقیر اور کم مایہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس نکتہ کی تشریح و توضیح کرے۔ اور اس کی وضاحت میں لب کشائی کرے لیکن مجھے اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس معمہ کے اسرار کو واقف فرمایا ہے اور اس کی حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے لہذا دل میں خیال آتا ہے کہ اس نایاب موتی کو تحریر کی لڑی میں پرو کر قارئین کے سامنے لاؤں اور اس راز کو روح زبان پر لا کر واضح کروں۔ میں نے پہلے استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے استدعا کی ہے کہ وہ مجھے غلط بیانی سے محفوظ رکھے اور صحیح بیان کی توفیق دے۔

میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آئینہ سے مراد عارف الٰہی کا قلب ہے جو روح اور نفس کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتا ہے ان بزرگوں نے اس آئینہ قلب کی دو جہتیں جو روح اور نفس کو دیکھنے کے کام آتی ہیں ذکر کیا ہے لہذا مشائخ کو جب مقام قلب پر رسائی ہوتی ہے تو وہ ان پر اس کی دونوں جہتیں منکشف ہوتی ہیں اور ان دونوں مقامات کے علوم و معارف جنہیں قلب سے مناسبت ہوتی ہے منکشف ہوتے رہتے ہیں مگر حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند قدس سرہ اس کے برعکس خصوصی امتیاز کے مالک ہیں اس مقام پر چونکہ انتہا ابتدا میں مندرج ہوتی ہے لہذا اس طریقہ آئینہ قلب کی چھ جہتیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ کارکنان قضا و قدر نے سلسلہ نقشبندیہ اور طریقہ عالیہ کے اکابرین پر یہ بات منکشف کر دی ہے کہ چھ لطیفوں میں سے کچھ افراد انسانی کے مجموعے ہیں موجود اور ثابت ہیں۔ تمام کے تمام قلب کے اندر بھی موجود ہیں (یہ لطیفے نفس۔ قلب۔ روح۔ سر۔ خفی اور اخفیٰ ہیں) چھ جہتوں سے ہم انہیں چھ لطائف سے مراد لیتے ہیں۔ باقی مشائخ کی سیر تو ظاہر قلب پر ہوتی ہے اور حضرات سلسلہ نقشبندیہ کی سیر باطن قلب پر ہوتی ہے اور اس میں یہ حضرات قلب کے اطن بطون (یعنی قلبی گہرائیوں کے بواطن) کے مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ اور علوم و معارف کے چھ لطائف مقام قلب منعکس ہونے لگتے ہیں۔ جنہیں مقام قلب سے مناسبت ہوتی ہے۔ ہم حضرت خواجہ نقشبند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قدس سرہ کے مقام شش جہت کو انہی نکات سے واضح کر رہے ہیں۔

ان بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کی برکات کی بدولت مجھے مزید برمزید انکشافات بھی ہوئے ہیں اور تحقیق کے بعد تدقیق کا درجہ بھی حاصل ہوا ہے میں ایک رمز کو اشارتاً بیان کرنا مناسب جانتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی انسان کو غلطیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

قلب کے پانچ درجات! یہ بات ذہن نشین کر لینے کے بعد کہ قلب چھ لطیفوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اس طرح قلب کا قلب بھی چھ لطائف سے مزین ہوتا ہے لیکن قلبِ کے قلب میں دائرہ کی تنگ دامانی کی وجہ سے یا بعض دوسرے اسرار سے ان چھ لطائف میں سے دو لطیفے جزئی طریق پر ظاہر نہیں ہوتے ان میں سے ایک لطیفہ نفس ہے اور دوسرا لطیفہ اخفیٰ ہے۔

یہ حال اس قلب کا ہوتا ہے جو تیسرے درجہ پر ہوتا ہے مگر اس میں لطیفہ خفی بھی ظاہر نہیں ہوتا اور یہ کیفیت اس قلب کی بھی ہے جو چوتھے مرتبہ پر ہوتا ہے مگر اس میں لطیفہ سر بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ باوجودیکہ لطیفہ قلب اور لطیفہ روح اس میں ظاہر ہوتا ہے اور پانچویں مرتبہ لطیفہ روح بھی ظاہر نہیں ہوتا اور صرف قلب محض باقی رہ جاتا ہے جو بالکلیہ بسیط ہوتا ہے اس میں قطعاً کسی دوسری چیز کا اعتبار نہیں ہوتا۔

ہمارے نزدیک بعض معارف عالیہ کو معلوم کر لینا اس لئے ضروری ہے تاکہ ان معارف کی روشنی میں نہایت النہایت اور غایۃ الغایت تک پہنچا جا سکے میں اللہ کی عطا کردہ توفیق سے کہتا ہوں کہ جو کچھ عالم کبیر میں تفصیلاً ظاہر ہوتا ہے وہ عالم صغیر میں اجمالاً ظاہر ہوتا ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے لہذا جب عالم صغیر کا رنگ دور کر کے اسے منور کر دیا جاتا ہے (یعنی انسان کی اصلاح کر کے اس کے قلب و روح کو روشن کر دیا جاتا ہے) تو اس میں وہ تمام چیزیں آئینے کی طرح جھلکنے لگتی ہیں۔ جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔ انسان کا رنگ دور ہونے اور منور ہو جانے سے اس کے قلب و روح میں وسعت آ جاتی ہے اور اس کی آلائشیں اور کوتاہیاں دور ہو جاتی ہیں یہی حال قلب کا ہے اس کی نسبت عالم صغیر کے ساتھ اسی طرح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے جس طرح عالم صغیر کی عالم کبیر کے ساتھ ہے۔ یعنی اجمال و تفصیل کی نسبت جب عالم اصغر جو عالم قلب کا ہی نام ہے۔ صیقل (روشن) ہو جاتا ہے تو اس پر چھائی ہوئی ظلمت اور تاریکی دور ہو جاتی ہے پھر اس آئینہ کے اندر بھی وہ چیز منعکس ہونے لگتی ہے جو عالم صغیر میں تفصیلاً پائی جاتی ہے یہی معاملہ قلب کے ساتھ قلب کی نسبت سے ہے قلب میں اجمال ہے قلب قلب میں تفصیل ہے۔ ان تفصیلات کا ظہور اس اجمال میں ہونے لگتا ہے حالانکہ وہ خود مجمل ہوتا ہے

تیسرے مقام پر مرتبہ قلب اور چوتھے مقام پر مرتبہ قلب اجمال و تفصیل پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ مراتب مختلف مدارج پر رونما ہوتے جاتے ہیں ان قلبوں کی کیفیت اسی پیمانہ پر قیاس کرنا چاہیے پانچویں مرتبہ میں جس قلب کا قیام ہے وہ تمام نورانیات اور صفائیوں کا درجہ اتم ہوتا ہے اس پر تمام عالم واضح ہوتے ہیں وہ بسیط ہونے کے باوجود اس میں کسی چیز کا اعتبار نہیں ہوتا کامل تصفیہ کے بعد وہ تمام چیزیں جو دوسرے عالموں میں موجود ہیں منعکس ہوتی ہیں عالم کبیر، عالم اصغر غرضیکہ تمام عالم اس کی حدود قیود میں ہوتے ہیں۔ لہذا پانچواں قلب تنگ ہونے کے باوجود وسیع تر بھی ہوتا ہے۔ بسیط ہونے کے باوجود وسیع تر بھی ہے۔ قلیل ہونے کے باوجود کثیر بھی ہے۔

یاد رہے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کوئی چیز اتنی لطیف پیدا نہیں کی جتنا قلب ہے اور اس عجیب و غریب لطیفہ کے مقابلے میں دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں بنائی گئی جو اپنے خالق اور صانع کے ساتھ اتنی قریب نسبت رکھتی ہو چنانچہ اس مقام پر اپنے خالق اور صانع کی وہ عجیب و غریب نشانیاں ظہور پذیر ہوئی ہیں جو دوسری کسی مخلوق سے ظاہر نہیں ہوتیں ایک حدیث قدسی میں یہ مضمون آتا ہے۔

لیسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن

(نہ میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمانوں کی وسعتیں مجھے سما سکتی ہیں لیکن میں اپنے بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عالم کبیر! عالم کبیر اگر چہ ظہور کے اعتبار سے آئینوں میں سب سے زیادہ وسیع ہے لیکن اتنی کثرت اور تفصیل کی وجہ سے اسے ذات باری تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں اس ذات کے لائق صرف وہی چیز ہو سکتی ہے جو تنگ ہونے کے باوجود وسیع تر ہو۔ بسیط ہونے کے باوجود بڑی وسعت پذیر ہو۔ قلیل ہونے کے باوجود کثیر تر ہو۔ جب کوئی عارف جس کی معرفت مکمل تر اور جس کا حضور (شہود) کامل تر تھا۔ اس مقام پر پہنچتا ہے جس کا وجود نادر ہے اور مرتبہ کے لحاظ سے شریف تر ہے تو ایسا عارف تمام جہانوں اور تمام ظہورات کا قلب بن جاتا ہے ایسا شخص ہی ولایت محمدیہ کا حقدار ہوتا ہے۔ اور دعوات مصطفویہ کے ساتھ مشرف ہوتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما

اقطاب واوتاد کا مقام! جس ہستی کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ اتنی بلند ترین ہوتی ہے کہ تمام اقطاب۔ اوتاد اور ابدال اس کے دائرہ ولایت میں آتے ہیں۔ افراد۔ احاد اور اولیاء کے تمام طبقے اسی کے انوار ہدایت سے مستنیر ہوتے ہیں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کا نائب ہوتا ہے۔ یہ وہ نسبت شریف اور عزیز ہے جو بہت نادر اور کمیاب ہے۔ یہ مقام مرادین میں سے کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ اس مقام پر صرف مرادین پہنچتے ہیں۔ مریدین کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ یہی مقام ''مقام عظمٰی'' ہے یہی مقام غایۃ اولی ہے۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی منصب ہے۔ نہ بلندی ہے اس کے آگے نہ کوئی مقام کمال ہے اور نہ کوئی منصب اکرام ہے اگر آپ کو صدیوں بعد ایسا عارف کامل مل جائے تو یہ غنیمت جانو۔ اس کی برکات طویل عرصہ اور صدیوں تک جاری رہتی ہیں وہ عارف کامل ہوتا ہے جس کی گفتگو امراض کی دوا ہے جس کی نگاہ شفا ہوتی ہے۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ امت محمدیہ کے اسی مقام پر فائز ہوں گے اور وہ اس نسبت مخصوصہ کی ساری عظمتیں لے کر آئیں گے

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اس نعمت عظمٰی کا حصول طریق سلوک اور جذبہ تفصیل سے وابستہ ہے۔ فنا اور بقا کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تمام مقامات درجہ بدرجہ حاصل ہوتے ہیں۔ یہ مقام سید المرسلین ﷺ کی اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ الحمدللہ الذی جعلنا مقابعیہ والمسئول من اللہ سبحانہ کما المتابعتہ والثبات علیہ الاستقامۃ علی شریعتہ ویرحم اللہ عبداً۔ آمین ثم آمین۔

یہ ہیں وہ اسرار اور مخفی رموز جن پر آج تک اکابر اولیاء کرام میں سے کسی نے بھی لب کشائی نہیں فرمائی اور بزرگ ترین حضرات نے بھی اس موضوع پر اظہار خیال نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ناچیز بندے (مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی) کو اپنے خاص فضل وکرم سے ان خفیہ اسرار کے اظہار کے لئے فرمایا۔ کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

اگر بادشاہ بہر در پیر زن
بباید تو اے خواجہ سبت مکن

ترجمہ! اگر بڑھیا کے در پہ آئے سلطان۔ تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشان)

اگر بادشاہ کسی عاجز بڑھیا کے دروازے پر کرم فرمائی کرتے ہوئے چلا آئے تو آپ لوگوں کو اس کرم نوازی اور ذرہ نوازی پر تعجب نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی قبولیت کسی علت کے ساتھ وابستہ نہیں کسی تعصب یا وجہ کی پابند نہیں وہ جو چاہے کرتا ہے جسے چاہے نوازتا ہے وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں مخصوص کر لیتا ہے وہ بڑے فضل وکرم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا ومولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر۔ آپ کی اولاد پر۔ اس کی برکتیں نازل ہوں۔ آپ پر۔ آپ کی اولاد پر۔ آپ کے اصحاب پر۔ ملائکہ مقربین پر اللہ کے نیک بندوں پر۔

روح کیا ہے؟ روح دنیائے بے کیف سے تعلق رکھتی ہے لامکان ہی اس کا مقام ہے۔ اگرچہ روح کی بے کیفی اللہ تعالیٰ کے مرتبہ وجوب کی نسبت سے عین کی کیفیت ہے اور اس کی لامکانیت لامکانی حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی نسبت سے عین مکانیت ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یوں کہہ سکتے ہیں کہ عالم ارواح اس دنیا و مرتبہ بے چونی (بے کیف) کے درمیان برزخ ہے اور مرتبہ بے کیفی کی طرف نظر کی جائے تو عین چوں (عین کیف) نظر آتا ہے یہ برزخیت اسے اپنی اصل فطرت کے اعتبار سے حاصل ہے۔

روح جب بدن عنصر (جسم) میں مقید ہوتا ہے تو اس کے ایک ڈھانچے میں گرفتار ہو جاتا ہے تو وہ برزخیت سے نکل کر دنیائے کیف میں اتر آتی ہے۔

بے کیفی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اس کی حالت ہاروت و ماروت کی طرح بعض مصلحتوں کی بنا پر ارواح ملائکہ بشریت کی پستیوں میں نیچے اتر آتی ہے ہمارے مورخین اور مفسرین نے اس واقعہ پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی دستگیری شامل حال ہو جائے اور اس سفر سے واپسی نصیب ہو جائے اور قید سے آزاد ہو کر بستی سے عروج کرنے لگے تو نفس ظلمانی اور بدن عنصری کو بھی اس کے طفیل عروج نصیب ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی منازل سے جو کچھ مقصود ہے وہ ظاہر ہونے لگتے ہے۔ اس سلسلہ میں روح کے متعلق اور اس کے تنزل سے جو کچھ مقصود ہے وہ ظاہر ہونے لگتا ہے نفس امارہ مطمئن ہونے لگتا ہے۔ تاریکی نورانیت سے بدلنے لگتی ہے جب روح اس سفر کو مکمل کر لیتی ہے تو اسے اس کو اپنے انجام تک پہنچائے گی۔ اور اپنی اصلی برزخیت تک پہنچ جائے گی اور اس طرح اپنی ہدایت (نقطہ انجام) کو حاصل کرے گی۔ لہذا وہ بھی برزخیت ہی میں مقام پذیر ہوگا۔

نفس مطمئنہ! نفس مطمئنہ پر عالم امر کا ایک رنگ چڑھا ہوا ہے اس لئے وہ قلب و بدن کے درمیان ایک برزخ ہے وہ بھی اس جگہ قیام پذیر ہوگا۔ لیکن بدن عنصری جو چار عناصر سے مرکب ہے وہ عالم کون و مکان میں قرار پائے گا اور اطاعت و عبادت میں مشغول ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر کوئی سرکشی ہوگی تو تمام عناصر کی پستیوں کی طرف منسوب ہوگی مثلاً آتش جو اپنی فطرت عادت کی وجہ سے سرکش اور مخالفت پر رہتی ہے۔ ابلیس لعین کی زبان میں انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی طرح صدا بلند کرے گی۔ نفس مطمئنہ تو سرکشی سے باز رہتا ہے وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ کی رضا پر راضی ہوتا ہے وہ سرکشی کا تصور بھی نہیں کرتا۔ اگر سرکشی ہو سکتی ہے تو قالب سے ہو سکتی ہے نفس مطمئنہ سے نہیں سرکارِ دو عالم ﷺ نے غالباً اسی ابلیسی سرکشی کی وجہ سے اس سے جہاد کرنے کو جہادِ اکبر قرار دیا ہے آپ نے جو یہ فرمایا ہے اسلم شیطانی (میں نے اپنے شیطان کو مسلمان کر لیا ہے) مراد آفاقی شیطان ہے جو حضور کے قرین بن گیا تھا لیکن جہادِ اکبر والی حدیث سے مراد شیطان انفسی ہے اگرچہ شیطان کا زور توڑ دیا گیا تھا۔ اور اپنی جبلی سرکشی سے باز آ گیا تھا لیکن چونکہ اس کی جہالت میں سرکشی تھی اس لئے کبھی خطرہ لاحق ہونے کا احتمال تھا اس لئے حضور ﷺ نے اسلم شیطانی (میرا شیطان مسلمان ہو گیا) سے انفسی شیطان ہی مراد لیا ہے اس کے مسلمان ہونے کے باوجود اس کی جبلت اور فطرت نہیں بدلی مسلمان ہونے کے بعد وہ عزیمت چھوڑ کر رخصت پر عمل کرے تو پھر بھی درست ہے اگر اس سے گناہ صغیرہ سرزد ہو بھی جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے کیونکہ نیک لوگوں کی نیکی مقربان بارگاہ کی برائی سے تعبیر کی جاتی ہے اس کا اپنی سرکشی سے توبہ استغفار پشیمانی انکساری پر آ جانا بے انتہا ترقی کا باعث بن جاتا ہے جب بدن عنصری اپنے مقام پر قرار پالیتا ہے تو لطائف ستہ سے جدا ہونے اور اس کے عالم امر میں ترقی کرنے کے بعد دنیا میں خلیفہ اللہ کہلانا اسی بدن و قالب کا حق ہے اور ان سب کے کام اسی کو کرنے پڑیں گے اس کے بعد اگر الہام ہوتا ہے تو اسی گوشت کے ٹکڑے (مضغہ) پر ہوتا ہے جو حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے اور جو حدیث نبوی میں وارد ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا جس کا ترجمہ یوں ہے۔

"جو شخص چالیس روز خالص اللہ کے لئے وقف کر دیتا ہے تو حکمت و دانائی کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر اس کی زبان سے ظاہر ہونے لگتے ہیں حدیث شریف میں گوشت کا یہ ٹکڑا دل یا زبان ہے۔"

ایک اور حدیث میں آیا ہے "کہ میرے دل پر ہلکا سا غبار طاری کر دیا جاتا ہے۔" یہ غبار حضور کی ذات اقدس یا روح پر نہیں ہوتا بلکہ اسی گوشت کے ٹکڑے پر آتا ہے کیونکہ وہ قلب مہبط انوار الٰہیہ تو کلیۃً غبار سے آزاد ہو چکی ہے ایک اور حدیث میں قلب کی تبدیلی کا بھی ذکر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے فرمایا۔

قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن۔ (مومن کا قلب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے) پھر ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ مومن کا قلب پرندے کے ایک پر کی طرح ہے جو کسی جنگل میں پڑا ہوا ہو۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ اللھم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی طاعتک (اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنی فرمانبرداری میں قائم رکھ) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دل کا تبدیل ہونا پلٹنا اسی گوشت کے ٹکڑے سے مراد ہے نہ کوئی اور چیز ہے کیونکہ آپ کا قلب حقیقی تو بلاشبہ مطمئن (مطمئنہ) تھا بلکہ آپ کا نفس بھی مطمئن (نفس مطمئنہ) تھا۔ یہ آپ کے قلب حقیقی کی نگرانی اور سیاست کی وجہ سے مطیع و منقاد تھا۔

صاحب عوارف المعارف کا ایک نکتہ! حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ الہام نفس مطمئنہ کی صفت ہے جس نے قلب کے مقام پر عروج کیا ہے اس وقت نفس کی تمام تبدیلیاں اور رنگ آمیزیاں نفس مطمئنہ کی بدولت ہوتی ہیں۔ ہمارے نزدیک صاحب عوارف المعارف کا یہ قول احادیث نبویہ کے خلاف ہے اگر حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کو اس مقام پر خود عروج ہوتا تو اس مقام کی حقیقت حال کو بیان فرمانے میں کامیاب ہوجاتے اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ اسکی صداقت کو پالیتے اور اسی حقیقت میں کشف والہام نفس مطمئنہ کی بجائے حضور سرور کائنات ﷺ کی احادیث کے مطابق ہوتے۔ آپ اگر میری گزارشات پر غور کریں تو گوشت کا یہ ٹکڑا (قلب کی حقیقت کا حصہ) خلیفہ ہوتا اور خود اس پر الہام وارد ہوتے ہیں اور یہی صاحب احوال وتلونیات ہوجاتا ہے۔ یہ باتیں اگرچہ جاہل، متعصب اور حقیقت سے ناآشنا حضرات پر ناگوار گزرتی ہیں لیکن صداقت کو بیان کرنا میری ذمہ داری ہے اہل بصیرت ذرا غور فرمائیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ ان فی جسدبنی آدم لمضغته اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله . (بے شک انسانی بدن میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جو تندرست ہو تو تمام کا تمام بدن تندرست رہتا ہے لیکن جب وہ بیمار ہو جائے تو سارے کا سارا بدن خراب ہو جاتا ہے) یہ مضغہ یا گوشت کا ٹکڑا قلب ہی ہے۔ سیدالانبیا ﷺ نے اسی قلب یا گوشت کے ٹکڑے کو جسم کی درستگی اور خرابی کا منبع بتایا ہے لہٰذا جو کچھ قلب حقیقی کے لئے درست ہے وہی اس گوشت کے ٹکڑے کے لئے درست ہے۔ خواہ یہ بات نیابت اور خلافت کے طور پر ہو۔ ایک بات اور ذہن نشین کرلیں کہ جب روح جسم خاکی سے پرواز کرتا ہے تو عارف واصل کے لئے چونکہ قلب پر پورا اختیار ہو چکا ہوتا ہے وہ روح کی اس جدائی سے جسم کی قوت سے تو محروم ہو جاتا ہے مگر روح اس کے مقام قلبی کو بے کار نہیں کر سکتی وہ نہ تو اس کے ساتھ پیوستہ رہتی ہے نہ اسے جدا کر سکتی ہے وہ محسوس کر سکتا ہے کہ روح کا ایک جسم کے ساتھ ایک تعلق ضرور تھا جس کی وجہ سے جسم خاکی کی درستگی تھی مگر دوسری طرف روح کی درستگی کے جو کمالات اور مقامات ہوتے ہیں وہ موت کے باوجود اس سے جدا نہیں ہوتے اگر یہ تعلق نہ ہوتا تو جسم اپنے تمام لوازمات کے ساتھ تمام شر اور نقص بن جاتا بعینہ یہی صورت روح وغیرہ کے ساتھ واجب تعالیٰ کی ہے (یعنی جسد خاکی سے روح کی علیحدگی سے اللہ تعالیٰ کے تعلق سے محرومی نہیں) چنانچہ ذات واجب تعالیٰ نہ عالم میں داخل ہے نہ اس سے خارج ہے نہ اس کے ساتھ پیوستہ ہے نہ اس سے جدا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا عالم روح اور عالم قلب کے ساتھ ایک تعلق ضرور ہے۔ یہ تعلق عالم کو قائم کرنے۔ باقی رکھنے۔ کمالات کے فیضان اور نعمتوں اور بھلائیوں کے لئے مستعد بنانے کا تعلق ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب! میری ان گذارشات کے بعد بعض حضرات یہ اعتراض اٹھائیں گے کہ علماء کرام اور صوفیاء عظام نے روح کے سلسلہ میں اس قسم کی کوئی گفتگو نہیں فرمائی۔ بلکہ انہوں نے اس قسم کی بحث کو بھی جائز نہیں سمجھا اور آپ علماء و مشائخ کے تمام خیالات سے اتفاق بھی کرتے ہیں۔ اور احترام کے ساتھ ان سے ہم نوا بھی ہوتے ہیں اب روح کے معاملہ میں اس انداز سے گفتگو کیوں فرمائی جا رہی ہے۔ میں اس سلسلہ میں یوں عرض کروں گا کہ پہلے تو ان میں سے اکثر حضرات روح کے معاملہ میں حقیقت حال سے واقف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں ہیں جنہیں روح کے متعلق علم ہے وہ اس کے روحانی کمالات پر گفتگو نہیں کر سکے بعض نے اجمالی اشارے کیے ہیں بعض نے اجتناب فرمایا ہے انہیں یہ خدشہ تھا کہ عوام کی کج فہمی اور کوتاہ علمی ان نکات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہیں وہ اپنی نافہمی کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائیں لہذا ان حضرات نے خاموشی کو بہت سمجھا ہے وہ جان بوجھ کر اس بات سے بچتے رہتے ہیں کیونکہ روحانی کمالات کی معرفت نہایت مشکل امر ہے روحانی کمالات اور کمالات وجودیت کے درمیان بڑا خفیف سا فرق ہے۔ اس فرق کو صرف راسخ العلم علماء ہی محسوس کر سکتے ہیں لہذا انہوں نے اجمال اور اختصار سے کام لیا اس کی حقیقت اور وضاحت پر خاموشی اختیار کرنا ہی مناسب سمجھا وہ حضرات ان کمالات کے منکر نہیں تھے اس پر مہر بلب ضرور تھے میں نے ان معاملات کو اپنے علمی اعتماد اور وسیع واقفیت کی وجہ سے بیان کیا ہے اور یہ اعتماد اور معرفت مجھے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے حاصل ہوئی ہے۔ یہ سعادت مجھے سید المرسلین ﷺ کی نظر شفقت کے صدقہ سے میسر آئی ہے اور میں نے ان تمام شبہات کا ازالہ کر دیا ہے جو اس موضوع پر وارد ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ جس طرح جسم روح سے بے شمار کمالات حاصل کرتا ہے اسی طرح روح بھی جسم سے بے شمار فوائد کا اکتساب کرتا ہے یہ جسم ہی ایک ایسی مشینری ہے جس سے روح دیکھنے والا سننے والا اور گفتگو کرنے کے قابل ہوتا ہے یہ جسم کے اندر اپنا مقام بناتا ہے اس کے بعد جسم کے تمام اعمال و حرکات اور افعال کا محاسبہ کرتا ہے جسم کو حاصل کیے بغیر روح محض ایک نور رہ جاتا ہے اس کے محرکات اور فیوضات ختم ہو جاتے ہیں۔

عقل معاد! جب نفس مطمئنہ روحانیوں کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے جس کی تفصیل ہم اوپر بتا چکے ہیں تو عالم اجساد میں عقل اس کی جگہ پر اس کی نائب اور خلیفہ بن کر بیٹھتی ہے اس کا نام عقل معاد ہوتا ہے اب اس کا تمام فکر و اندیشہ تمام کا تمام آخرت کے لئے ہی مختص ہوتا ہے اور وہ زندگی اور اس کے متعلقات کے فکر سے بے نیاز ہو جاتی ہے اور قدرت کی طرف سے جو نور عطا ہوتا ہے اس کی بدولت اسے فراست ملتی ہے یہ مقام کمالات عقل کے انتہائی مرتبوں میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے ہے۔

ایک اعتراض کا جواب! اگر کوئی برخود غلط شخص یہ اعتراض اٹھائے کہ عقل کے مراتب کمالات کی انتہا تو یہ ہونی چاہیے کہ وہ معاد اور معاش دونوں کو بھول جانے میں پختگی حاصل کرے کیونکہ ابتدا میں بھی اس کی فکر کا مرکز دنیا ہو خواہ آخرت ہر جگہ سوائے خدا تعالیٰ اور کچھ نہیں ہوتا۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ نسیان اثنائے راہ میں فنا فی اللہ کے مقام میں اسے حاصل ہوا تھا لیکن یہ کمال اس مقام سے بہت منزلیں آگے کا ہے یہاں تو حصول جہل کے بعد علم کا واپس کرنا اور جمع کے نظریات کے بعد فرق و امتیاز کا دوبارہ لوٹنا ہے اور کفر طریقت کے بعد جو مرتبہ جمع میں حاصل ہوتا ہے اسلام حقیقی کا حاصل ہونا ہے فلاسفہ نے اپنی بیوقوفانہ حرکات اور خیالات سے عقل کے متعلق بے سروپا مفروضے قائم کیے ہیں انہوں نے عقل میں چار مراتب قائم کیے ہیں پھر ان چار مرتبوں کو ہی کمالات عقل سمجھ لیا ہے یہ ان کی انتہائی حماقت ہے عقل کو ان کے کمالات کے باوجود وہم کے ساتھ نہیں سمجھنا چاہیے ان حقائق کو سمجھنے کے لئے ایسے کشف اور الہام صریح کی ضرورت ہے جو انوار نبوت کے فانوس سے مقتبس ہوں۔

عقل ہے ناتمام ابھی خرد ہے بے یقین ابھی

صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علی جمیع الانبیاء والمرسلین عموماً وافضلھم حبیب اللہ خصوصاً

ایک اور اعتراض! بعض لوگ یہ اعتراض بھی سامنے لاتے ہیں کہ بزرگان دین اور مشائخ نے عقل کو روح کا ترجمان قرار دیا ہے ہمارے پاس اس کا یہ جواب ہے کہ جو علوم و معارف روحانی طور پر مبدا فیاض سے جاری ہوتے ہیں انہیں قلب (جس کا تعلق عالم ارواح سے ہوتا ہے) اخذ کر لیتا ہے اس قلب کی ترجمان عقل ہوتی ہے جو انہیں ضبط تحریر میں لا کر ان کا خلاصہ تیار کر کے ان ارباب علم کی رہنمائی کرتی ہے اور اسے قابل فہم بناتی ہے جو لوگ عالم خلق میں گرفتار ہیں اگر عقلی دنیا کے لوگوں کی ترجمانی نہ کرے تو وہ مطالب ان کے فہم و ادراک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے بالاتر رہیں گے جو معارف روحانیت سے آتے ہیں ہم سابقہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں کہ رفتہ قلبیہ حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے اس لئے اس نے بھی اصل کی حیثیت اختیار کرلی ہے اس کی اخذ کرنے کی صلاحیت بھی روحانی ہوتی ہے اسے بھی ترجمانی کی ضرورت ہے اور کسی ترجمان کی محتاج ہے

یاد رہے کہ عقل معاد پر ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ نفس مطمئنہ کی قربت اور ہمسائیگی کے باعث بن جاتا ہے اور یہ شوق اس حد تک بڑھتا ہے کہ علق معاد نفس مطمئنہ کے مقام تک پہنچ جاتی ہے اس حالت میں عقل معاد قلب کو خالی اور تہی دست چھوڑ جاتی ہے تعقل اور تذکر کی صلاحیت بھی (عقل معاد کی بجائے) اس قلبی لوتھڑے میں قرار پاتی ہے۔

ان فی ذالک ذکری لمن کان له قلب. (اس حقیقت میں ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو قلب رکھتے ہیں) ایسے وقت میں وہی قلب اپنا ترجمان بن جاتا ہے اس وقت عارف کا معاملہ قالب کے ساتھ یکساں ہوتا ہے اسی کا آتشی جزو جو انا خیر منه (میں اس سے بہتر ہوں) کی صدائیں لگاتا ہے مطیع ومنقاد ہو جاتا ہے رفتہ رفتہ اسلام حقیقی کے شرف سے مشرف ہو جاتا ہے چنانچہ کارکنان قضا وقدر ابلیسی خلقت کو اس سے دور کر دیتے ہیں اسے نفس مطمئنہ کے اصل مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کا نائب مناب اور قائم مقام قرار دیا جاتا ہے قالب (جسم) جسم میں قلب حقیقی کا خلیفہ وہی لوتھڑا ہے جو قلب کے نام سے مشہور ہے اور نفس مطمئنہ کا قائم مقام بن جاتا ہے۔

زرشد مس وجود من از کیمیائے عشق

جسم انسانی کا ایک اور جزو ہے جسے جزو ہوائی کہا جاتا ہے اسے روح کے ساتھ بڑی مناسبت ہے چنانچہ سالک جو ہوا اور فضا میں پہنچتا ہے تو اس تک عروج حاصل کر لیتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسی ہوا کو حقانیت کا عنوان سمجھ لیا جاتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے جسے روح کے مقام پر بسا اوقات ایسا مغالطہ ہو جاتا ہے اور سالک اسی غلط مشاہدہ میں گرفتار ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح ہی کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرتا رہا ہوں جب کارکنان قضا وقدر نے مجھے اس مقام سے نکال دیا تو مجھے ہوش آیا اور حق باطل سے جدا ہوا۔ یہ جز و ہوائی بسا اوقات روح کا ہم جنس ہوتے ہوتے قالب میں روح کا قائم مقام بن جاتا ہے اور بعض مقامات میں روح وہ روح کا ہم پلہ بن جاتا ہے جسم انسانی کا تیسرا اجزو آبی ہے ۔ یہ حقیقت جامعہ قلبیہ سے مناسبت رکھتا ہے اسی لئے اس کا فیض تمام چیزوں کو پہنچتا ہے جسم انسانی کا چوتھا جز و خاکی (مٹی) ہے یہ بدن اور قالب کا جزو اعظم ہے ۔ یہ اپنی کمینگی اور حست کی آلودے سے جو اس کی جبلت ہے پانی حاصل کرنے کے بعد اس قالب میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے قالب میں جو کچھ بھی ہے اس کے حکم میں ہو جاتا ہے اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اسی کی یہ حقیقت اس کی مکمل جامعیت اور برتری کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ قالب کے دوسرے اجزا تو بہت تھوڑے ہوتے ہیں جو اسی کے کمزور جز و ہوتے ہیں اسی وجہ سے زمین ہی عناصر اور افلاک کا مرکز قرار دی گئی ہے اور زمین کا مرکز ہی پوری دنیا کا مرکز ہے اس وقت قالب کا معاملہ بھی انجام کو پہنچ جاتا ہے اور انتہائی عروج و زوال کے مقامات حاصل کرتا ہے۔ تکمیل کا کمال اس وقت حاصل ہو جاتا ہے یہ وہ انتہا ہے جو ابتدا کی طرف رجوع کرتی ہے۔

بارگاہ قدس خداوندی کے حضور حاضر ہو جاتی ہے اور پھر اس قالب سے مکمل علیحدگی اختیار کر لی جاتی ہے اور قالب بھی پورے طور پر اپنے تمام اجزا کے ساتھ مقام مراتب کے ساتھ مقام شہود و حضور میں قرار پاتی ہے۔ اور ماسوا کے دید و دانش سے مکمل طور پر روگرداں ہو جاتی ہے اس موقع پر قالب مکمل طور پر مقام اطاعت اور بندگی میں واضح ہو جاتا ہے یہ ہے فرق بعد الجمع (یعنی جمع ہونے کے بعد جدا ہو جانا) واللہ سبحانہ الموافق للکمالات

مجھے (مجدد الف ثانی) اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر خصوصی رسائی عطا فرمائی ہے یہ مقام روح کے اپنے تمام مراتب کے ساتھ عالم خلق کی طرف لوٹ آنے کا مقام ہے تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ جل سبحانہ کی طرف دعوت دے اور روح اس وقت قالب کی طرح ہی ہوتا ہے اور تمام امور اسی کی اتباع میں سرانجام دیتی ہے پھر یہ معاملہ اتنی یک جہتی سے چلتا ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر روح حاضر ہوتی ہے تو قالب بھی حاضر ہوتا ہے اگر قالب غافل ہوتو روح بھی غافل ہوتی ہے ہاں نماز ادا کرتے وقت روح اپنے تمام مراتب کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں حاضر اور متوجہ ہوتی ہے خواہ قالب غافل ہی کیوں نہ ہو۔اسی لئے نماز مومن کی معراج کہلاتی ہے۔

دعوت کا ایک اہم مقام! واصل شخص کا ایسا رجوع جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں دعوت کے کامل ترین مقامات میں سے ہے غفلت ایک جمع کثیر کی حضوری کا سبب بنتی ہے غافل اس غفلت سے غافل ہیں اور جو صاحب حضور ہیں وہ اس رجوع سے لاعلم ہیں یہی وہ مقام ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے لیکن ظاہراً ہم غفلت کو قابل صد مذمت گردانتے ہیں ہر کوتاہ اندیش کی رسائی اس نکتہ کو نہیں سمجھ سکتی اگر میں اس غفلت کے کمالات کو بیان کروں تو صاحب حضور حضرات اپنے مقام کو چھوڑ کر غفلت اختیار کرنے لگیں یہی وہ غفلت ہے جو انسانوں میں خواص حضرات کو خواص ملائکہ سے بلند مرتبہ بنا دیتی ہے اسی غفلت کی وجہ سے سید المرسلین ﷺ رحمۃ اللعالمین کے مقام پر فائز ہوئے اسی غفلت کی بدولت ولایت کے مقام پر سے انبیاء کرام منصب نبوت کو پہنچے یہی وہ غفلت ہے جس نے بعض انبیاء کرام کو رسالت کے مقام پر سرفراز فرمایا۔یہی وہ غفلت ہے جس نے معاشرہ میں کام کرنے والے اولیاء اللہ اور گنہگاروں کو بیدار کرنے والے مشائخ کو گوشہ نشین اولیاء اللہ پر ترجیح دیا ہے یہی وہ غفلت ہے جس نے سید المرسلین ﷺ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت دے کر دنیا کا بلند ترین مقام دیا۔ورنہ صدیق اکبر اور سرکار دوعالم کی قربت کا یہ عالم تھا کہ ایک گھوڑے کے دونوں کانوں سے تشبیہ دی گئی تھی یہی وہ غفلت ہے جو ہوش (صحو) کو سکر (بے خودی) میں تبدیل کرتی ہے یہی وہ غفلت ہے جو نبوت کو ولایت سے بلند مرتبہ قرار دیتی ہے۔یہی وہ غفلت ہے جس کی وجہ سے قطب ارشاد قطب ابدال پر فضیلت رکھتا ہے۔یہی وہ غفلت ہے جس کی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمیشہ آرزو کرتے تھے۔ **یا لیتنی کنت سھو محمد**ؐ۔(کاش مجھے حضور کی ایک بھول نصیب ہو جاتی) یہی وہ غفلت ہے جس کے سامنے حضوری (ہوشمندی) خادم کی حیثیت سے کھڑی رہتی ہے ہاں یہی وہ غفلت ہے جو لوگوں کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نظر میں تنزلی مگر حقیقت میں ترقی اور بلندی ہے ہاں ہاں یہی وہ غفلت ہے جو خواص کو عام میں لا کھڑا کرتی ہے اور وہ عوام میں گھل مل کر اللہ کی دعوت اور تبلیغ کا کام کرتے ہیں اور گنہ گاروں کو اللہ کی قربت میں لاتے ہیں۔

گر بگویم شرح این بے حد شود

ترجمہ! اگر میں اس نکتہ کی تشریح کروں تو ایک بحرِ بے کراں بن جائے۔

فرق بعد الجمع! روح اپنے مراتب اور اپنی تابع چیزوں کے ساتھ اگرچہ عروج کے طریقے پر اپنے مقام تک پہنچ چکی ہوتی ہے لیکن ابھی اسے اپنے قالب کی تربیت درپیش ہوتی ہے اس لئے اسے دنیا کی طرف متوجہ رہنا پڑتا ہے جب قالب کا معاملہ مکمل ہو جاتا ہے تو روح اپنے دوسرے لطائف سری خفی اخفی (یعنی قلب نفس اور عقل) کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ قلیل کثیر کی دلالت بن جاتا ہے۔ ایک قطرہ بحر ناپیدا کنار بن جاتا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدی والتزام متابعته سیر المصطفی علیه وعلی آله من الصلوات والتسلیمات اتمها واکملها.

سید المرسلین کا امتیازی مقام! سید المرسلین ﷺ تمام انبیاء کرام اور رسل میں ایک امتیازی اور مخصوص مقام رکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو تجلی ذات کا منصب حاصل ہے اس دوست عظمیٰ کی وجہ سے آپ کی بارگاہ بھی بلند ترین ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیروی کرنے والے اولیاء اللہ بھی بلند مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔ اس سے لوگوں کو یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہیے کہ امت محمدیہ کے اولیاء کاملین حضرات انبیاء سے بھی بلند مرتبہ کے مالک ہیں یہ عقیدہ اہلسنت و جماعت کے نظریہ کے خلاف ہے اور یہ فضیلت کوئی جزئی فضیلت نہیں۔ ہم اسے فضیلت کلی قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ کے بندوں کا ایک دوسرے سے افضل ہونا قرب خدا وندی کے پیمانے سے ماپا جاتا ہے یاد رہے انبیاء کرام کے مقابلہ میں جو فضیلت بھی ہو وہ کم ہی کم ہے۔

میرا خیال ہے کہ امت محمدیہ کے کاملین کا قرب خداوندی میں حصہ ہونا یا کسی اعلیٰ منصب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر فائز ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس مقام پر واصل بھی ہو چکے ہوں فضیلت کا انحصار تو واصل ہونے پر ہوتا ہے۔ اس امت جو خیر الامم کے کاملین کا انتہائی عروج (مقام) انبیاء علیہم السلام کے قدموں کے نیچے ہی ہوتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد پوری انسانیت میں سب سے بلند درجہ اور افضل ترین شخصیت ہیں لیکن ان کا انتہائی عروج (مقام) بھی کسی نبی کے مقام کے نیچے تک ہے اور یہ درجہ تمام انبیا کے درجات سے کم تر ہے۔

اس بحث کا یہ نتیجہ ہے کہ اس امت محمدیہ کے اکابرین اور واصلین اس مقام میں جو فوق الفوق کے کمالات سے نیچے مقام ہے پورا حصہ حاصل ہے۔ یہ فوق الفوق کا مقام ان کے پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہے خادم جہاں کہیں بھی ہوا سے اپنے مخدوم کا پس خوردہ پہنچ جاتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دور کا خادم بھی اپنے مخدوم کے دستر خوان سے کچھ حاصل کر لیتا ہے لیکن بعض اوقات نزدیک رہنے والے خدمت کی دولت کے بغیر کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔

در قافلہ کہ اوست ۔ دانم نرسم
ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

(ترجمہ)۔ جس قافلہ میں میرا محبوب ہے میں وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے اتنا ہی کافی ہے کہ دور سے اس قافلے کی گھنٹیوں کی آواز سنائی دیتی ہے)

شیخ اور مرید کا تعلق! یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بعض اوقات مریدوں میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ راہ سلوک میں اپنے پیر و مرشد میں مساوات کا درجہ حاصل کیے ہوئے ہیں حالانکہ جس نظریہ کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے وہی اصل میں درست ہے مساوات کا درجہ تو اس وقت حاصل ہوتا ہے جب مرید بھی واصل ہو جائے ان مقامات کو صرف حصول مرتبہ پر منحصر نہیں جاننا چاہیے کیونکہ یہ حصول تو طفیلی ہوتا ہے یعنی مرید کو یہ مقام اپنے پیر و مرشد کے طفیل نصیب ہوتا ہے بایں ہمہ ہم یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ زندگی میں کوئی مرید اپنے مرشد یا شیخ کا ہم پایہ یا بلند پایہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ مساوات ممکن بھی ہے اور جائز بھی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بہت سے مقامات پر ایسا ہوا بھی ہے کہ مرید نے اپنے مرشد سے بلند مرتبہ پر ترقی کی ہے۔ ہم تو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کسی مقام کے حاصل ہونے اور اس مقام پر واصل ہونے میں نہایت باریک فرق ہے ہر مرید کو اس دولت کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی اس باریک نکتہ کو سمجھنے کے لئے صحیح کشف اور صریح الہام درکار ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب والسلام علی من اتبع الھدی

راہ سلوک میں پیش آنے والے واقعات! مجھ سے ایک سالک نے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اس راہ پر چلنے والے کو ایک ہی حالت پیش آتی ہے اور ایک عرصہ تک وہ برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد وہ کیفیت غائب ہو جاتی ہے اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور کچھ زمانے کے بعد پھر غائب ہو جاتی ہے میں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہر آدمی کے سات لطیفے ہوتے ہیں اور ہر لطیفہ کی حکمرانی اور اقتدار کی مدت جداگانہ ہوتی ہے اگرچہ وارد ہونے والی حالت ان میں لطیف ترین لطیفہ پر وارد ہوتی ہے۔ تو یہ دوسری قوی حالت بھی اس پر نزول کرتی ہے اس طرح سالک کی مجموعی کیفیت اسی قوی لطیفہ کے رنگ میں رنگی جاتی ہے اور وہی حالت تمام لطیفوں پر چھا جاتی ہے جب تک اس لطیفہ کے اثرات قائم رہتے ہیں لطیفہ کا غلبہ قائم رہتا ہے جب یہ غلبہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ کیفیت بھی زائل ہو جاتی ہے اور ایک مدت بعد وہی حالت دوبارہ لوٹ آتی ہے اگر یہ حالت پہلے لطیفے پر لوٹتی ہے تو سالک پر ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اگر کسی دوسرے لطیفے پر وارد ہو تو ترقی کے راستے کھل جاتے ہیں اس طرح مختلف لطائف ایک دوسرے کی کیفیتیں قبول کر کے سالک کی ترقی کا ذریعہ بنتے جاتے ہیں اگر وہ کیفیت تمام لطیفوں میں اصالۃً سرایت کرے تو سالک صاحب حال سے صاحب مقام ہو جاتا ہے پھر زوال سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال الصلوٰۃ والسلام علی سید الشبر والہ الاطھر۔

کلوا من طیبات مارزقنا کم کی ایک عمدہ تشریح! قرآن کریم نے اہل ایمان کو پاکیزہ اشیاء کھانے کا حکم دیتے ہوئے اعلان کیا کہ "اے ایمان والو! ان پاکیزہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چیزوں سے کھالو جو ہم نے تمہیں بطور رزق عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو' اس آیت کریمہ میں کھانے کے بعد اس کی عبادت کرنے کی شرط نظر آتی ہے یعنی جو کچھ ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے لذیذ چیزیں کھاؤ بشرطیکہ تمہاری طرح سے یہ بات صحیح ہو کہ تم عبادت کرتے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مخصوص بالعبادت جانتے ہو اگر ایسا نہیں اور تم لہو ولعب میں ڈالنے والی خواہشات کے پیچھے دوڑ رہے ہو تو ان پاکیزہ چیزوں کو نہ کھاؤ اس صورت میں تم بیمار ہو جاؤ گے۔ باطنی بیماریاں پیدا ہونے لگیں گی ان بیماریوں کے اثر میں اگر تم پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ گے تو وہ تمہارے لئے زہر بن جائیں گی ہاں اگر تمہارا باطنی مرض دور ہو جائے تو تمہیں پاکیزہ اور لذیز چیزیں فائدہ پہنچائیں گی علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں طیبات کی تفسیر مستلذات (لذید اور دل پسند چیزیں) کی ہے۔

معرفت کے بعد لغزش! ہمارے بعض مشائخ قدس سرہ نے فرمایا ہے **من عرف اللہ لایضرہ ذنب۔** (جس شخص نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اسے گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا) یعنی وہ گناہ جو اس معرفت سے قبل مرتکب ہوئے تھے بھی نقصان نہیں دے سکتے۔ جس طرح اسلام لانے سے پہلے کی سرکشیاں اور کفریات کا اثر اسلام قبول کرنے کے بعد زائل ہو جاتا ہے۔ صوفیا کے ہاں بھی معرفت کا مقام ایسا ہی ہے جیسے کفر سے اسلام کی طرف آنا ہے اور انہیں حقیقی اسلام فنا و بقا کے بعد ہی میسر آتا ہے اس اصول کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ معرفت الٰہی آنے سے قبل کے گناہ کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اس مقام پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ گناہ صغیر جو معرفت کے بعد سامنے آئیں بھی اثر انداز نہیں ہوتے۔ کبیرہ گناہ سے تو اولیاء اللہ محفوظ ہوتے ہیں صغیرہ گناہ اس لئے اثر نہیں ڈالتے کہ اولیاء اللہ ان پر قائم نہیں رہتے اور اس کا تدارک کر کے یا استغفار کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ سے گناہ سرزد نہیں ہوتا اور وہ گناہ کے ارتکاب سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے اس طرح جو شخص گناہ کرے گا نہیں اسے نقصان کا احتمال نہیں ہوگا۔

بعض ملحدین اور منکرین اولیاء اللہ نے اس قول سے مراد لی ہے کہ عارف گناہ ضرور کرتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے لیکن اسے گناہ کا نقصان نہیں ہوتا ہم اسے وہم اور باطل اور نظریہ قرار دیتے ہیں ایسے لوگ ازروئے قرآن شیطان کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں خبردار شیطان کی جماعت ہمیشہ خسارے میں رہے گی اے پروردگار! تو ہمارے دلوں کو ہدایت عطا فرمانے کے بعد کسی اور کوتاہی سے محفوظ رکھ اور ہمیں اپنی رحمت عطا فرما یقیناً تو بہت کچھ دینے والا ہے۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ وسلم وبارک

مجھے اللہ کی ذات جس کی مغفرت لامحدود اور بے تحاشا ہے امید ہے کہ ایسے عارف جو اسلام کی حقیقت سے آشنا ہو چکے ہیں انہیں معرفت سے پہلے کے کردہ گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ خواہ یہ گناہ مظالم اور حقوق العباد کے سلسلہ میں ہی سرزد ہو گئے ہوں اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے لوگوں کے دل اس کی انگلیوں میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے دلوں کو تبدیل کرتا ہے ہمارے نزدیک مطلق اسلام قبول کر لینا ہی سابقہ گناہوں سے کلیۃ نجات کا ذریعہ ہے حالانکہ اس مقام پر بھی حقوق العباد کی ادائیگی سے بریت ضروری نہیں ہوتی۔ مگر معرفت الٰہی کے حاصل کرنے کے بعد سابقہ گناہ باطل ختم ہو جاتے ہیں۔

وجود باری تعالیٰ اور معرفت الٰہی! اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے وہ اپنے وجود کا محتاج نہیں اور اسے موجود ہونے کے بعد وجود کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ باقی تمام چیزیں اپنے وجود کے ساتھ موجود ہوتی ہیں۔ چنانچہ اللہ کو موجود ہونے کے لئے وجود کی ضرورت نہیں اور نہ ہی لوگوں کو یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود عین ذات ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے وجود کو عین ذات ہونے کے اثبات تسلیم کریں تو ہمیں بڑے بلند و بالا دلائل کا محتاج ہونا پڑے گا اور اس صورت میں ہمیں خصوصیت کے ساتھ جمہور اہلسنت و جماعت کی مخالفت کرنا پڑے گی کیونکہ یہ لوگ وجود عین ذات ہونے کے قائل نہیں تھے وہ وجود کو زائد سمجھتے تھے۔

اگر ہم ذات خداوندی کو ایسے وجود کے ساتھ موجود کہیں جو اس کی ذات پر زائد ہو تو وجود کے زائد ہونے کا یہ نظریہ ہمیں اس مقام پر لے آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وتقدس غیر کی محتاج ہے لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس وجود کو ہم عرف عام کی حیثیت سے لیں تو جمہور متکلمین اہل حق کی بات درست ہو جاتی ہے اور احتیاج کا اعتراض بھی پوری طرح دور ہو جاتا ہے یہاں دو باتوں میں واضح فرق ہے ایک یہ بات کہ واجب تعالیٰ کو اپنی ذات کے ساتھ موجود کہیں اور وجود کو اس میں بالکل دخل نہ دیں اور دوسری بات یہ کہ اسے وجود کے ساتھ ہی موجود کہیں۔ اور اس کے وجود کو عین ذات ثابت کریں۔ یہ معرفت ان خصوصیات میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مخصوص فرمایا ہے۔ میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتا ہوں اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام پیش کرتا ہوں

واجب الوجود پر مزید وضاحت! واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس کے موجود ہونے کے لئے کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے خواہ اس وجود کو عین کہیں یا ذات پر زائد کہیں۔ ان دو صورتوں میں (عینیت اور زیادتی) میں وہی بات جس سے بچنے کی ہم کوشش کرتے ہیں۔ لازم آتی ہیں ۔عینیت ماننے کی صورت میں ہمیں لایعنی اور طویل دلیلوں کی تلاش ہوگی اور جمہور اہلسنت وجماعت کے نظریات کی مخالفت ہوگی۔ اور اگر ہم زائد مانیں تو حق کی ذات کو غیر کا محتاج ماننا پڑے گا) یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو کچھ مرتبہ وجوب میں پایا جاتا ہے اس کا اظہار امکان کے ہر مرتبہ میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ علمه احد اولم يعلم (اسے کوئی جانے یا نہ جانے) حق تعالیٰ نے عالم امکان میں اس خصوصیت واجب الوجود کا ایک نمونہ وجود کو بنایا ہے۔ حقیقت میں وجود موجود نہیں ہے اور اس کا شمار معقولات ثانیہ میں ہوتا ہے لیکن اگر ہم اس کے وجود کو فرض کریں تو یہ بذات خود موجود ہوگا نہ کہ کسی دوسرے کے وجود کے ساتھ برخلاف دوسری موجودات کے کہ ان کا وجود ہونا وجود کا محتاج ہے خود ان کی ذاتیں اپنے وجود کے لئے کافی نہیں ہیں۔ لہذا وہ وجود جسے لوگوں نے اشیاء کے موجود ہونے میں دخیل تسلیم کیا ہوا ہے اگر موجود ہوگا تو اپنی ذات کے ساتھ ہی موجود ہوگا کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوگا۔ خالق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

موجودات اپنی ذات کے ساتھ مستقل موجود ہے۔ وہ قطعاً وجود کا محتاج نہیں۔ اس میں کوئی تعجب یا ابہام نہیں ہے حقیقت سے نا آشنا لوگ اگر اسے ناممکن یا بعید از دانست سمجھتے ہیں تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

وجودیوں کا ایک استفسار! حکماء اور اتویہ کے علاوہ بعض خود ساختہ صوفیا جو فلفسہ وحدت الوجود کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں بھی حق تعالیٰ کے وجود کے عین ہونے کے قائل ہیں وہ بھی یہی بات کہتے ہیں جو آپ (حضرت مجدد الف ثانی) نے معرفت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے سابقہ ارشادات میں بیان کی ہے کہ واجب الوجود (ذات حق) بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ لہذا یہ بات ایک ہی ہے کہ واجب الوجود ایک ایسے وجود کے ساتھ موجود ہے جو بذات خود ذات کا عین ہے اسے کسی وجود کی محتاجی یا سہارے کی ضرورت نہیں ان حالات میں آپ کا ان حضرات سے جداگانہ نظریہ قابل فہم نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کا جواب! ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ اگر اس مفروضہ کو تسلیم کر لیا جائے تو اس مسئلہ میں اہل سنت کا ان وجودیوں (اشعریہ اور فلاسفہ) سے کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ اس معاملہ میں اہل حق کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ حق تعالی وجود کے ساتھ موجود ہے بذات خود موجود نہیں (تاکہ اختلاف کی کوئی شکل سامنے آتی) اس مفروضہ کی بنا پر وجود کی زیادتی کا ثابت کرنا غلط ہے لہذا وجود کے زائد ہونے کا دعویٰ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ فریقین کا اختلاف وجود کے بارے میں نہیں بلکہ اس کے وصف کے بارے میں ہے آیا وہ اس کی ذات کا عین ہے یا ذات پر زائد؟ دونوں فریق اس بات کے قائل ہیں کہ حق تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے۔ اس بات میں ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف تو صرف یہ ہے کہ وجود اس کی ذات کا عین ہے یا اس کی ذات پر زائد ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب واجب الوجود اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے تو واجب تعالیٰ کو وجود کہنے کے معنی کیا ہوں گے؟ کیونکہ موجود تو اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وجود قائم ہو اور یہاں وجود مطلقاً ہے ہی نہیں ہم ان سوال کا جواب مثبت طریقہ سے دیں گے۔ ایسا کوئی وجود جس کے ساتھ ذات واجب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعالیٰ موجود ہو واجب تعالیٰ میں نہیں پایا جاتا مگر ایسا وجود جسے عرف عام کے طور پر ذات حق تعالیٰ پر بولا جاتا ہے اور وہ بطور اشتقاق اس پر محمول بھی ہو اگر اس وجود کے قیام کے اعتبار سے واجب تعالیٰ کو موجود کہیں تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے اور اس میں کوئی خطرہ لازم نہیں آتا۔

خدا کی ذات مشاہدہ رویت یا وہم وخیال میں نہیں آسکتی! ہم ایسے خدا کی پرستش نہیں کرتے جو شہود کے احاطے میں آسکے جو دیکھا جا سکے جو معلوم کی حدود میں اس کے جو ہمارے وہم وخیال میں سما سکے مشہود، مرئی، موہوم اور خیال میں آنے والی چیز مشاہدہ کرنے والے دیکھنے والے جاننے والے وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کی طرح مخلوق اور پیدا شدہ ہے۔

اے برتر از خیال وقیاس وگماں ووہم
وزہر چہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم

سیر وسلوک کے مقاصد! سیر سلوک کا مقصد پردوں کو چاک کرنا حجابات کو دور کرنا ہوتا ہے خواہ یہ پردے وجوبی ہوں یا امکانی۔ بے پردہ وصال کی تمنا ہوتی ہے یہ نہیں کہ مطلب کو اپنی قید میں لائیں اور اپنا شکار بنالیں۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چنیں
کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

رہ گئی یہ بات کہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ ہوگی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ ہمارا ایمان ہے ہم تو دنیاوی زندگی میں بھی رویت باری تعالیٰ سے انکار کرتے ہیں ہم آخرت میں رویت کی کیفیت کے اظہار سے مخدود نہیں کیونکہ عوام کی فہم اس ادارک سے قاصر ہے اس وجہ سے نہیں کہ خواص بھی اس کا ادارک نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے لئے تو اس مقام سے اس دنیا میں بھی حصہ ہوتا ہے اگرچہ اس کا نام رویت نہیں رکھا جاتا

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ جو چیز دیدہ ودانش میں آجائے وہ مقید ہوتی ہے مطلوب وہ ہوتا ہے جو تمام قیود سے مبرا اور منزہ ہو لہذا اس مطلوب یعنی ذات کو دیدہ ودانش سے ماورا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تلاش کرنا چاہیے یہ معاملہ حد عقل سے بہت پرے کی چیز ہے کیونکہ عقل انہیں چیزوں کو تلاش کرنے میں ناکام ہوتی ہے جو دیدہ ودانش سے ماوراء ہوں

رازِ درون پردہ زرندانِ مست پرس
کیں حال نیست صوفی عالی مقام را

(پردے کے اندر کے اسرار و رموز رندان مست سے پوچھیے۔ یہ کیفیت صوفی عالی مقام کی رسائی سے بہت دور ہے)

اطلاق محض! ذات مطلق اپنے اطلاق محض پر موجود ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی قید و شرط کو دخل نہیں ہے لیکن چونکہ اس کا ظہور مقید (مخلوق) کے آئینے میں ہوتا ہے لہذا اس کا عکس ان آئینوں کے احکام میں رنگ جاتا ہے اس لئے یہ مقید و مخلوق چیزیں دید و دانش میں آجاتی ہیں چنانچہ دید و دانش کی حدود مطلوب کے ایک عکس پر اکتفا کرلیتی ہیں۔ لیکن جو لوگ عالی ہمت ہوتے ہیں وہ محض اخروٹ یا منقیٰ پر سیر نہیں ہوتے وہ بلند مقام کی تلاش میں رہتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی بلند ہمت لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔

فرشتوں پر انسانوں کی فضیلت! سلوک کی ابتدائی تربیت کے دنوں میں مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں ایک دن مکان میں طواف کررہا ہوں۔ بہت سے لوگ بھی میرے ساتھ طواف میں شریک ہیں لیکن ان لوگوں کی سست رفتاری اس حد تک ہے کہ میں پورا طواف کرتا ہوں تو وہ ابھی چند قدم اٹھانے میں کامیاب ہوتے ہیں پھر مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ مکان عرش سے بھی اوپر ہے اور یہ لوگ ملائکہ میں سے ہیں ہمارے نبی اور ان سب حضرات ملائکہ پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں خدا اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص فرمالیتا ہے۔

اولیاء اللہ مافوق البشر نہیں ہیں! اولیاء اللہ کے حجابات اور پردے ان کے بشری صفات سے بنے ہوئے ہیں جن چیزوں کو اس کائنات ارضی پر اپنے والوں کے دوسرے انسانوں کو ضرورت ہوتی صفات بشریت کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے یہ جس قدر اہل اللہ پر ظاہر ہوتی ہیں دوسرے لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلمت و کدورت خواہ تھوڑی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہی کیوں نہ ہوں۔ ہموار اور صاف ستھرے مقام پر زیادہ نمایاں ہوتی ہے مگر ناہموار اور گندے ماحول میں زیادہ نمایاں نہیں ہوتی۔ صفات بشری کی تاریکیاں اور ظلمتیں عام لوگوں میں ان کی مجموعی حیثیت سے بھی سرایت کر جاتی ہیں جسم قلب اور روح پر مسلط ہو جاتی ہیں اس کے برعکس خواص پر یہ ظلمت محض جسم اور نفس تک محدود ہوتی ہے۔ خاص الخاص حضرات کا تو نفس بھی ان ظلمتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ صرف ان کا ظاہری جسم ہی ان ظلمتوں اور کوتاہیوں سے متاثر ہوتا ہے ایک اور بات یاد رکھیں کہ یہ جسمانی ظلمتیں عام لوگوں کے لئے خسارہ اور نقصان لاتی ہیں۔ مگر خواص میں کمال اور تروتازگی کا موجب بنتی ہیں۔ یہ خواص کی ظلمتوں کی برکات ہوتی ہیں جو عوام کو ظلمتوں اور برائیوں سے دور رکھتی ہیں ان کے قلوب کو تزکیہ اور ان کے نفوس تصفیہ بخشتی رہتی ہیں اگر یہ ظلمت نہ ہوتی تو خواص کو عوام سے کوئی نہ نسبت ہوتی اور خواص اور عوام علیحدہ علیحدہ جنسیں ہوتیں افادہ اور استفادہ کی راہیں مسدود ہو جاتیں یہ ظلمتیں خواص کے قلوب اور اجسام کو سیاہ نہیں کر سکتیں۔ بلکہ ان کی ندامت اور استغفار سے یہ ظلمتیں دور ہوتی رہتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے مقامات میں ترقیاں ہوتی جاتی ہیں یہ ظلمت ملائکہ میں نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مقامات مزید ترقیوں سے رک جاتے ہیں وہ جس جس مقام پر ہیں اس سے آگے نہیں بڑھ پاتے یہ ظلمت ایک ایسی تعریف ہے جو خدمت کے مشابہ ہے۔

بے خبر عوام اہل اللہ کو اپنی طرح برائیوں کا شکار سمجھتے رہتے ہیں اور ان کی صفات بشری کو اپنی صفات ذلات کے مشابہ قرار دیتے ہیں اسی وجہ سے ذلیل و خوار رہتے ہیں۔ غایت کو حاضر پر قیاس کر لیتے ہیں حالانکہ ہر مقام کی الگ الگ صفات ہوتی ہیں علیحدہ علیحدہ خصوصیات ہوتی ہیں ہر جگہ کی جدا جدا ضرورتیں ہوتی ہیں اور ہر ضرورت کا علیحدہ علیحدہ مقام ہوتا ہے۔

علوم امکانی اور معارف ایک جگہ جمع نہیں ہو سکے! انسان جب تک علم و ادب میں مقید رہتا ہے اور جتنی مدت تک وہ علم و دانش کی وادی میں سرگرداں رہتا ہے اور جب تک ماسوا کے نقوش سے منقش رہتا ہے پست اور نا قابل اعتماد رہتا ہے ماسوا اللہ کو بھول جانا منزل کی طرف راہنمائی کی علامت ہے۔ ماسوا اللہ کا فنا ہو جانا اگلی منزل کی رسائی کا نشان ہے جب تک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باطل کا آئینہ امکان کے رنگ وغبار سے صاف نہیں ہوتا اس وقت تک اس پر حضرت وجود اور ذات الٰہی کے انوار کا حضور محال بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ علوم امکانی (کائنات کے علوم) اور معارف وجوبی (عرفان الٰہی) کا ایک جگہ جمع ہونا ایسا ہی ہے جیسے ضدین ایک جگہ جمع ہو جائیں اور اجتماع اضداد محال ہے۔

ایک سوال! اس مقام پر ایک سوال سامنے آتا ہے کہ جب قضا کے کارکن کسی عارف کو مقام بقا کیساتھ مشرف فرماتے ہیں اور ناقص لوگوں کی تکمیل کے لئے اسے (عالم امکان کی طرف) واپس بھیجتے ہیں اور امکانی علوم جو پہلے زائل ہو چکے ہوتے ہیں واپس آجاتے ہیں اور اس طرح علوم امکانی اور علوم معارف دونوں ایک جیسے ہو جاتے ہیں حالانکہ ہم اوپر اسے اجتماع ضدین قرار دے کر ناممکن قرار دے چکے ہیں۔

جواب! ہم اس کا جواب یہ دیں گے باقی باللہ (جو اللہ کے ساتھ باقی رہنے والا ہے) عارف اس وقت برزخیت کے مقام پر ہوتا ہے۔ وہ وجوب اور امکان کے درمیان (برزخ) ہوتا ہے وہ دونوں مقامات کے رنگوں میں رنگا ہوتا ہے اس صورت میں اگر دونوں مقامات کے علوم اور معارف اس میں جمع ہو جائیں تو اس میں کیا اشکال ہے کیونکہ اجتماع ضدین کا مقام ایک نہیں رہا متعدد مقامات بن گئے اس طرح اجتماع ضدین نہیں ہوا۔

علم الاشیاء کی واپسی! مرتبہ فنا پر آنے کے بعد چیزوں کا علم زائل ہو گیا تھا۔ مرتبہ بقا پر اگر واپس آگیا ہے تو اس میں عارف کے کمال میں کوئی نقص لازم نہیں آئے گا بلکہ اس رجوع ہی میں اس کا کمال ہے اور اس کی تکمیل اسی رجوع کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ عارف مقام بقا میں واصل ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہو جاتا ہے اور اشیاء کا علم ذات واجب تعالیٰ میں عین کمال ہے اور اس کا عکس یا خلاف موجب نقصان ہے۔

جو عارف اخلاق خداوندی سے رنگا ہوا ہوتا ہے اس کا یہ حال ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ عالم امکان میں علم حاصل ہونے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم ذہن میں معلوم کو صورت کا حصول ہو جاتا ہے اور اس لازمی طور پر عالم کی ذات اپنے اندر معلوم کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صورت کا حصول ہو جاتا ہے عالم کی اثر پذیری بھی بڑھتی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں اس عالم کے اندر تغیر وتلون زیادہ وسیع اور مفصل بھرا ہوتا ہے اس لئے یہی چیز ایک نقص بن جاتا ہے اندریں حالات ایک سچے طالب کے لئے ضروری ہے کہ ایسے تمام علوم کی نفی کر دے اور تمام اشیاء کو بھول جائے۔

یہ کیفیت صرف بشری حالات میں ہوتی ہے۔ذات واجب تعالیٰ میں علم کی یہ کیفیت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی ذات ایسے حالات سے منزہ ہے نہ اس کے ہاں علم آتا ہے نہ اسے علم کی کمی ہے وہ بذات خود علم ونور کا منبع ہے اس میں علمی اشیاء حلول نہیں کرتیں بلکہ حق تعالیٰ علم اشیاء احتیاج سے منزہ ہے یہ تمام چیزیں اس کے ہاں ابدلآباد سے ہی معلوم ہیں وہ ذات ہر قسم کی ترقی تغیر سے پاک ہے وہ اپنی صفات اور ذات میں کسی خارجی اور بیرونی قوت کا محتاج نہیں جو عارف اللہ کے اس رنگ سے مزین ہو جاتا ہے اس کی کیفیتیں بھی عام علماء اور دانشور ممتاز ہو جاتی ہیں۔انہیں علم الاشیاء کے حصول کے لئے کسی قسم کے قواعد وضوابط کا سہارا نہیں لینا پڑتا لہذا اس میں بھی اشیاء معلومہ حلول نہیں کرتیں اور کوئی چیز اسے متاثر نہیں کرتی ان وجوہات سے نہ اسے تصور آتا ہے نہ تلون وہ نقص کو قبول کرنے کی بجائے کمال بن جاتا ہے یہ راز اسرار اور حکمتیں دقائق الٰہیہ میں سے ہیں۔اگر میرے ان خیالات کو لوگ نہیں سمجھتے تو ان سے شکوہ نہیں یہ دقائق الٰہیہ ہیں۔

مقام رضا! مجھے (مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی) سلوک کے ابتدائی زمانے میں مختلف مدارج اور مقامات سے گذرنا پڑا اس رجوع الی اللہ کی منزل پر چلتے چلتے بارہ سال ہو گئے تو مقام رضا سے مشرف فرمایا گیا۔پہلے تو میرے نفس کو دولت اطمینان بخشی گئی اس کے بعد آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے مقام رضا سے بہرور فرمایا۔میں اس وقت تک مشرف نہیں ہوا تھا جب تک اللہ کی رضا کا ایک پرتو روشن ہو کر میرے سامنے نہیں آیا۔تھوڑی دیر بعد میرا نفس مطمئنہ اپنے اللہ پر راضی ہو گیا۔میں اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہوں۔ایسی حمد وثنا جو بے پایاں ہے اور پاکیزہ ہے اس کے اندر اور باہر برکات خداوندی ہوں۔ایسی حمد وثنا جسے اللہ پسند فرمائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور راضی ہو درود سلام ہو اس رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آپ کی آل پر آپ کے صحابہ پر جیسا کہ ان کی ذات کا حق ہے۔

بعض مفکرین کا یہ سوال نہایت درست ہے کہ جب نفس مطمئنہ اپنے مولیٰ و آقا سے راضی ہو گیا تو اس کے بعد دعا اور مصائب کو دفع کرنے کی خواہش وطلب کا کیا معنی ہے؟ ہم اس کا جواب یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم یا فعل سے لازم نہیں کہ اس کی مخلوق سے بھی راضی ہو جائے۔ کیونکہ مخلوق کی ہر بات پر راضی ہونا تو بعض اوقات کفر وعصیاں تک لے جاتا ہے میلا یت پرستی اور کفریات بھی مخلوق ہیں ان پر راضی ہونا کفر ہے اس قبیح وبری چیز کی پیدائش کو رضا گو ضروری ہے مگر اسے تسلیم کر لینا کفر ہے اللہ تعالیٰ خود تمام چیزوں کا خالق ہے مگر ان بری چیزوں سے راضی نہیں ہے لہذا اس کا بندہ ان سے کسی طرح راضی ہو سکتا ہے بلکہ بندہ تو ایسے مقامات میں سختی اور درشتگی برتنے پر حق بجانب ہے لہذا مخلوق سے کراہت اور ناپسندگی اس کی پیدائش کے فعل سے تو ناپسندیدگی نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس کی ذات سے کراہت ضروری ہے اور ان کے رفع کرنے میں طرح طرح کے تکلفات درکار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کراہت کا پایا جانا رضا کے حال کے منافی ہے ہاں رضا کے مقام کے منافی نہیں ہے مگر صحیح بات وہی ہے جو میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے الہام سے تحقیق کے ساتھ لکھ دی ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

قرات خلف الامام! ایک عرصہ سے میری دلی خواہش تھی کہ عقیدہ اہلسنت میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا جواب مل جائے کیونکہ نماز میں قرات کرنا فرض ہے تو قرات حقیقی کو چھوڑ کر قرات حکمی کو اختیار کرنا معقول معلوم نہیں ہوتا پھر حدیث نبوی میں یہ بات آ چکی ہے کہ۔ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ (سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی) لیکن حنفی فقہ کی پاسداری کے لئے مجبوراً امام کے پیچھے قرات نہیں کرتا رہا اور اس ترک قرات کو مجاہد اور ریاضت کے طور پر اختیار کیے رہا میرے نزدیک ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جانا الحاد ہے آخرکار اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عقیدہ اور نظریہ کی حقیقت سے آگاہ فرما دیا۔ پھر نگاہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بصیرت میں قرات حکمی ہی قرات حقیقی کا نعم البدل دکھائی دینے لگی امام اور مقتدی متفقہ طور پر مقام مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں (نماز پڑھنے والا اللہ سے مناجات کرتا ہے) تمام مقتدی امام کو اپنا پیشوا تصور کرتے ہیں یہی ان کا ترجمان اور نمائندہ ہوتا ہے لہذا امام جو کچھ پڑھتا ہے وہ پوری قوم کی نمائندگی میں پڑھتا ہے یہ پوری قوم کی زبان ہوتی ہے بالکل اسی طرح جیسے لوگوں کی ایک جماعت (وفد) کسی ضروری کام کے لئے ایک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ ایک آدمی کو اپنا نمائندہ یا پیشوا بنا لیتے ہیں تاکہ وہ سب کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں گذارشات پیش کرے اور موقع پر اگر تمام دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی بات کرنے لگیں تو بے ادبی و گستاخی سمجھی جائے گی اور بادشاہ کے لئے وجہ ناراضگی ہوگا۔ یہی صورت حال امام کی قرات کا ہے وہ تمام مقتدیوں کی طرف سے قرات کرتا ہے سب کا بولنا محض شور و شغب اور ادب کے خلاف کام ہوگا۔

ہم فقہی مسائل پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں شافعی اور حنفی (اور دوسرے مذاہب) میں اکثر مواقع پر اختلاف نظر آتا ہے۔ ظاہری طور پر لوگ محسوس کرتے ہیں کہ شافعی مسلک آسان اور درست ہے مگر ہم بغور باطنی معاملات پر نظر ڈالتے ہیں تو حنفی مسلک کی تائید کرنا پڑتی ہے مجھے قضا و قدر کے کارکنوں نے واضح کیا ہے کہ علم کلام کے اختلافات کے باوجود حنفی مسلک ہی حق پر ہے مثلاً حنفی تکوین کو صفات حقیقیہ میں شمار کرتے ہیں حالانکہ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ یہ حقیقی صفت نہیں ہے اس کا انجام قدرت اور ارادہ کی صفات میں سے ہے لیکن باریک بینی اور نور فراست سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تکوین واقعی ایک علیحدہ اور مستقل صفت ہے ہم دعوی کرتے ہیں کہ حنفی مسلک ہی حق و صداقت پر ہے۔

ماتریدیہ کی تائید! میں سلوک کے درمیانی مقام پر تھا کہ ایک رات مجھے سید المرسلین ﷺ نے خواب میں زیارت سے نوازا اور فرمایا۔ ''تم علم کلام کے مجتہدین میں سے ہو'' اس دن سے میری نگاہ میں کلامیہ مسائل آسان ہونے لگے اور مجھے ایک خاص رائے اور مخصوص علم سے نواز اگیا میرے سامنے اکثر ایسے اختلافی مسائل آئے جن میں ماتریدیہ اور اشاعرہ میں جھگڑا تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۔میں اس مسئلہ کو ابتدائی طور پر دیکھتا تو اشاعرہ کو حق پر پاتا لیکن نور فراست سے باریک بینی سے غور کرتا تو واضح ہو جاتا کہ ماتریدیہ کا نظریہ درست ہے علم کلام میں تمام مسائل پر میری تحقیق ماتریدیہ کے طرز پر ہوتی تھی۔ سچی بات یہ ہے کہ ماتریدیہ سنت رسول ﷺ کی پیروی کی بدولت عالی شان نظریہ کے مالک ہیں ان بزرگوں کو وہ مقام حاصل ہے جو ان کے مخالفین کو میسر نہیں ہے کیونکہ اشاعرہ نے اپنی فلسفیانہ موشگافیوں سے مسائل کو مشکل بنا دیا ہے ۔اگرچہ دونوں فریق حق پر ہیں مگر ماتریدیہ کا انداز زیادہ درست ہے۔

حضرت امام اعظم کی عظمت! حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔ بزرگوں کے بزرگ ترین امام ہیں۔ وہ امام اجل۔ پیشوائے اکمل ہیں۔ ان کی بلندی شان کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ وہ امام مالک۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ عالم اور متقی ہیں۔ ان کا مقام ان تمام سے بلند تر ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''تمام فقہائے اسلام امام ابو حنیفہ کے سامنے طفل مکتب ہیں'' امام شافعی جب امام ابو حنیفہ کی قبر مبارک پر فاتحہ کے لئے حاضر ہوتے تو اپنے مسلک اور اجتہاد کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنی رائے پر عمل کرنے کی بجائے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس شخص کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کروں جس کی رائے ہمیشہ فائق اور بلند ہے''۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کو روانہ ہوتے تو اس عرصہ کے دوران امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا کرتے تھے اور فجر کی نماز میں قنوت بھی ترک کر دیتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقام اور شان کو امام شافعی رضی اللہ عنہ ہی صحیح طور پر جانتے تھے۔ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ تو وہ فقہ حنفی پر احکام شریعت نافذ کریں گے۔ اس بات کو میرے راہنمائے طریقت حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''فصول ستہ'' میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے آپ نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم کی بزرگی اور عظمت کا یہ عالم ہے کہ ایک الوالعزم پیغمبر آپ کے طریقہ پر عمل کرے گا ہزاروں عظمتیں اسی ایک اعزاز پر قربان کی جاسکتی ہیں۔ ہمارے خواجہ باقی باللہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ کچھ عرصہ تک میں بھی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتا رہا ہوں لیکن جب میں نے ایک رات خواب میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک شاندار مرصع قصیدہ اپنی ہی شان میں پڑھ رہے تھے۔ اس کا ایک شعر ایسا تھا جس میں امام صاحب نے فرمایا کہ میرے طریقہ اور مسلک پر ہزاروں اولیاء اللہ کار بند ہیں اور بے شمار علماء اہلسنت نے میری تقلید کی ہے میں نے اس روز سے فاتحہ خلف الامام ترک کردی۔

حصول اجازت! روحانی تربیت میں بعض اوقات ایک مرید کمال حاصل کرنے سے پہلے ہی مریدوں کی تربیت میں لگا دیا جاتا ہے یعنی ناقص مرید کو طریقت کی تعلیم کی اجازت دے دیتا ہے۔ اس ناقص شخص کی مریدین کے اجتماع کی وجہ سے اس ناقص مرید کا کام چل نکلتا ہے اس خدمت اور تربیت کے صلہ میں اس ناقص مرید کو کمالات حاصل ہوجاتے ہیں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کو درجہ کمال تک پہنچنے سے پہلے ہی مریدوں کی طریقت کی تعلیم کے لئے اجازت مرحمت فرمادی تھی اور فرمایا تھا ''یعقوب! جو کچھ میں نے دیا ہے لوگوں کو پہنچاتے جاؤ۔'' حالانکہ حضرت مولانا یعقوب چرخی کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی یہی وجہ ہے کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں حضرت یعقوب چرخی کی پہلی نسبت خواجہ عطار قدس سرہ الستار سے قائم کرتے ہیں پھر خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح جب کوئی کامل بزرگ اپنے ایسے مرید کو جو کمال کا صرف ایک درجہ حاصل کرتا ہے تعلیم وارشاد کی اجازت دے دیتا ہے تو وہ بھی اسی نسبت میں آئے گا وہ مرید ایک طرح کا کامل ہے اور بعض مدارج میں ناقص ہے اسی طرح وہ مرید جو مکمل کامل تو نہیں ہوتے مگر دو تین مدارج میں کامل ہوتے ہیں وہی مقام رکھتے ہیں ایسے مرید ایک لحاظ سے کامل کہلائیں گے اور ایک لحاظ سے ناقص! کیونکہ نہایت النہایت (یعنی آخری مقام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کمال) تک پہنچنے سے پہلے تمام درجے ایک جہت میں کمال پاتے ہیں اور دوسری جہت میں ناقص ہوتے ہیں اس کے باوجود پیر کامل ایسے مریدوں کو تکمیل کے مراحل طے کرنے سے پہلے ہی ارشاد و تعلیم کی اجازت دے دیتے ہیں لہذا اجازت تکمیل کمال اور انتہائے کمال پر منحصر ہوتی ہے۔

ایک نکتہ یاد رکھیں کہ نقص اگر اجازت کے منافی ہے مگر اجازت دینے والا ایک کمال پر اجازت دے دیتا ہے تو نقائص دب جاتے ہیں اور مرشد کا ہاتھ مرید کا ہاتھ ہوتا ہے یہ نقص متعدی نہیں ہوتا۔

یاداشت کے مدارج! یاداشت سے مراد حضرت ذات حق اور تقدس کا دوام حضور ہے اور یہ کیفیت ان لوگوں پر جو مقام قلب پر فائز ہیں۔ جمعیت قلب کی وجہ سے خیال میں آ جاتی ہے کیونکہ جو کچھ انسان کی مجموعی حیثیت میں پایا جاتا ہے وہ سب کچھ تنہا قلب میں بھی پایا جاتا ہے حالانکہ دونوں کے درمیان صرف ''اجمال اور تفصیل کا ہی فرق ہوتا ہے لہذا مرتبہ قلب میں بھی ذات حق تعالیٰ تقدس کا حضور بطور دوام ہی میسر ہوتا ہے۔ یہ مقام یاداشت کی صورت میں ہوتا ہے یاداشت کی حقیقت میں نہیں مشائخ نے النہایت فی البدایت (آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی) کے اندارج کی جس صورت کو بیان فرمایا ہے وہ یاداشت کی طرف اشارہ ہے یاداشت کی حقیقت تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن جو لوگ حضرت ذات حق سے مراد مرتبہ وجوب لیتے ہیں جس میں ذات تمام صفات وجوبیہ کی جامع ہوتی ہے تو تمام امکانی مراتب کو طے کر لینے کے بعد محض اس مقام کے شہود تک رسائی کر لینے کے بعد یاداشت کا حصول ہو جائے گا اور تجلیات صفاتی بھی یہ معنی متحقق ہے اس صورت میں صفاتی کا پیش نظر رہنا ذات حق تعالیٰ کے حضور کے منافی نہیں ہے بعض بزرگوں کے ہاں حضرت حق ذات سے مراد مجرد احدیت کا مرتبہ ہے جو تمام اسماء نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہے تو پھر یاداشت کا حصول تمام مراتب آسانی۔ صفاتی نسبتی اور اعتباری کو طے کر لینے کے بعد ہی متصور ہوتا ہے اور ہم نے یاداشت کی اصطلاح کو جہاں بھی بیان کیا ہے اس معنی میں بیان کیا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہمارے نزدیک اس مرتبہ کا حضور کے لفظ کا استعمال بھی مناسب نہیں ہے جیسا کہ ارباب یاداشت پر مخفی نہیں ہے کیونکہ وہ مقام حضور اور غیبت دونوں سے بلند ہے "حضور" کا لفظ صفات میں سے ایک صفت کو سامنے لاتا ہے کیونکہ جو کچھ لفظ حضور کے مناسب ہے وہ یاداشت کی تفسیر ہے جو اوپر معنی دوم میں کی گئی ہے۔

اس مفروضہ کی بنا پر یاداشت کو انتہا کہنا شہود و حضور کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس مرتبہ سے اوپر تو حضور و شہود کی کوئی گنجائش نہیں۔اس مقام کے بعد یا حیرت کے یا جہل ہے یا معرفت ہے لیکن وہ معرفت نہیں جسے عام علمی اصطلاح میں معرفت کہا جاتا ہے کیونکہ علم والوں کے نزدیک تو معرفت افعال اور صفاتی ہوتی ہے مگر یہ صفات وافعال سے کئی منزلیں اوپر ہے ۔والصلوۃ والسلام علی سید البشیر صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ۔

نہایت النہایت کی راہ میں دس مقامات ! راہ سلوک کی تکمیل اور معرفت کے انتہائی مقام تک پہنچنے کے لئے سالک کو دس مقامات سے گذرنا پڑتا ہے۔اس راہ میں پہلا مقام توبہ ہے اور آخری مقام رضا ہے۔

مراتب کمال میں کوئی مقام بھی رضا کے مقام سے اونچا نہیں ہے حتی کی رویت اخروی بھی مقام رضا سے پیچھے ہے مقام کی مکمل حقیقت تو آخرت میں ظاہر ہوگی دوسرے مقامات کا حصول آخرت میں نہیں ہوگا۔وہاں توبہ کی کوئی حقیقت نہیں زہد کا کوئی مقام نہیں توکل کی وہاں کوئی گنجائش نہیں صبر کا کوئی احتمال نہیں شکر وہاں پایا جاتا ہے مگر شکر بھی رضا کے دامن سے ہی وابستہ ہے آخرت میں بس رضا ہی رضا ہے۔

بعض اوقات ایسے معاملات بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ خود مرد کامل جو دوسری کی تکمیل سلوک میں مصروف ہونے والی ہستی بھی دنیا کی طرف رغبت کرنے لگ جاتی ہے اور اس کی بہت سی ایسی باتیں دکھائی دی ہیں کہ وہ توکل اور تقوی کے خلاف ہیں بے صبری اور اضطراب کے خلاف نظر آتی ہے بعض اوقات ناپسندیدگی سے رضا کے خلاف حالات دکھائی دیتے ہیں ان حالات کے رونما ہونے کی کیا وجوہات ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں اس مقام پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان تمام مقامات کا حصول قلب اور روح کے ساتھ مخصوص ہے اور خاص الخاص لوگوں کے متعلق ان مقامات کا حصول نفس مطمئنہ میں بھی پایا جاتا ہے جہاں تک ظاہری قلب و جسم کا تعلق ہے وہ ان حقائق سے محروم اور خالی رہتا ہے جو قلب اور روح پر وارد ہوتے ہیں صرف اتنی بات ہے کہ دونوں کا ہمنوا نہ ہونے سے تیزی اور شدت میں کمی آ جاتی ہے۔

کسی شخص نے حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر آپ کا جسم بہت موٹا ہے یہ موٹاپا محبت والوں کے منافی ہے شبلی نے جواب میں یہ شعر پڑھ

احب قلبی ومادری بدنی
ولوورئ ماامام فی الشمس

(میرے قلب نے محبت کی لیکن میرے جسم کو اس کی خبر تک نہیں اگر بدن کو معلوم ہو جاتا تو محبت کی آگ میں سوکھ جاتا۔)

اندریں حالات اگر کسی کامل مرد خدا کے جسم یا قلب میں ان کے روحانی مقامات کے منافی کوئی چیز نظر آئے تو اس بزرگ کے باطن کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان مقامات میں یہ چیزیں کوئی نقصان نہیں دیتی اور ناقص آدمی (غیر کامل) میں ان مقامات کے نقائص اس کی مجموعی حقیقت میں ظاہر ہوتے ہیں ظاہر اور باطن میں دنیا کی طرف راغب ہوتا ہے اور توکل کے خلاف اس سے بعض امور ظاہر ہونے لگتے ہیں پھر اس کے قالب اور جسم میں دونوں میں بے صبری کی علامت سامنے آنے لگتی ہیں اور اس کے روح ارو بدن دونوں میں کراہت اور ناپسندیدگی آ جاتی ہے یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کے لئے حجابات بنا دیتا ہے اور اکثر لوت ان بزرگوں کے روحانی فیوض سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ایسی چیزوں کو اولیاء اللہ سے ظاہر ہونے میں بعض حکمتیں بھی ہیں ایک دقیق حکمت تو یہ ہے کہ حق اور باطل میں امتیاز نہیں رہتا اور حق باطل پر ممتاز نہیں ہوتا یہ مقام اس دنیا میں جو ابتلاء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور امتحان کی جگہ ہے لازمی ہے دوسری حکمت یہ ہے کہ وہ ایسی چیزوں کی موجودگی میں ترقی کرتے جاتے ہیں اور مختلف مدارج پر پہنچنے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں اگر ایسی چیزیں اولیاء اللہ سے بالکل مرفوع ہو جائیں اور وہ ان نقائص سے پاک اور بے عیب ہو جائیں۔ تو ان کی ترقی کے راستے رک جاتے ہیں وہ ملائکہ کی طرح ایک بے عیب زندگی کے خوگر ہو جاتے ہیں پھر وہ ایک ہی مقام میں قید ہو کر رہ جاتے ہیں۔ آپ نے غور کیا کہ جلیل القدر ملائکہ بھی جس پاکیزہ مقام پر تھے اس سے سرمو ترقی نہیں کر سکے۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

اولیاء اللہ کا ظاہر اور باطن! یاالٰہ العالمین! یہ کیا چیز ہے جو تو نے اپنے اولیاء میں رکھ دی ہے اس کے روحانی اور جسمانی ظاہری اور باطنی سلسلہ پر نظر ڈالی جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا باطن خضر کے چشمہ آب حیات کی طرح ہے جس کا ایک قطرہ چکھ لینے سے حیات ابدی مل جاتی ہے اور ان کا ظاہر زہر قاتل کی طرح ہے جس میں ان کے ظاہر کی طرف دیکھ کر دل میں کدورت یا نفرت بھری وہ ابدی روحانی موت کا شکار ہو جاتا ہے یہ تیرے وہ بندے (بزرگ) ہیں جن کا باطن رحمت اور ان کا ظاہر رحمت ہے ان کے باطن پر نگاہ ڈالنے والے انہی میں شمار ہونے لگتے ہیں مگر ان کے ظاہر کو دیکھنے والے بعض اوقات بدمذہبی کے گڑھے میں جا گرتے ہیں بظاہر کھاتے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں بخشے جاتے ہیں ظاہر میں عام انسانوں کی طرح ہیں باطن میں فرشتوں کے ہم نشین ہیں ظاہری طور پر انہیں کی پستیوں پر چلتے ہیں باطنی طور پر آسمانوں سے بلند مقام ہوتے ہیں ان کی مجلس میں بیٹھنے والے بدبختوں سے پاک ہو جاتے ہیں ان سے محبت کرنے والے سعادتوں کے امین ہوتے ہیں اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ (یہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں یاد رکھو اللہ کی جماعت ہی کے لوگ فلاح پانے والے ہیں) وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وسلم۔

اولیاء اللہ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اولیاء اللہ کو اس طرح پردوں میں چھپایا ہوا ہے کہ بعض اوقات ان کے ظاہر (جسم) کو ان کے باطن قلب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی خبر نہیں ہوتی دوسرے لوگوں کی تو بات ہی کیا وہ اپنے آپ سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے باطن کو جو نسبت بے کیفی اور بے علتی سے حاصل ہوتی ہے وہ بھی بے کیف اور بے مثال ہے ان کا باطن چونکہ عالم امر سے تعلق رکھتا ہے لہذا وہ خود بھی بے کیف اور بے مثال ہوتے ہیں ان کا باطن چونکہ عالم امر سے تعلق رکھتا ہے لہذا وہ خود بھی اس بے کیفی سے حصہ لیتے ہیں وہ ظاہری طور پر دنیا کے اسباب وعلل میں گرفتار نظر آتے ہیں مگر ان کی حقیقت کی کسی کو خبر نہیں ہوتی بعض اوقات وہ انتہائی جہالت اور عدم مناسبت سے اپنے مقام سے انکار بھی کر دیتے ہیں اور اپنی نسبت سے بے راز دکھائی دیتے ہیں لیکن کبھی اس نسبت کا اعتراف بھی کر لیتے ہیں لیکن یہ نہ سمجھ سکے کہ اس نسبت کا تعلق کس ذات سے ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ نسبت بہت ہی بلند ہے اور اس کے مقابلے میں ظاہر بہت ہی پست ہے باطن خود بھی اس نسبت سے مغلوب ہے اور دیدہ ودانش کی حدود سے بلند ہو چکا ہے اسے کیا معلوم کہ وہ کیا رکھتا ہے اور کس کے ساتھ رکھتا ہے لہذا ہمارے لئے کوئی چارہ کار نہیں کہ معرفت سے عجز کا اظہار کر لیا جائے اور یہ اعتراف کر لیا جائے کہ معرفت کی طرف راہ ہی نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **العجز عن درک الادراک ادراک** (یعنی ادراک کو حاصل کرنے سے عاجزی ہی ادراک ہے) یہاں ادراک سے مراد وہ خصوصی نسبت ہے جس کے ادراک سے عجز ہی ضروری ہے کیونکہ صاحب ادراک مغلوب ہوتا ہے اور وہ اپنے ادراک کو نہیں جان سکتا دوسرے لوگ بھی اس کے حال کو نہیں جان سکتے۔

اعتقادی بدعت کے نقصانات! ہم نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو صوفی تو تھا ہی صوفیانہ زندگی بسر کر رہا تھا مگر وہ اعتقادی بدعت میں گرفتار تھا (بداعتقاد صوفیا بزعم خود خدا رسیدہ بنتے ہیں مگر ان کے عقیدہ کی گندگی انہیں ابھرنے نہیں دیتی اگر وہ اپنے دعووں کے باوجود ترقی سے محروم رہتے ہیں) مجھے اس شخص کے متعلق بڑی فکر ہوئی کہ یہ کیسا آدمی ہے صوفی بھی ہے اور بدعقیدہ بھی اتفاقاً میں نے ایک دن دیکھا کہ تمام انبیاء کرام صلواۃ اللہ علیہم ایک مجمع میں تشریف فرما ہیں وہ شخص بھی آیا مگر اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا اور اعلان ہوا کہ (لیس منا) یہ ہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں سے نہیں ہے! اسی اثنا میں میرے دل میں خیال آیا۔ایک اور شخص جس کے متعلق میں متردد تھا کے متعلق بھی دریافت کرلوں حضرت امام الانبیاء نے فرمایا (کان منا) یہ ہمارا ہے

متشابہات کی تاویلیں! مجھے قضاوقدر کے کارکنوں نے اس راز سے آگاہ کیا ہے کہ الفاظ قربِ معیت احاطہ حق جن کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے تمام متشابہات ہیں اسی طرح لفظ ید اور وجہ بھی متشابہات میں سے ہیں۔اول۔آخر۔ظاہر، باطن اور ان جیسے سینکڑوں الفاظ جو قرآن پاک کے مختلف مقامات پر پائے جاتے ہیں وہ متشابہات میں سے نہیں ہم اللہ کو قریب مانتے ہیں مگر اولیت کے مقام کا تعین نہیں کر سکتے ہمارے علم وفہم سے یہ عام چیزیں بلند تر ہیں اللہ تعالیٰ تو ان تمام احساسات سے منزہ اور بلند تر ہے جو ہمارے کشف اور مشاہدہ میں آسکتے ہیں بعض صوفیا نے اپنے کشف اور مشاہدہ کے بلند وبالا دعوے کر کے بتایا ہے کہ وہ قرب اور معیت کے مقامات سے واقف ہیں ہمارے نزدیک ان صوفیا کے دعوے مستحسن نہیں ہیں انہوں نے فرقہ مجسمیہ (جو اللہ کے جسم کا قائل ہے) کے نظریات سے متاثر ہو کر یہ دعوے کیے ہیں۔بعض علماء کرام نے ان دعوؤں کی تاویلیں کر کے علمی راہنمائی فرمائی ہے ہمارے نزدیک وہ بھی علمی قرب ہے ید کی تاویل قدرت کے لفظ سے کی ہے وجہ تاویل ذات سے کی ہے یہ بات ان لوگوں کے لئے قابل تسلیم ہے جو تاویل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں ہم تو تاویلات کو جائز ہی نہیں سمجھتے اور ان تمام علمی تاویلات کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

اتباع رسول کی اہمیت! میرا یہ معمول تھا کہ کبھی تو میں نماز وتر شروع رات کے آخری حصہ میں تہجد سے پہلے ادا کرتا۔ایک رات میں نے دیکھا کہ نماز وتر دیر سے ادا کرنے کی صورت میں جب نمازی ایک بار سو جاتا ہے تو اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ آخری رات میں وتر کی نماز ادا کرے گا۔اس طرح اس کی نیکیاں لکھنے والے فرشتے عشا کی نماز سے لے کر وتروں کی ادائیگی تک نیکیاں درج کرتے رہیں گے چنانچہ وتر جس قدر دیر سے ادا ہوگی فرشتے اس کے نامہ اعمال میں زیادہ نیکیاں لکھیں گے وتر کی نماز کی ادائیگی میں دیری میں یہی ایک وجہ ہے کہ میرے نزدیک وتروں کی ادائیگی کی اول رات یا آخر رات ادا کرنے میں حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سید المرسلین ﷺ کی پیروی مدنظر تھی۔ میرے نزدیک دنیا کی کوئی فضیلت حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی سے بڑھ کر نہیں ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ بعض اوقات وتر کی نماز اول شب میں ادا فرمالیا کرتے تھے کبھی آخری شب۔ میں تو اسی بات کو سعادت سمجھتا ہوں کہ ہر کام میں حضور ﷺ کی اتباع ہو۔ کئی لوگ بعض سنتوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں شب بیداری کی نیت اور اس جیسی باتوں کو دخل دیتے ہیں ہم تو ہزاروں راتوں کی بیداری کو سید المرسلین ﷺ کی اتباع پر قربان کرتے ہیں اور حضور کی اتباع کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی فضیلت کو دانہ جو کے برابر بھی نہ خریدیں۔

ایک بار مجھے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کا موقع ملا احباب کو جمع کیا اور کہا کہ اعتکاف میں حضور ﷺ کی اتباع اور پیروی کے علاوہ کسی عمل کو قابل عمل نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ ہمارا دنیوی امور سے علیحدگی کا مقصد صرف اور صرف اتباع رسول ﷺ ہے ہمیں حضور کی پیروی نصیب ہو جائے تو سو گرفتاریاں قبول کرنے کو تیار ہیں حضور ﷺ کی اتباع کے بغیر کسی قسم کا انقطاع یا اعتکاف قبول نہیں

آنرا کہ درسرائے نگاریست فارغ است
از باغ بوستان وتماشائے لالہ زار

(جس کے گھر میں محبوب کی جلوہ فرمائیاں میسر ہوں۔ اسے باغ بوستان ولالہ زاروں کے نظارے کی کیا ضرورت ہے)

محبت ذاتی ومحبت صفاتی میں امتیاز! ایک مرتبہ میں درویشوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا میں نے حضور سید الانبیا ﷺ کی محبت کے جذبہ میں سرشار ہو کر کہہ دیا کہ میں تو اللہ کو اس لئے اپنا معبود مانتا ہوں کہ میرے حضور کا معبود ہے اور رب ہے۔ حاضرین نے میری اس بات سے حیرت زدہ ہو گئے لیکن وہ میری مخالفت میں لب کشائی نہ کر سکے میرا یہ دعویٰ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے اس قول کے خلاف تھا۔ ''میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں گزارش کی تھی یا رسول اللہ مجھے اللہ کی محبت نے اس قدر مغلوب کرلیا ہے کہ اب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ کی محبت کے لئے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں رہی۔" حضرت رابعہ بصری کی بات ان کے سکر کی نشاندہی کرتی ہے جب کہ میری بات اصلیت رکھتی ہے انہوں نے یہ بات عالم سکر میں کہی تھی اور میں نے ہوش (صحو) میں کہی تھی ان کی بات مرتبہ صفات میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے لوٹ آنے کے بعد کی ہے۔

مرتبہ ذات میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں تمام نسبتیں نیچے رہ جاتی ہیں وہاں تو سراسر حیرت یا جہالت ہے بلکہ اس مرتبہ میں انسانی ذوق کے ساتھ محبت کی نفی بھی کرتا ہے اور کسی طرح بھی اپنے آپ کو اللہ کی محبت کے اہل نہیں سمجھتا محبت اور معرفت صرف مرتبہ صفات میں ہوتی ہے مرتبہ ذات میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ لوگوں نے جسے محبت ذاتی کہا اس سے مراد صرف ذات احدیت نہیں بلکہ اس سے مراد ذات ہے جس کے ساتھ ذات کے کچھ اعتبارات بھی شامل ہیں حضرت رابعہ بصری کی محبت مرتبہ صفات میں تھی۔ **والصلواۃ والسلام علی سید البشر وآلہ الاطہر!**

علم ظاہر پر علم باطن کی برتری! علم کی فضیلت ارباب علم کے رتبہ اور شرف کے مطابق ہوتی ہے یہ دیکھا جاتا ہے کہ معلومات کا ذخیرہ جس پر علم کی بنیاد ہے کتنا قیمتی اور گراں قدر ہے جس قدر معلومات بلند ہوں گی علم بھی اسی قدر بلند ہوگا علم باطن جو صوفیاء کرام کی وراثت ہے تمام ظاہر علوم سے ممتاز اور افضل ہے علم ظواہر خواہ کس قدر وسیع ہو علم باطن تک نہیں پہنچ سکتا ۔اس کی مثال یوں ذہن نشین کریں حجامت بنانے کا علم خواہ کتنا ہی وسیع اور پختہ ہو وہ ایک عالم فاضل اور دانشور کے علم سے بلندتر نہیں ہوسکتا۔ دنیا کے مختلف علوم وفنون (سائنس اور ٹیکنالوجی) خواہ انسان کو کتنی ہی بلندیوں اور آسائشوں تک لے جائیں روحانی علوم سے افضل نہیں ہوسکتے اسی طرح روحانی پیرومرشد کے آداب کی رعایت علماء کرام کے شاگردوں کے آداب سے کہیں زیادہ ہوگی۔ بال کاٹنے والے کپڑا بنانے والے استاد خواہ کتنے صاحب فن وکمال ہوں ان کے شاگرد اپنے استاد کے وہ آداب ملحوظ خاطر نہیں رکھیں گے جو علم وفضل کی دنیا میں علم حاصل کرنے والے شاگرد رکھتے ہیں یہی فرق ظاہر علوم کے علماء اور روحانی علوم کے صوفیا میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پایا جاتا ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ علم کلام اور فقہ کا استاد صرف ونحو والے استاد سے زیادہ بلند مرتبہ ہے اور نحو وصرف کا استاد مبتدی علوم کے استاد سے بلند تر ہوتا ہے فلسفی علوم کا استاد دینی علوم کے استاد سے فروتر ہے کیونکہ فلسفی علوم معتبر نہیں ہیں جب کہ دینی علوم اپنی اہمیت کے اعتبار سے پاکیزہ ہیں فلسفیوں نے اپنی لاطائل علمی موشگافیوں کے ساتھ ساتھ بعض چیزیں دینی اور قرآنی علوم سے بھی اخذ کی ہیں پھر ان میں اقدامات اور ترمیمات کر کے جعل مرکب بنا دیا ہے وہ عقل وخرد کی بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے ہیں جب کہ نبوت کا انداز عقل نظری سے بلند تر ہو کر روحانی بلندیوں تک پہنچتا ہے۔

پیر اور استاد کے حقوق! ہمارے نزدیک پیر ومرشد کے حقوق تمام حقوق سے برتر ہیں۔ ہم یہاں تک کہتے ہیں کہ پیر ومرشد کے حقوق سے دوسرے افراد کے حقوق کی کوئی نسبت ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور سید المرسلین ﷺ کی عنایات کے بعد پیر ومرشد کا ایک ایسا مقام ہے جس کے حقوق سب پر حاوی ہیں سب سے بڑھ کر جو حقیقی مرشد ہیں وہ سید الانبیا ﷺ کی ذات والاصفات ہے اگرچہ انسان کی ظاہری پیدائش والدین سے ہوتی ہے (اور والدین اپنے حقوق میں حق بجانب ہیں) مگر پیر ومرشد معنوی اعتبار سے انسانی زندگی کی ابدی صلاحیتوں کو بہم پہنچاتے ہیں۔ پیر ومرشد ہی ایسی ذات ہے جو انسان کے قلب وروح کی گندگیاں صاف کرتا ہے اور ان کے اندرونی حصوں کو آلائشوں سے پاک کرتا ہے مریدوں کی روحانی اور قلبی غلاظتوں اور آلائشوں کو صاف کرنے کے عمل میں بعض اوقات پیر ومرشد کو خود اپنی ذات کو ملوث کرنا پڑتا ہے اور ان کے ہاں یہ چیزیں سرایت کرتی ہیں اور انہیں ایک عرصہ تک مکدر اور گدلا رہنا پڑتا ہے پیر ہی ہے جس کی راہنمائی سے لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں پیر ہی ہے جس کی توجہ سے نفس امارہ جو اپنی ذات میں خباثتوں کا مرجع ہے تزکیہ حاصل کرتا ہے اور پاک وصاف ہو کر مطمئنہ ہو جاتا ہے وہ آمادگی سے اطمینان کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور جبلی کفریات کو چھوڑ کر اسلام حقیقی تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(اگر میں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کروں تو وہ ایک بہر ناپیدا کنار نظر آئے)

لہذا اگر کوئی پیر کامل اپنے مرید کو قبول کرے تو اس سے بڑھ کر اس کی سعادت کیا ہو سکتی ہے اگر ایک مرید پیر و مرشد کی نگاہ میں گرا دیا جائے تو اس کی بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے۔ونعوذ باللہ من ذالک۔

سالکان طریقت نے اللہ کی رضا کو پیر کی رضا کے پس پردہ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پیر کی رضا ہی اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کرتی ہے جب تک مرید اپنے پیر کی رضا میں اپنے آپ کو گم نہ کر دے وہ خدا تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا مرید کی سب سے بڑی غلطی پیر کا دل دکھانا ہے۔ ہر لغزش اور غلطی کا تدارک ہو سکتا ہے مگر پیر کی دل آزاری کا تدارک نہیں ہو سکتا پیر کی ناراضگی مرید کی شقاوت اور بدبختی بن جاتی ہے۔

اعتقادات اسلامیہ اور احکام شرعیہ میں سب سے بڑا نقص اور خلل پیر و مرشد کی نافرمانی سے پیدا ہوتا ہے۔احوال ووجدانیات جن کا تعلق باطن سے ہے وہ تو ایک لغزش سے منہدم ہو جاتے ہیں پیر و مرشد کی ایذا رسانی اور نافرمانی کے باوجود اگر کوئی کمال مریدین میں موجود رہتا ہے۔روحانیت نہیں۔استدراجی بلندیاں ایک نہ ایک دن پیوست زمین ہوتی ہیں اور خرابی اور نقصان کا شکار ہوتی ہیں۔

لطائف ستہ کا مقام! قلب کا تعلق عالم امر سے ہوتا ہے اسے عالم خلق سے وابستگی عطا کرے عالم خلق کی طرف بھیجا گیا ہے اور گوشت کے اس ٹکڑے (دل) کے ساتھ جو بائیں پہلو میں ہوتا ہے خصوصی تعلق عطا کیا گیا ہے ہم یوں کہہ سکتے ہیں جس طرح ایک شہنشاہ کو ایک بھنگن سے عشق ہو جائے اور وہ وارفتہ ہو کر اس بھنگن کے گھر آ جائے روح قلب سے بھی لطیف تر ہے جس طرح قلب (دل) کا مقام بائیں پہلو میں ہے اسی طرح روح بائیں پہلو میں جلوہ فرما ہے روح کے اوپر تین لطیفے ہیں۔وہ خیر الامور اوسطھا۔(معاملات میں بہترین درمیانی معاملہ ہے) کے شرف سے مشرف ہے لطیفہ جس قدر لطیف تر ہو وہ وسط سے مناسبت رکھتا ہے۔مگر لطیفہ سر اور لطیفہ خفی دونوں لطیفہ اخفی کے دونوں طرف ہوتے ہیں ان میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے ایک دائیں اور دوسرے بائیں طرف واقع ہے۔ لطیفہ نفس اور جو اس کے قریب واقع ہے اور دماغ سے تعلق رکھتا۔ لطیفہ قلب کی ترقی اسی لطیفہ سے وابستہ ہے۔ وہ روح کے مقام اور روح اس کے اوپر کے مقام میں رسائی قائم کرتا ہے اسی طرح روح اور اس کے اوپر والے لطائف کی ترقی بھی اسی پر منحصر ہے وہ اوپر کے مقامات پر رسائی حاصل کرتے رہتے ہیں مگر یہ رسائی شروع میں احوال کے طریقہ پر حاصل ہوتی ہے اور آخر میں مقام کے طور پر، نفس کی ترقی اس وقت ہوتی ہے جب وہ شروع میں بطور احوال اور آخر میں بطور مقام کے قلب کے مقام پر پہنچ جائے آخر کار یہ چھ کے چھ لطائف اخفٰی میں پہنچ جاتے ہیں اور سب کے سب مل کر مقام قدس کی طرف پرواز کرنے کا ارادہ کرتے ہیں لطیفہ قالب کو خالی چھوڑ دیتے ہیں لیکن یہ پرواز بھی ابتداء میں بطور احوال ہوتی ہے اور آخر میں بطور مقام اس وقت مقام فنا حاصل ہوتا ہے۔

موت سے پہلے موت کی وضاحت! صوفیاء کرام نے جس موت کو موت سے پہلے قرار دیا ہے (موتو قبل ان تموتو) اس سے مراد یہ ہے کہ لطیفہ قالب سے یہ چھ لطائف جدا ہو جاتے ہیں ہم ان لطائف کا جسم سے جدائی کا مقام اور اثرات پہلے بیان کر آئے ہیں یہاں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ہم اس جگہ محض اشاروں اور کنایوں میں اظہار خیال کریں گے یاد رہے کہ یہ ضروری نہیں کہ تمام لطیفے ایک جگہ جمع ہو جائیں اور اعلیٰ پرواز کریں کبھی قلب اور روح دونوں مل کر کام کرتے ہیں کبھی تینوں اور کبھی چاروں لطیفے کام کرتے ہیں مگر ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ چھ لطیفوں کا مل کر پرواز کرنا یہ بات زیادہ عمدہ اور قابل اعتماد ہے یہ ولایت محمدی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے علاوہ جو بھی صورت سامنے آتی ہے وہ بھی ولایت کی اقسام سے ایک ہے اور یہ چھ کے چھ لطیفے جسم (قالب) سے جدائی اختیار کر لیتے ہیں اور مقام قدس تک رسائی حاصل کر لینے اور اس کے رنگ میں رنگے جانے کے بعد اگر قالب کی طرف لوٹ آئیں اور وہ سوائے محبت کے تعلق کے اور تعلق پیدا کر لیں تو وہ قالب کا حکم اختیار کر لیتے ہیں اور ایسی اختلاط کے بعد ایک قسم کی فضا پیدا کرتے ہیں اور مردہ کا حکم اختیار کر لیتے ہیں ہیں اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقت ایک خاص تجلی سے منور ہوتی ہے اور از نو حیات پیدا کرتے ہیں اور بقا باللہ کے مقام پر راسخ الاعتقاد ہو جاتے ہیں اور خدائی اخلاق کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہو جاتے ہیں اس وقت اگر انہیں وہ خلعت بخش دینا کی طرف واپس کر دیں تو معاملہ قربت کے ساتھ انجام پاتا ہے اور تکمیل کا مقدمہ پیدا ہو جائے گا اگر دنیا کی طرف واپس نہ کریں اور قربت کے بعد ترقی حاصل نہ ہو سکے تو وہ اولیائے عزلت سے ہو جائے گا اور طالبین کی تربیت اور ناقص لوگوں کی تکمیل اس کے ہاتھ سے نہیں ہو سکے گی۔ ہم یہ گفتگو اشاروں اور کنایوں میں کر رہے ہیں اس کی تفصیلات میں بڑے بڑے مقامات ظاہر ہو سکتے ہیں بدایت اور نہایت (آغاز و انجام) کی منزلیں طے کیے بغیر ان مقامات کو سمجھنا نہایت مشکل ہے۔

کلام الٰہی کی حقیقت! اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ایک ہی کلام سے متکلم ہے یہ ایسا مربوط کلام ہے کہ اس کے اجزا اور ٹکڑے نہیں کیے جا سکتے۔ کیونکہ اللہ نہ تو گونگا ہے اور نہ خاموش وہ ان تمام نقائص سے مبرہ اور پاک ہے یہ بات اہل طریقت کے ہاں تعجب کا باعث نہیں کہ ازل سے ابد تک وہاں ایک ہی آن (لمحہ) کا نام ہو کیونکہ اللہ کی ذات پر زمانہ کا اجراء نہیں ہوتا اس کی ذات ماضی حال اور مستقبل کی حدود سے بے نیاز ہے ایک آن واحد میں ایک غیر مرکب کلام کے سوا اور کیا واقع ہو سکتا ہے۔ اس کلام واحد سے مختلف تعلقات اعتبار سے کئی قسمیں پیدا ہو گئیں اور اس کا تعلق مامور (یعنی جسے حکم دیا جائے) سے ہے تو اسے امر (حکم) کہا جاتا ہے۔ اگر خبر دینے کے متعلق ہے تو خبر کہلائے گا ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ گزشتہ یا آئندہ زمانہ کے متعلق کوئی خبر دینا بہت سے لوگوں کو مشکل مین ڈال دیتا ہے اور انہیں دلالت کرنے والی چیز کا تقدم و تاخر کی طرف لے جاتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اشکال نہیں ہے کیونکہ ماضی اور مستقبل دلالت کرنے اولی چیزوں کی مخصوص صفات ہیں تو جو اس آن (گھڑی) کے بسیط ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں مدلول کے مرتبہ میں وہ لمحہ (گھڑی) خود اپنی حالت پر ہے اور کسی قسم کا بسط اور انبساط پیدا نہیں ہوا لہٰذا اس مرتبہ میں گزشتہ اور آئندہ زمانوں کی گنجائش نہیں ہے۔ فلاسفہ (منطق و معقول کے علماء) نے تسلیم کیا ہے کہ ایک میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حقیقت (ماہیت) کے لئے وجود خارجی کے اعتبار سے لوازمات علیحدہ ہوتے ہیں اور وجود ذہنی کے اعتبار سے صفات جدا ہوتی ہیں جب کہ ایک ہی چیز میں مرتبہ وحدت کے مختلف ہونے کے اعتبار سے صفات ولوازم کا جدا جدا و مختلف ہونا جائز ہوسکتا ہے اور دال مدلول میں درحقیقت ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں یہ تغایر درتغایر بدرجہ اولی موجود ہے اور ہم نے اوپر کہا ہے کہ ازل سے ابد تک ایک ہی آن (لمحہ) ہے تو یہ تعبیر کی تنگ دامانی کی وجہ سے ہے ورنہ وہاں تو اس کی بھی گنجائش نہیں۔ یہاں تو آن واحد بھی گراں ہے۔

امکانی حدود سے آگے ازل وابد ایک نکتہ پر متحد ہو جاتے ہیں! اہل علم کے ہاں یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ ممکن جب قرب الٰہی کے مقامات میں دائرہ امکان سے باہر قدم رکھتا ہے تو وہ ازل اور ابد تک کو متحد پاتا ہے۔ سرور دو عالم ﷺ جب شب معراج کو عروج پر پہنچے تو آپ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا تھا آپ نے ایک لمحہ کے لئے طوفان نوح کی ساری کیفیت ملاحظہ فرمائی تھی۔ پھر اہل بہشت کو بہشت میں دیکھا اور دوزخیوں کو دوزخ میں جلتے دیکھا اور بہشت میں داخل ہونے والوں کے پانچ سو سال کے عرصہ انتظار کو بھی مشاہدہ فرمایا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امیر صحابہ میں سے تھے جب آپ دیر سے بہشت میں پہنچے تو سرکار دو عالم ﷺ نے آپ سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنے دشوار گزار راستوں اور مشکلات کی تفصیل بیان کی تھی حالانکہ حضور ﷺ نے ان تمام چیزوں کو ایک آن میں مشاہدہ کر لیا تھا اس میں گزشتہ یا آئندہ زمانوں کا کوئی امکان نہ تھا۔ مجھے (مجدد الف ثانی) حضور سید الانبیا ﷺ کے طفیل کئی بار ایسے مقامات سے گزرنا پڑا میں نے ملائکہ کو عین سجود کی حالت میں پایا۔ یہ وہ ملائکہ تھے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے اپنا سر بھی نہیں اٹھایا تھا پھر وہ فرشتے جنہیں سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا انہیں علیحدہ کھڑے دیکھا تھا وہ تمام حالات جو آخر میں دکھائے جاتے ہیں ایک آن میں نظر آ گئے چونکہ اس واقعہ پر ایک عرصہ گزر گیا ہے مجھے احوال آخرت کی تفصیل بیان کرنے کا اختیار نہیں میں اپنے حافظے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر اعتماد نہیں کر سکتا۔

معراج نبوی اور عروج اولیاء میں فرق ! یاد رہے معراج میں جو واقعات سامنے آئے تھے وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جسم اور روح دونوں کو پیش آئے تھے بلکہ آپ نے جو مشاہدات کیے وہ ظاہری آنکھ اور باطنی بصیرت دونوں سے کیے تھے حضور کے بعد دوسرے لوگوں کو (جو آپ کے طفیلی ہیں) ایسے واقعات محض روحانی ہیں اور وہ بھی ایسے واقعات جو حضور کی طبیعت میں دکھائی دیں یہ سارے واقعات روح اور بصیرت کے دائرہ میں نہیں۔ ان پر جسمانی اور ظاہری آنکھوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

در قافلہ کہ اوست دائم نرسم
ایں بسکہ زدور بانگ جرسم

(جس قافلہ میں وہ ہے میں اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں اتنی دور سے میں اس قافلہ کی گھنٹیاں سن پاتا ہوں)

وعلیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات

تکوین کیا ہے؟! تکوین اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات میں سے ایک صفت ہے امام ابوالحسن اشعری (اشاعرہ) اسے صفات اضافیہ میں شمار کرتے ہیں اور قدرت اور ارادہ خداوندی کو ہی ایجاد عالم کے لئے کافی سمجھتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک قدرت اور ارادہ کے علاوہ تکوین ایک حقیقی صفت ہے ہم اس کی وضاحت یوں کریں گے۔

قدرت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو کام کرنے یا اسے چھوڑنے کا اختیار ہو۔ ارادہ کا یہ معنی ہے کہ کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کو مخصوص اور متعین کر لیا جائے اس طرح قدرت کا درجہ ارادہ کے درجہ سے اعلیٰ ہے اور تکوین جسے ہم صفات حقیقہ میں سمجھتے ہیں اس کا درجہ قدرت اور ارادہ کے درجوں کے بعد آتا ہے اس حقیقت کا کام اس خاص کردہ جہت کو وجود میں لانا ہے لہذا قدرت تو کام کرنے کی جہت کو درست کرتی ہے دوسرے لفظوں میں قدرت سے فعل کی درستگی عمل میں آتی ہے اور ارادہ فعل کی جہت کو خاص کرنے والی صفت ہے اور تکوین اسے وجود میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لانے والی ہے لہذا تکوین کو صفت ماننے بغیر چارہ کار نہیں اس کی یہی صورت ہے جو استطاعت مع الفعل کی ہوتی ہے جسے علماء اہلسنت نے بندوں میں ثابت کیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ ایسی استطاعت ثبوت قدرت کے بعد ہی ہوسکتی ہے بلکہ یہ ارادہ کے تعلق کے بعد ہوتی ہے اور وجود بخشی کا تحقق (ثبوت) اسی استطاعت کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ وہ استطاعت ہی فعل کی حیثیت ضروری قرار دیتی ہے اس کے بالمقابل ترک کی جہت مفقود ہے۔

تکوین کی صفت کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے وجود بخشی بطور ایجاب یعنی واجب اور ضروری قرار دینے کے ہوتی ہے لیکن یہ ایجاب (ضروری قرار دینا) واجب تعالیٰ کی ذات میں کوئی ضرر نہیں دیتا کیونکہ اس کا ثبوت صفت قدرت اور صفت ارادہ کے متحقق ہوجانے کے بعد ہوتا ہے قدرت کے معنی فعل (کرنے) یا ترک (یعنی چھوڑنے) کے ہے اور ارادہ کا معنی قدرت کے فعل کا خاص کر لینے کے ہے۔

فلسفہ دانوں نے ہمارے اس نظریے کے خلاف نظریہ قائم کیا ہے انہوں نے اگر چاہے تو پیدا کرسکتا ہے کو واجب الصدق خیال کرلیا ہے اور ترک کو ممتنع الصدق قرار دیا جاتا ہے اور صفت ارادہ کی نفی کردی ہے اس نظریہ کے مطابق ایجاب صریح لازم آتا ہے۔

وہ ایجاب جو ارادہ کے تعلق اور دوز یر قدرت جہتوں میں سے یک جہت کی تخصیص کے بعد پیدا ہوتا ہے وہ اختیار کو لازم کر دیتا ہے بلکہ اختیار کی تاکید کرتا ہے اسے نفی کرنے والا نہیں فتوحات کے مولف (حضرت محی الدین ابن عربی) کا کشف حکماء کی رائے کے موافق واقع ہوا ہے وہ قدرت کے سلسلہ میں واجب الصدق سمجھتے ہیں اور دوسروں کو ممتنع الصدق تو اس طرح ایجاب کو لازم کر لینا ہی ہے اس نتیجہ میں ارادہ بالکل بے کار ہو جاتا ہے کیونکہ دوسرا بڑی جہتوں میں ایک جہت کو خاص کر لینا یہاں پایا ہی نہیں جاتا ہاں اگر تکوین کی صفت میں ایجاب کا اثبات کریں تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے کیونکہ وہ تو ایجاب کے شائبہ سے مبرا اور پاک ہے یہ بہت ہی باریک نکتہ سے ہے جسے ہر شخص نہیں سمجھ پاتا مجھے یہ دعویٰ ہے کہ اس باریک نکتہ کو متعلقہ اہل تصوف میں سے کسی نے بیان نہیں کیا علمائے ماتریدیہ نے اس صفت کا اثبات کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے لیکن وہ بھی اس نکتہ کی باریکی کی طرف نہیں گئے ماتریدیہ کو سنت نبویہ علیہ التسلیمات کی پیروی سے ہی حاصل ہوا ہے وہ اپنے افکار ونظریات میں تمام متکلمین۔ فلاسفہ اور صوفیا سے ممتاز مانے جاتے ہیں میں خود بھی ماتریدیہ (اتباع سنت کرنے والے) کے خوشہ چینوں میں سے ہوں ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نظریات پر قائم رکھے اور حضور کی اتباع سنت پر قائم ودائم رکھے۔

رویت باری تعالیٰ! آخرت میں مومنوں کو دیدار الٰہی کی دولت ملے گی۔ یہ اہلسنت کا عقیدہ ہے اسلام کے دوسرے فرقے اور فلاسفہ رویت باری تعالیٰ کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے انکار کی بنیاد یہ ہے غائب کو حاضر پر خیال نہیں کرنا چاہیے لیکن ہمارے لئے ان کی بنیاد غلط اور فاسد ہے نظر آنے والی ہستی جب کہ بے چوں وبے چگوں ہے۔ اس کا دیدار اور رویت بھی بے چوں وبے چگوں ہوگا اور اس پر ایمان تو لایا جاسکتا ہے مگر اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوا جاسکتا اور یہ بات قطعاً نہیں کہی جاسکتی کہ وہ کیسا ہے؟ کیوں ہے؟ قدرت نے اس راز کو اپنے چند خصوصی اولیاء اللہ پر کھولا ہے جو کچھ وہ مشاہدہ کرتے وہ رویت حق تو نہیں مگر اسے ہم حق کی رویت سے دور بھی نہیں کہہ سکتے آج ہم یہ محسوس کرتے ہیں گویا ہم اللہ کی ذات کو دیکھ رہے ہیں مگر قیامت کے دن تو اسے سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے اس مشاہدہ حق اور رویت باری تعالیٰ کے باوجود اس کی ذات کا ادراک نہیں کرسکیں گے۔ **لاتدرکہ الابصار** (نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکیں گی) صرف دو چیزیں معلوم ہوسکیں گی ایک تو اس بات کا یقینی علم کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے رویت حق کی وہ لذت جو صرف دیدار الٰہی کا حصہ ہے ان دو چیزوں کے علاوہ رویت کے تمام لوازمات مفقود ہوں گے۔

یاد رہے کہ رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ علم کلام کے تمام مسائل سے باریک تر ہے اور مشکل بھی۔ عقل کی رسائی اس نکتہ تک نہیں ہے۔ یہ عقل سے نہ ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ اسکی صورت کشی کی جاسکتی ہے جو صوفیا اور علماء وانبیاء کی پیروی کرنے والے ہیں انہوں نے اپنے نور فراست سے دریافت کیا ہے انہیں یہ نور فراست حضور ﷺ کے انوار نبوت سے ملا ہے اسی طرح علم کلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے ہزاروں ایسے باریک مسائل ہیں جہاں عقل کی رسائی نہیں ہے علماء اہل سنت کو اللہ نے نور فراست سے نوازا ہے مگر صوفیہ کو نور فراست کے ساتھ ساتھ کشف اور شہود کی قوت بھی حاصل ہے۔

کشف اور فراست میں فرق؟! کشف وفراست میں ایسا ہی فرق ہے جس طرح اندازہ اور تخمینہ اور حسیات میں ہے فراست نظریات کو حسیات بنا دیتی ہے جب کہ کشف انہیں حسیات بنا دیتا ہے ایسے تمام کشفی مسائل جنہیں اہل سنت مانتے ہیں دوسرے نظریات رکھنے والے حضرات نے انہیں عقلی پیمانے میں محدود کر دیا ہے۔ اہل سنت کے مخالفین ہر مسئلہ کو عقل کے معیار سے تسلیم کرتے ہیں اور یہ عقل وخرد کی دنیا فراست پر قائم ہے اور نور فراست ہی انہیں واضح کرتا ہے حالانکہ کئی چیزیں کشف کے مشاہدے سے سامنے ہوگی۔ دلیل (فکر ونظر) کے ساتھ ایسی حقیقتوں کو ثابت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ میدان میں عقل محض نابینا اور نا کام ہے ہم ان علماء کرام پر تعجب کیے بغیر نہیں رہ سکتے جو خود مقام استدلال میں آ کر کھڑے ہوتے ہیں اور زور دیتے ہیں کہ اپنی بات کو دلائل عقلیہ سے ثابت کریں اور مخالفین پر اپنی حجت پوری کر دیں مگر وہ اس بات پر قائم نہیں رہ سکتے ہیں۔ نہ ثابت کر سکتے ہیں مخالفین کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح یہ مسائل نور معرفت اور کشف صحیح سے ثابت ہو چکا ہے دوسری طرف کے فلاسفہ جو دلائل اور نکات انہیں ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں وہ کمزور بھی ہیں اور باطل بھی ہیں صرف دوز بانوں کا نزاع بن کر رہ جاتا ہے کہ ان میں اعراض باقی نہیں رہتے۔

اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ان لوگوں کے پاس سب سے بڑی دلیل صرف یہ ہے کہ دوز مانوں میں اعراض باقی نہیں رہتا کیونکہ اگر عرض باقی رہ جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ عرض خود عرض ہی کے ساتھ قیام پذیر ہے حالانکہ ایسا ممکن نہیں مخالفین نے اس دلیل کو ناکارہ اور بے کار سمجھا اس لئے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ مسئلہ ہی ناقص ہے انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس مسئلہ اور ایسے ہی دوسرے مسائل صرف نور فراست سے حل ہوا کرتے ہیں اور نور فراست انوار نبوت سے لیا گیا ہے لیکن یہ ہماری اپنی کوتاہی ہے کہ ہم صرف انداز وتخمینہ سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

متعلق چیزوں اور بدیہی باتوں کو مخالفین کی نگاہ میں نظری بنا بنا کر پیش کرتے ہیں اور تکلفات کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے تاویلیں بحثیں کرتے چلے جاتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری بدیہی چیزیں مخالفین کو متاثر نہیں کرسکیں گی۔ ہمیں اس بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے ہم نے تو واضح طور پر تبلیغ اور ترغیب کرنا ہے کسی کو متاثر کرنا یا قائل کرنا ہمارا کام نہیں جس انسان کے اندر اسلامی دل ودماغ ہے۔ وہ درست سوچ کا مالک ہے اور حسن عقیدت کے جذبہ سے معمور ہے وہ یقیناً اسے قبول کرے گا جو شخص بے نصیب ہو اس کی طبیعت میں انکار اور کج بحثی ہی موجود ہو وہ یقینی طور پر ان باتوں کو تسلیم نہیں کرے گا اور اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

ماتریدیہ کون ہیں؟! علمائے اہلسنت میں شیخ الاسلام شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ اور نظریہ بڑا موزوں اور مناسب ہے انہوں نے صرف مقاصد کو بیان کیا ہے فلسفیانہ موشگافیوں اور باریکیوں سے دور رہنے کی کوشش کی ہے فلسفیانہ انداز پر نظر و استدلال کا طریقہ علماء شیخ ابوالحسن اشعری قدس سرہ نے شروع کیا تھا۔ آپ بھی اہلسنت و جماعت کے مقتدر علماء دین سے ہوئے ہیں ان کی یہ خواہش تھی کہ مسائل شرعیہ اور اعتقادی نظریات کو فلسفیانہ استدلال سے ثابت کیا جائے یہ بات اگرچہ بڑی دشوار ہے مگر آپ نے (اپنے وقت کے تقاضوں کے پیش نظر) فکر و استدلال کو فلسفیانہ موشگافیوں سے بیان کیا ہے ان کے اس رویے سے مخالفین بھی دین اور اعتقادات کو فلسفہ کی زد میں لے آئے جس سے اہل سنت کو بڑا نقصان پہنچا مخالفین اکابر اہلسنت پر زبان درازیاں کرنے لگے اور انہیں یہ جرات ہوگئی کہ دین کا ہر مسئلہ عقل و خرد کے ترازو پر رکھ کر فلسفیانہ انداز سے پیش کریں اس طرح اہل سنت کی اعتقادی زندگی میں ایک انتشار رونما ہوگیا اور وہ اسلاف کی تعلیمات سے دور ہونے لگے جنہوں نے عقائد اور نظریات کی اصلاح کے لئے بڑا کام کیا ہے ابو منصور ماتریدی نے بڑی اہم کتابیں لکھی ہیں جن میں کتاب التوحید کتاب المقالات کیاب بیان المعتز لہ کتاب ترد قرامطہ کتاب رد اصول خمسہ باہلی وغیرہ بڑی مشہور ہوئی تھیں۔ تاویلات قرآن ایسی کتاب ہے اپنی مثال آپ ہے اس نظریہ مذہب نے اسلامی دنیا کے ذہنی فتنوں کا نہ صرف مقابلہ کیا ہے بلکہ نظریات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی اصلاح کی۔

اللہ تعالیٰ اہل حق کو ان معتقدات پر ثابت قدم رکھے جو انوار نبوت سے ثابت ہیں۔

درجہ یقین! اللہ تعالیٰ نے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔ (اور بہر حال اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کرایا کرو) اس آیت کریمہ میں میں اس نعمت عظمیٰ کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو مجھے علم کلام سے تعلق رکھنے والے اعتقادات کی بسبت جو اہل سنت و جماعت کی آرا کے مطابق واقع ہوئے ہیں اور ایسا یقین حاصل ہو چکا ہے جو مجھے دوسرے حقائق کی نسبت سے حاصل ہوا ہے ظن اور وہم دکھائی دیتا ہے دوسرے لفظوں میں یہ یوں کہوں گا کہ اگر کسی مسئلہ میں مجھے علم کلام کی نسبت سے یقین حاصل ہوا ہو اور دوسری طرف مجھے اہلسنت کی آرا اور اجماع سے یقین حاصل ہوتا تو وہ پہلے یقین سے بہتر ہے میں علم کلام کے نتیجے کو یقین کا لفظ بولنے پر افسوس کروں گا اہل خرد اور ارباب عقول اس بات کو مانیں یا نہ مانیں اور مجھے یقین ہے وہ اسے نہیں مانیں گے کیونکہ یہ ابحاث عقل کی روشنی میں ثابت نہ ہوں وہ اہل عقل نہیں مانتے اور ظاہر بھی عقل ہمیشہ ایسے مقامات پر انکار کرتی جاتی ہے اس معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ یقین کرنا دل کا کام ہے اور یقین جو قلب کو حاصل ہوتا ہے وہ حواس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور یہ حواس جاسوسوں کی طرح ادھر ادھر سے معلومات حاصل کر کے دل تک پہنچاتے ہیں۔ دوسری طرف وہ یقین جو علم کلام کے کسی مسئلہ کے متعلق حاصل ہوتا ہے وہ تعبیر اسی حواس کے ذریعے اور براہ راست ہوتا ہے جس طرح ہم یقین سے نتائج کو بارگاہ رب العزت سے بطور الہام حاصل کرتے ہیں اور اس میں کوئی ذریعہ اور واسطہ نہیں ہوتا لہٰذا علم کلام سے حاصل کردہ یقین علم الیقین کہلاتا ہے اور الہامی طور پر حاصل کردہ یقین عین الیقین ہوتا ہے۔ اب آپ محسوس کریں گے کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فرق ہے!

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

فنائے ارادہ! جب طالب حقیقی کا سینہ اللہ کے فضل و کرم سے تمام عارضوں اور خواہشات سے خالی ہو جاتا ہے اور اسے اللہ کی ہدایت کے بغیر کسی چیز کی طلب نہیں رہتی تو اسے وہ کچھ میسر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آ جاتا ہے جو اس کی پیدائش کا مقصد اولین تھا۔ اس مقام پر پہنچ کر وہ بندگی کی حقیقت کو بجا لاتا ہے۔ اس کے بعد اگر قدرت چاہتی ہے تو اسے ناقص لوگوں کی تربیت پر مقدور کر دیا جاتا ہے اور اسے اس دنیا کی طرف واپس بھیج دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنی طرف سے ایک قوتِ ارادی عنایت فرماتا ہے اور اسے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ قولی اور فعلی تصرفات میں مختار اور مجاز کی حیثیت سے کام کرے جس طرح ایک ایسا غلام جسے اس کا مالک اجازت دے دیتا ہے کہ اپنے مالک کے تصرفات کو ناقص کرتا رہے وہ مختار اور اجازت یافتہ ہوتا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں ایک طالب اللہ کے فضل سے قرآنی اخلاق کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہو کر صاحب ارادہ بن جاتا ہے وہ دوسروں کے لئے جو کچھ چاہتا ہے کرتا جاتا ہے اس کے سامنے دوسروں کی بہتری اور دادرسی ہی پیش نظر ہوتی ہے وہ اپنی خواہش اور آرزو سے دست بردار ہوتا ہے اس کے احکام اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ارادے کے تابع ہوتے ہیں اور یہ بلند ترین مقام اللہ تعالیٰ کی کمال عنایت سے ملتا ہے۔

یہ صاحب ارادہ جو کچھ خود چاہے وہی واقعہ میں آ جائے۔ ضروری نہیں بلکہ یہ جائز بھی نہیں۔ کیونکہ ایسا سمجھنا شرک بھی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی بندگی کو برداشت نہیں کرتا۔ اس کا ہر حکم اللہ کی رضامندی کے تابع ہوتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو بھی فرما دیا تھا۔ انک لا تھدی من احببت ۔ ولکن اللہ یھدی من یشا۔ (یارسول اللہ آپ اپنی مرضی سے کسی کو ہدایت نہیں دیتے ہاں جب اللہ تعالیٰ کی خواہش ہوتی ہے تو آپ اسے بجا لاتے ہیں) جب سید المرسلین ﷺ کا ارادہ اللہ کی منشا کے بغیر توقع میں پڑ سکتا ہے تو دوسروں کی وہاں کیا مجال یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب ارادہ کی تمام مرادیں اور احکامات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور اکرم ﷺ کے بعض اقوال و افعال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما کان لنبی (نبی کے لئے یہ بات مناسب نہیں پھر فرمایا کہ عفا اللہ عنک (خدا نے آپ کو معاف کر دیا) یاد رہے کہ معافی کا تصور تو کسی کوتاہی پر ہی ہو سکتا ہے اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تمام باتوں کے لئے نہیں ہے جو انسان سے ظاہر ہوتی ہیں جس طرح کفر اور گناہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو ہے مگر یہ اس کی رضا میں سے نہیں ہوتی۔ قرآن پاک میں وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بندوں سے کفر اور انکار کو پسند نہیں کرتا جب خود اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور تخلیق اس کی مرضی کے خلاف ہوسکتا ہے تو جس بندے کو صاحب ارادہ کے مقام پر فائز کیا ہے اس کے بعض احکام اللہ کی مرضی کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔

کلام اللہ کی راہنمائی! سلوک کی تمام منزلیں طے کرتے وقت مجھے کلام اللہ سے ہی راہنمائی ملتی رہی ہے اور میرے پیر و مرشد (شیخ خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) قرآن پاک کی روشنی میں ہی میری راہنمائی فرماتے رہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن پاک ہی میرا پیر و مرشد ہے اگر مجھے قرآن پاک سے راہنمائی نہ ملتی تو محبوب حق کی عبادت کی کوئی راہ نہ نکلتی اس راستہ میں ہر لطیف سے لطیف چیز بھی۔ انا اللہ (میں خدا ہوں) کی صدائیں لگاتی سنائی دیتی ہے اور راستہ پر چلنے والے کو اپنی عبادت میں گرفتار کر لیتی ہے اگر وہ چیز "چوں" ہے تو آپ کو "بے چوں" ہونیکی صورت میں ظاہر کرتی ہے اور اگر تشبیہ ہے تو آپ کو "تنزیہہ" کی صورت میں سامنے لاتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں امکان وجوب کے ساتھ ملا ہوا ہے حدوث اور قدوم کے ساتھ خلط ملط ہے باطل حق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے گمراہی کو ہدایت کی شکل مل جاتی ہے اندریں حالات سالک ایک اندھے مسافر کا نمونہ بن جاتا ہے اور ہر چیز کو دیکھ کر ھذا ربی (یہ میرا رب ہے) کہہ کر آگے بڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف میں خالق السموات والارض (آسمانوں اور زمینوں کا خالق) کہہ کر پکارتا ہے پھر وہ "رب المشرق والمغرب" (مشرق اور مغرب کا رب) بھی اپنی شان بیان کرتا ہے۔ میرے لئے بھی ایسے مشکل مکامات آئے۔ عروج کے وقت ان صفات کو خیالی معبودوں کی نشاندہی ہوئی۔ تو بے اختیار ان تمام اوصاف سے انکار کر کے صرف ذات خدواندی کا سہارا لیا اور وہ تمام خدشات ختم ہو گئے جو سالک کو اوصاف میں ہی رک جانے پر مجبور کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح "لا احب الآفلین" کی صدا لگاتے ہوئے غروب ہونے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور غائب ہونے والے معبودوں سے منہ موڑتا گیا اور واجب الوجود کے سوا کسی کو بھی اپنا قبلہ توجہ نہیں بنایا۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنتھدی لو لا ان ھدٰنا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق.

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے عقیدت! حضرت باقی باللہ قدس سرہ کی تربیت گاہ میں ہم چار آدمی ایسے تھے جو تمام میں ممتاز شمار ہوتے تھے اور دوستوں کی نگاہوں میں ہمیں خاص مقام حاصل تھا۔ اپنے شیخ کی نسبت ہر ایک مختلف انداز سے اعتقاد رکھتا تھا اور ہر ایک کا معاملہ بھی جدا جدا تھا میرا یہ عقیدہ تھا کہ اس قسم کی تربیت اور صحبت سید الانبیاء جناب رسالت مآب ﷺ کے صحابہ کرام کے بعد کسی کو نصیب نہیں ہوئی میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا تھا اور دل میں یقین کرتا تھا کہ اگرچہ مجھے سرکار دو عالم ﷺ کی مجالس اور صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوسکا تاہم مجھے اس شرف اور صحبت سے محرومی نہیں رہی۔ میرے شیخ (حضرت خواجہ باقی باللہ) میرے تین ساتھیوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ فلاں آدمی مجھے ''صاحب تکمیل'' تو سمجھتا ہے مگر صاحب ارشاد نہیں سمجھتا اس کے نزدیک ارشاد کا مقام تکمیل سے بلند تر ہے پھر فرماتے فلاں آدمی میرے سلوک سے محروم ہے اور اسے رسائی نہیں ہے تیسرے کے متعلق فرمایا کرتے کہ وہ شخص تو ہماری نسبت سے انکاری ہے۔ چنانچہ ہماری طرف سے بھی ان چاروں کو ان کے اعتقاد اور عقیدت کے متعلق ہی حصہ ملا ہے۔

اپنے شیخ کی محبت میں مبالغہ! مرید اپنے شیخ اور پیر کی افضلیت کا قائل ہوتا ہے اس کے اکمل ہونے پر اسے پختہ یقین ہوتا ہے اسے اس سے عقیدت اور محبت کے ثمرات اور اچھے نتائج بھی حاصل ہوتے ہیں اس سے افادہ اور استفادہ دونوں چیزیں میسر ہوتی ہیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ ایک مرید کو اس حد تک مبالغہ نہیں کرنا چاہیے کہ اپنے پیر کو ان حضرات سے بھی فضیلت دیتا رہے جن کی بزرگی اور عظمت شریعت میں واضح ہے یہ بات محبت میں افراط کا باعث بنتی ہے۔ شیعہ حضرات کی سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ وہ اہلبیت کی محبت میں غلو کرتے ہوئے صحابہ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مراتب اور مقامات کو نظر انداز کر جاتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں اسی طرح نصاریٰ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افراط محبت کے جذبے میں آپ کو خدا کا بیٹا بنا جاتے ہیں اس طرح کے نظریات والے ابدی خسارے سے دوچار ہوتے ہیں ہاں ان حضرات کے علاوہ اگر کسی بزرگ کو شرعی طور پر بلند مقام حاصل نہیں ہے تو اپنے پیر کی فضیلت بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ہم ایسے حضرات کو طریقت میں بہترین عقیدت کیش تصور کرتے ہیں ایسی فضیلت مرید کے اپنے بس کی بھی بات نہیں ہوتی۔ اگر مرید صاحب استعداد ہے تو اسے بے اختیار اپنے شیخ کی فضیلت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے وہ اسی جذبہ سے کمالات کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے اگر ایسی فضیلت ایک مرید بلاوجہ قائم کرے یا بلادلیل عظمت بیان کرتا جائے تو اس پر صداقت مشتبہ ہو جائے گی اور اسے اس تکلف پر وہ ثمرات نہیں ملیں گے جس میں اس کا حصہ ہے اس سلسلہ میں کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

نفی اور اثبات کیا ہے؟! کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللّٰہ نفی اور اثبات کا ایک بلند ترین مقام ہے۔ عقل ونظر کشف ومشاہدہ میں جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ محض بے کیف ہو کر رہ جاتا ہے جب تک لا (یعنی نفی) کے تحت داخل نہ کیا جائے اثبات کی جانب اللہ کو قلب کو موافقت سے آگے بڑھا جاتا ہے اور اسی مقام کو نفی اور اثبات کہا جاتا ہے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چنیں!

حقیقتِ قرآنی۔ حقیقتِ کعبہ اور حقیقتِ محمدی! ہمارے نزدیک حقیقت قرآنی اور حقیقت کعبہ کے درجات حقیقت محمدی سے بلند تر ہیں دوسرے لفظوں میں حقیقت قرآنی حقیقت محمدی کی امام ہے۔ اسی طرح حقیقت کعبہ ربانی کا درجہ حقیقت قرآنی سے اوپر ہے۔ جس طرح حقیقت قرآنی حقیقت محمدی کی مسجود ہے اسی طرح حقیقت قرآنی حقیقت ربانی کے زیر سایہ ہے۔ حقیقت کعبہ ربانی کا ایک مقام ہے جہاں بالکل بے صفتی اور بے رنگی کی کیفیت ہوتی ہے اس مقام پر شیونات اور اعتبارات کی کوئی گنجائش نہیں اس بارگاہ تقدس وتنزیہہ کی بھی کوئی مجال نہیں ہے۔

آنجا ہمہ آنست کہ برتر زبیان ست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ وہ مقام ہے جس پر اہل اللہ نے خاموشی اختیار فرمائی ہے یہ ایسی معرفت ہے جس پر اہل اللہ نے لب کشائی کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ اشارہ کنایہ میں بھی اس پر اظہار خیال نہیں کیا یہ ایک نہایت نازک اور مشکل مقام ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے جب اپنی معرفت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا اور اپنے احباب میں سے ممتاز مقام ملا۔ تو مجھ پر ان مقامات کے حقائق واضح ہو گئے اب میں ارباب معنی کے لئے چند ارشارات پر اکتفا کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔

حقیقت محمدی کی حقیقت کعبہ تک رسائی! یہ بات ذہن نشین کرلیں جس طرح کعبہ ظاہری صورت چیزوں کی صورتوں کی مسجود ہے (ہر مخلوق کعبۃ اللہ کو سجدہ کرتی ہے) اسی طرح تمام اشیاء کے حقائق بھی حقیقت کعبہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ کعبہ اللہ مسجود خلائق بھی ہے اور مسجود حقائق بھی میں یہاں ایسا نکتہ بیان کرنا چاہتا ہوں جو آج تک نہ آپ کی نظروں سے گزرا ہوگا اور نہ پہلے بزرگوں نے اسے بیان فرمایا ہے۔ یہ نکتہ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے بتایا ہے اور اس کا خصوصی الہام مجھ پر ہی عنایت ہوا ہے ایک ہزار سے کچھ زیادہ سال گزر گئے ہیں۔ حضور سید العالمین ﷺ کی رحلت ہوئی آج وہ وقت آگیا ہے جب حقیقت محمدی عروج کر کے حقیقت کعبہ میں متحد ہو گئی ہے۔ آج سے حقیقت محمدی کا دوسرا نام حقیقت احمدی ہوگا اور ذات احمد کا مظہر بن جائے گا۔ یہ دونوں مبارک نام (محمد۔ احمد) حقیقت محمدی اور حقیقت کعبہ میں یکجا ہو جائیں گے حقیقت محمدی کا پہلا مقام خالی ہو جائے گا۔ اور یہ مقام اس وقت تک خالی رہے گا جب تک عیسیٰ علیہ السلام نزول نہ فرمائیں گے اور نزول فرمانے کے بعد شریعت محمدی کے مطابق عمل کریں گے اس وقت حقیقت عیسوی عروج کر کے حقیقت محمدی کی جگہ کے خلا کو پر کرے گی۔

کلمہ طیبہ کی فضیلت! اگر کلمہ طیبہ نہ ہوتا تو ہمیں بارگاہ خداوندی کی طرف راستہ نہ ملتا توحید کے چہرے سے نقاب نہ اٹھتی جنتوں کے دروازے کون کھولتا۔ صفات بشر کے بلند وبالا پہاڑ اسی ''لا'' کے تیشہ سے ہی کھودے گئے تعلقات کے بے شمار جہاں اسی لا کی نفی سے دور ہٹتے گئے اسی کلمہ طیبہ کا ایک جزو لانفی معبودان باطل کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اسی طرح کلمہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا ایک جزو اثبات ذات خداوندی تک رسائی کی راہیں کھولتا ہے سالک اسی کلمہ کی مدد سے امکانی درجات کو قطع کرتا ہوا ترقی پاتا ہے عارف اسی کلمہ کی برکات سے معراج کمال پر پرواز کرتا جاتا ہے۔ یہی کلام ہے جو انسان کو تجلیات افعال سے تجلیات صفات تک پہنچاتا ہے۔ پھر تجلیات صفات سے تجلیات ذات تک راہنمائی کرتا ہے۔

تا بجاروب لا نروبی راہ　　　نرسی در سرائے الا اللہ

والسلام علی من اتبع الهدی والتزم مقابعة المصطفی علیه وعلی آله واصحابه صلوات والتسلیمات۔

معوذتین پر ایک کشف! حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ معوذتین (قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس) کو فرض نمازوں میں نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں سورتوں کے قرآن کا حصہ ہونے میں جمہور کے مخالف ہیں۔ لہذا نماز میں جتنی قرآت فرض ہے اس میں سے ان دونوں صورتوں کی قرات کو شمار نہیں کرنا چاہیے۔ ہم بھی ان دونون صورتوں کو نماز میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن کارکنان قضا و قدر نے ہم پر کشفاً ظاہر کیا کہ گویا معوذتین حاضر ہیں اور حضرت مخدوم سے فرض قرات میں ان کی قرات سے منع کر دینے کے بارے میں شکایت کر رہے ہیں کہ ہمیں قرآن سے کیوں نکال دیا گیا ہے اس وقت سے ہم اس ممانعت سے باز آئے اور فرض قرات میں ہم نے ان کی قرات شروع کر دی۔ فاتحہ کے بعد ان کو ملاتے ہیں (اور قرات کا فریضہ تو سورۃ فاتحہ سے ادا ہو چکا ہے پس سورت کا ملانا بھی ظن ہی ہوا)

والعجب من الشیخ المقتدی مثل هذ الکلام کل العَجَبِ والصلواة والسلام علی سیدالبشرِ والِهِ الاَطهَر.

لہذا بہت ہی تعجب ہے کہ ایک شیخ مقتدا سے ایسی بات کیونکر ادا ہوئی اور درود سلام ہو حضرت سید البشر ﷺ پر اور آپ کی آل اطہر ہے۔

تقلید اور اتباع کی اہمیت! صوفیہ کرام کے طریق سے ملت اسلام سے بڑا حصہ اسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شخص کے لئے ہے جس میں تقلید کی عادت اور پیروی سب سے زیادہ ہے شریعت کا دارومدار صرف تقلید پر ہے اور اس مقام میں معاملے کا انحصار محض پیروی رسول پر ہے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی تقلید بلند ترین درجوں تک پہنچا دیتی ہے اور اصفیاء کی پیروی بڑے بڑے مقامات تک لے جاتی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں چونکہ یہ عادت سب سے زیادہ پائی جاتی تھی۔ آپ نے بے توقف تصدیق نبوت کی سعادت میں سبقت فرمائی تھی اور صدیقوں کے رئیس بنے اور ابوجہل لعین چونکہ تقلید کی پیروی کی استعداد سے نا آشنا تھی لہٰذا اس سعادت سے محروم رہا اور ملعونوں کا پیشوا بنا۔

یاد رہے مرید جس کمال کو بھی حاصل کرتا ہے وہ اپنے پیر کی تقلید ہی سے کرتا ہے۔ شیخ کی غلطی بھی مرید کے ثواب اور نیکی سے بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر ﷺ کے سہو ونسیان کی آرزو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یٰلیتنی کنت سہو محمد (کاش میں محمد ﷺ کا سہو بن جاتا) اور حضرت پیغمبر ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ سین بلال عند اللہ شین (بلال کا سین خدائے تعالیٰ کے نزدیک شین ہے) کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ عجمی (حبشی) تھے اس لئے وہ اذان میں سین بے نقطہ کے ساتھ اسہد اللہ کہا کرتے تھے اور خدائے عزوجل کے نزدیک ان کا اسھد کہنا اشھد ہی تھا لہٰذا حضرت بلال کی یہ غلطی دوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔

براشہد تو خندہ اسہد بلال

(ترجمہ) تیرے اشہد پر بلال کا اسہد خندہ زنی کرتا ہے۔

میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے وہ کہا کرتے تھے کہ بعض دعائیں جو مشائخ سے منقول ہیں اگر اتفاقاً ان مشائخ نے ان میں بعض دعاؤں میں کوئی غلطی بھی کردی ہے اور اسے محرف کرکے (بگاڑ کر) پڑھ دیا ہے تو اگر ان کے پیروکار ان دعاؤں کو اسی تحریف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے ساتھ ان کے مشائخ نے پڑھ دیا تھا تو وہ دعائیں کامل تاثیر بخشتی ہیں اور اگر انہیں درست کرکے پڑھتے ہیں تو وہ تاثیر سے خالی رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انبیاء کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تقلید کی اور اپنے اولیاء کی تقلید کی پیروی پر اپنے حبیب علیه وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی متابعهم الصلوات والتسلیمات کی عظمت و مرحمت کے طفیل ثابت قدم رکھے۔

تجلی ذات اور انبیاء کے درجات کا تفاوت! حضرت محمد ﷺ تمام رسولوں کے سردار (سید المرسلین) ہیں علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات باقی تمام انسانوں کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام و موسیٰ علیه السلام و الصلوات والتسلیمات والتحیات کو اگرچہ تجلی ذات کے مقام سے بڑا مرتبہ اور استعداد حاصل ہے اور حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا اصطنعتک لنفسی (اور میں نے تمہیں اپنے نفس کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔ (نہ اپنی ذات کے لئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو "روح اللہ" اور کلمة اللہ ہیں اور ان کے حضور سرور عالم ﷺ باوجودیکہ تجلی صفات کے مقام پر ہیں لیکن بڑے تیز نظر ہیں وہی خاص شان جو ہمارے پیغمبر کی تجلی ذات کے مقام پر نصیب ہوئی ہے۔ اس کے باوجود دونوں میں استعداد کا تفاوت ہے لہذا اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیهما الصلواة والسلام سے افضل ہو جاتے ہیں ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اوپر ہیں وہ تیز بصر اور ناقد نظر ہیں ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کا مقام اگرچہ صفات کے مقام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت اونچا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مقام میں ایک خاص شان اور تیزی نظر حاصل ہے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہے لیکن ان کی اولاد کرام کو بھی اس مقام میں بوجہ پیروی کرنے اور اولاد ہونے کے حصہ ملا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کا درجہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہے ہمارے نبی (ﷺ) اور تمام انبیاء (علیہم السلام) پر درود اور سلام ہوں۔ یہ ان معلومات میں سے ہے جو مجھے رب نے سکھائی ہیں اور جن کا اس نے مجھ پر اپنے فضل وکرم سے الہام فرمایا ہے۔ اور پورا علم تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سیر اجمالی کا درجہ سیر تفصیلی سے بلند ہے! جس سالک کی سیر اسماء وصفات کی تفصیل میں واقع ہوگئی ہے کیونکہ اسماء وصفات کی تو کوئی انتہا ہی نہیں کہ ان کو طے کرنے کے بعد سالک منتہائے مقصود تک پہنچ سکے مشائخ نے اسی مقام کے متعلق بتایا ہے کہ مراتب وصول کی کوئی انتہا نہیں ہے کیونہ محبوب کے کمالات لامتناہی ہیں اور اس جگہ وصول سے مراد وصل اسمائی اور صفاتی ہی ہے سعادت مند وہی سالک ہے جس کی سیر اسماء اور صفات میں اجمالی طریقہ پر واقع ہو اور وہ تیزی کے ساتھ بارگاہ ذات تعالیٰ وتقدس میں واصل ہو جائے۔

کیا وصول نہایت کے بعد رجوع لازم ہے! واصلان ذات کو آخری نقطہ وصول (یعنی نہایت النہایت) تک پہنچنے کے بعد دعوت وارشاد کے ساتھ واپس آنا لازمی ہوتا ہے۔ اس مقام سے نہ لوٹنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا یہ ان متوسط حضرات کے برخلاف ہے جنہیں اپنی استعداد کی انتہا تک پہنچ جانے کے بعد واپس آنا لازمی نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ واپس آجائیں اور (یہ بھی) ہوسکتا ہے کہ وہ وہیں قیام کرنا قبول کرلیں۔ لہذ انتہی حضرات کے وصول کے مراتب کے لئے تو تکمیل واتمام کا تصور کیا جاسکتا ہے بلکہ لازم ہے لیکن متوسط درجہ کے حضرات کے لئے جو اسمائی وصفاتی تفصیل میں چلے گئے ہیں (وصول کے مراتب کی) کوئی انتہا نہیں ہے (کہ وہاں پہنچ کر وہ تکمیل حاصل کرلیں) یہ علم ان مخصوص علوم میں سے ہے جو خاص اس فقیر (مجدد الف ثانیؒ) کو عطا ہوئے ہیں اور صحیح علم تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہی ہے۔

مقام رضا! مقام رضا۔ تمام مقاماتِ ولایت سے اوپر ہے اور اس بلند مقام کا حصول سلوک اور جذبہ کی تکمیل کے بعد ہوتا ہے۔

سوال! اگر لوگ دریافت کریں کہ ذات حق سبحانہ اور صفات حق تعالیٰ اور افعال حق سبحانہ سے رضا تو واجب ہے اور خود ایمان ہی میں ملحوظ ہے لہذ اعام مسلمانوں کو بھی اس سے چارہ نہیں ہے تو سلوک بھی جذبہ کی تکمیل کے بعد اس کا حاصل ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔؟

جواب! اس کے بعد ہم کہیں گے کہ رضا کی ایک خاص صورت ہوتی ہے اور ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حقیقت ہوتی ہے اسی طرح جیسا کہ باقی ارکان ایمان کی صورت اور حقیقت ہوا کرتی ہے ابتدائی حالات میں صورت کا تحقق ہوتا ہے اور انتہا میں حقیقت کا تحقق ہوتا ہے جب آدمی سے کوئی بات رضا کے خلاف ظاہر نہ ہو تو ظاہر شریعت فیصلہ کر دیتی ہے کہ اس شخص کو رضا حاصل ہے تصدیق قلبی کی طرح جب تصدیق کی منافی کوئی بات نہ پائی جائے تو حصول تصدیق کا فیصلہ کر دیتے ہیں لیکن ہم (سالکین و عارفین) جس چیز کے درپے ہیں وہ حقیقت رضا کا حصول ہے محض ظاہری صورت کا نہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

اتباع سنت کی تلقین احتراز از بدعت! کوشش کرنی چاہیے کہ سنت پر عمل ہو اور بدعت سے بچیں۔ خصوصاً ایسی بدعت ہے جو سنت کو ختم کر دینے والی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے من احدث فی دنیا ھذا فھو رد۔ (یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات داخل کر دے تو وہ قابل رد ہے) ایسے لوگوں کے حال پر تعجب ہوتا ہے جو دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ دین ہر طرح مکمل ہو چکا ہے اور وہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور جو لوگ نئی چیزوں (محدثات) کے ذریعہ سے تکمیل دین کی تلاش کرتے ہیں انہیں یہ اندیشہ نہیں ہو کہ خدانخواستہ اس نو ایجاد (مخترع) بات کی وجہ سے کہیں سنت کی نفی (ختم) نہ ہو جائے۔ مثلاً عمامہ کا شملہ دونوں بازوؤں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے لیکن بہت سے لوگوں نے شملہ کو بائیں طرف چھوڑنا اختیار کر لیا ہے اور اپنے اس عمل سے انہیں مردوں کے ساتھ تشبہ (مشابہت) اختیار کرنا منظور ہوتا ہے اور بے شمار لوگ اس فعل میں ان کی پیروی کر رہے ہیں۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ ان کا یہ عمل سنت کی نفی کر رہا ہے اور سنت سے ہٹا کر انہیں بدعت میں مبتلا کر رہا ہے اور بالآخر حرمت تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تشبہ (مشابہت) اختیار کرنا بہتر ہے یا مردوں کے ساتھ؟ حضور اکرم ﷺ ہی تو ہیں جو ایسے وصال سے مشرف ہو چکے ہیں جو موت سے بھی پہلے ہوتا ہے اگر وہ لوگ مردہ کے ساتھ تشبہ کے متلاشی ہیں تب بھی ان کو حضور انور ﷺ کے ساتھ تشبہ ہی سزاوار ہو سکتا ہے یہ عجیب معاملہ ہے کہ میت کے کفن میں خود عمامہ پہنانا بھی بدعت ہے چہ جائیکہ اس کا شملہ چھوڑا جائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور بعض علمائے متاخرین نے جو میت کے کفن میں عمامہ دینے کو، جب کہ میت علمائے دین میں سے ہو مستحسن قرار دیا ہے ہمارے نزدیک تو کفن کی مسنون مقدار بھی زیادتی کرنا نسخ یعنی سنت کو بدلنا ہے اور اصل سنت کو بدلنے کا مطلب سنت کو چھوڑ دینا ہے اللہ سبحانہ ہمیں حضرت محمد ﷺ کی بلند سنت کی پیروی پر ثابت قدم رکھے۔ علی مصدرھا الصلوۃ والسلام اور خدائے تعالیٰ اس بندہ پر اپنا رحم فرمائے جو میری اس دعا پر آمین کہے۔

سرہند کے بازاروں میں جنات کی آمد! ایک دن جنات کے حالات کو اس فقیر پر منکشف فرمایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ جنات گلی کوچوں میں انسانوں کی طرح ہی گھوم پھر رہے ہیں اور ہر جن کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور وہ جن اس مقررہ فرشتہ کے ڈر سے اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتا۔ اور اپنے دائیں بائیں دیکھنے کی جرات نہیں کرتا تھا وہ قیدیوں کی طرح گھوم پھر تو رہے تھے مگر قطعاً کسی مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تھے۔ بجز اس کے کہ میرا پروردگار ہی کسی چیز کو چاہے اور اس وقت میں نے کچھ ایسا دیکھا کہ موکل (مقررہ فرشتہ) کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہے کہ اگر کوئی جن ذرا سی مخالفت کا خیال بھی کرتا تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیتا۔

خدائے کہ بالا و پست آفرید　　　زبردست بر زیردست آفرید

بعض ولیوں کو نبی پر جزئی فضیلت ہوتی ہے! ولی جو کمال بھی حاصل کرتا ہے اور جس درجہ تک بھی پہنچتا ہے وہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے طفیل میں پہنچتا ہے۔ اگر نبی کی متابعت اور پیروی سے ہٹ جائے تو ایمان سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ بلند ترین درجات تک پہنچنا تو بڑی بات ہے لہذا اگر ولی کو چند جزئی فضیلتوں میں سے کوئی ایسی فضیلت حاصل ہو جائے جو نبی میں نظر نہیں آتی اور اس ولی کو بلند درجات میں سے کوئی خاص درجہ میسر ہو بھی جائے جو نبی کو میسر نہیں تھا پھر بھی یقیناً نبی کو بھی اس جزئی فضیلت اور اس خاص درجہ سے پورا پورا حصہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ولی میں اس کمال کا حصول تو اس نبی کی پیروی ہی کے واسطہ سے ہے اور یہ سب کچھ اس نبی کی اتباع سنت کے نتائج ہی کا ایک حصہ ہے پس لامحالہ نبی کو اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کمال سے مکمل حصہ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے۔

مَن سَنَّ سُنَةَ حَسَنَة فَلَه اجرُها و اَجرُ مَن عَمِلَ بهَا (جس کسی نے کسی اچھے طریقے کی بنیاد رکھ دی تو اسے خود اس کا ثواب بھی ملتا رہے گا اور تمام لوگوں کے برابر بھی ثواب ملے گا جو اس طریقے پر عمل کریں گے) ایسا ولی اس کمال کے حصول میں پیشرو ہوگا اور اس درجے تک پہنچنے میں مقدم ہوگا۔ اور ولی کی نبی پر اس قسم کی فضیلت حاصل ہونے کو علماء نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ جزئی فضیلت ہے جو کلی فضیلت کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور جو صاحب فصوص الحکم حضرت محی الدین ابن عربی نے فرمایا کہ خاتم انبیاء (ﷺ) علوم و معارف کو خاتم الولایت سے حاصل فرماتے ہیں تو وہ بھی اسی معرفت کی بات کرتے ہیں۔

الحمدللہ مجھے بھی اس معرفت کے ساتھ ممتاز فرمایا گیا ہے اور یہ اسرار شریعت کے موافق ہے اور فصوص الحکم کے شارحون نے اس بات کو صحیح قرار دینے کے لئے تکلف اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ خاتم الولایت دراصل خاتم النبوت کا خزینہ دار اور خزانچی ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ خود اپنے خزانہ سے کوئی چیز لیتا ہے تو (ظاہر ہے خزانچی ہی سے لے گا) اس سے بادشاہ کے میں کوئی نقص لازم نہیں آتا، ہمارے نزدیک (اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے) حقیقت واقعہ وہی ہے جو میں نے تحقیق کرکے بیان کردیا ہے اور اس تکلف کا منشا محض یہ ہے کہ وہ لوگ معاملہ کی حقیقت تک پہنچ سکے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام حقائق امور کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور درود وسلام ہو سید البشر ﷺ اور آپ کی آل اطہر پر۔

ولی کی ولایت، نبی کی ولایت ہی کا حصہ ہوتی ہے! ولی کی ولایت اپنے نبی علیہ السلام کے اجزائے ولایت کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ ولی کو کتنے ہی بلند ترین درجات نصیب ہوجائیں وہ سب درجات اس نبی کے درجات میں سے ایک جزو ہی ہوں گے۔ جزو کتنی ہی عظمت پیدا کرلے کل سے کمتر ہی ہوتی ہے کیونکہ (اَلکُلُّ اَعظَمُ مِنَ الجُزءِ) (یعنی کل جز سے بڑا ہی ہوتا ہے) قضیہ بدیہی ہے۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو کسی جزء کی بڑائی کا خیال کرکے اسے کل سے زیادہ کہے گا۔ کیونکہ کل کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ دوسرے اجزا کے علاوہ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں یہ جز و بھی موجود ہے۔

صفات باری تعالیٰ کی تین قسمیں! صفات واجبی .تَعَالَت وَتَقَدَّست ۔تین قسم ہیں ۔قسم اول ,صفات اضافیہ ہیں جیسے خالق ہونا ,رازق ہونا ,اور قسم دوم صفات حقیقیہ ہیں لیکن وہ اپنے اندر اضافت کا ایک رنگ رکھتی ہیں جیسے علم ,قدرت ,ارادہ ,سمع ,بصر اور کلام اور قسم سوم حقیقت محض ہے جیسے حیات ۔پس اس میں اضافت کا کوئی امتزاج نہیں ہے اور اضافت سے ہماری مراد ,عالم یعنی دنیا کے ساتھ تعلق ہونا ہے اور تیسری قسم تینوں قسموں میں سے سب سے اعلیٰ اور تمام اقسام کی جامع ترین ہے اور امہات صفات میں سے ہے ۔صفت علم اپنی جامعیت کے باوجود صفت حیات کی تابع ہے اور صفات اور شیونات کا یہ دائرہ صفت حیات پر ختم ہوجاتا ہے اور مطلوب تک رسائی حاصل کرنے کا دروازہ بھی یہی صفت ہے اور چونکہ صفت حیات کا درجہ صفت علم سے اوپر ہے اس لئے لامحالہ اس مقام تک رسائی بھی علم کے مراتب کو طے کر لینے کے بعد ہی ہوگی ۔خواہ وہ علم ظاہر ہو یا علم باطن خواہ علم شریعت ہو یا علم طریقت اور جو لوگ اس دروازہ میں داخل ہوتے ہیں وہ بہت ہی کم (کم سے بھی کم تر) ہیں گلیوں اور کوچوں کے پیچھے سے لوگ اپنی نگاہیں اندر ڈال لیتے ہیں ۔(خود اندر نہیں پہنچ سکتے) اور ایسے لوگ بھی بہت ہی کم ہیں اگر میں اس مقام کے اسرار میں سے کوئی راز بھی بیان کروں تو میری گردن اڑا دی جائے۔

وَمِن بَعدِ هٰذا ما يَدِقُّ صِفَاتُه

وَمَا كَمه اَحظىٰ لَدَيهِ وَاجمَل

اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد ﷺ کی پیروی کو لازم جانے علیه وعلی آله والصلوٰة والسلام ۔

خدا کی مثل نہیں ہوسکتا اس کی مثال ہوسکتی ہے! حضرت سبحانہ وتعالیٰ ''مثل'' سے منزہ ہے ۔لَیسَ کَمِثلِه شَیءٌ ۔(اس کے مثل جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے) لیکن علماء نے ''مثال'' اور ''مثل'' کو جائز رکھا ہے وللهِ المَثَلِ الاعلیٰ (اور اللہ کے لئے بلند ترین مثال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے، یا اللہ کی تو بلند ترین شان ہے) ارباب سلوک اور ارباب کشف کو مثال ہی سے تسلی دیتے ہیں اور خیال سے آرام بخشتے ہیں بے چون کو چون کی مثال سے ظاہر کرتے ہیں وجوب (ذات واجب) کو امکان کی صورت میں جلوہ گر کرتے ہیں بیچارہ سالک مثال کو صاحب مثال کا عین سمجھ لیتا ہے اور صورت کو صاحب صورت کا عین خیال کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے احاطہ کی صورت کو تمام چیزوں میں دیکھتا ہے اور اسی احاطہ کی مثال کا تمام دنیا میں مشاہدہ کرتا ہے اور وہ خیال کر لیتا ہے کہ جو چیز نظر آ رہی ہے وہ احاطہ حق سبحانہ کی حقیقت ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا احاطہ تو بے چون اور بچگون ہے اور اس سے منزہ و پاک ہے کہ وہ نگاہ یا (مشاہدہ) میں آسکے اور کسی پر ظاہر ہو جائے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے۔ لیکن ہم اس کے اس احاطہ کو نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے؟ اور جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ اس احاطہ کی شبیہ اور مثال ہے اور حق تعالیٰ کے قرب اور اس کی معیت کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ جو کچھ مشاہدہ اور کشف میں آتا ہے وہ ان کی شبیہ اور مثال ہیں اس کی حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام باتوں کی حقیت کی کیفیت نامعلوم ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ قریب ہے اور ہمارے ساتھ ہے لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کے اس قرب اور معیت کی حقیقت کیا ہے' اور بہت ممکن ہے کہ جو کچھ حدیث نبوی علیه وعلى آله الصلوات والتسليمات میں آیا ہے کہ ."يَتَجلّىٰ رَبُّنا ضَاحِكا" (یعنی پروردگار ہنستے ہوئے تجلی فرمائیگا) وہ صورت مثالی کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ کمال رضا وخوشنودی کا حاصل ہونا مثال ہے ہنسنے کی صورت میں ہی دکھایا جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ ہاتھ چہرہ, قدم اور انگلی کا اطلاق بھی مثالی صورت کے اعتبار سے ہو۔ میرے پروردگار نے مجھے ایسی ہی تعلیم دی ہے اور خدا اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے مخصوص فرما لیتا ہے اور اللہ بڑے ہی فضل والا ہے اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور اور سلامتیاں اور برکتیں بھی نازل ہوں

ایک گزارش! احوال ووجدانات اور علوم ومعارف کو بیان کرنے کے سلسلہ میں اگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس راقم کی عبارت میں کوئی تناقض یا اختلافات معلوم ہو تو اسے اوقات کے مختلف ہونے اور حالات وکیفیات سے جداگانہ ہونے پر محمول کرنا چاہیے ۔ کیونکہ ہر وقت احوال اور وجدانات مختلف ہوتے ہیں اور ہر حالت وکیفیت کے علوم ومعارف جداگانہ ہوتے ہیں ۔لہذا در حقیقت یہ کوئی تعارض یا اختلاف نہیں ہوتا اس کی مثال احکام شرعیہ کی مثال کی طرح ہے کہ وہ منسوخ اور تبدیل ہونے کے بعد متضاد احکام نظر آتے ہیں لیکن جب اوقات اور حالات کے اختلاف کو نظر میں رکھا جاتا ہے تو وہ تناقض اور اختلاف دور ہو جاتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ سبحانہ کی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ۔لہذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔ اور اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ہمارے آقا محمد ﷺ اور آپ کی آل پر اور سلام اور برکتیں بھی نازل فرمائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسالہ

معارف لدنیہ

مصنف

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا سید زوار حسین شاہ مجددی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعارف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ مبارکہ معارف لدنیہ فارسی زبان میں تحریر ہے کہ اس کے مضامین ومقالات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ آپ نے ابتدائی دور اور متوسط دور میں تصنیف فرمایا۔ اس کا سال تحریر مبدو معاد سے پہلے ہے۔ یہ اکتالیس متفرق مضامین پر مشتمل ہے۔ جن کو آپ نے معرفت کا عنوان دیا ہے۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے عرفان کے اسرار ورموز کا ایک جہان آباد ہے جس کے گل گشت کا شرف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آیا۔

اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد بہت سے حقائق ودقائق انسان کی نگاہوں کے سامنے روشن ہو جاتے ہیں۔ اور دل میں معرفت خدا کے حصول کا جذبہ بیدار ہوتا ہے کہ

آپ نے نہایت علمی وفکری انداز میں ذات وصفات۔ ولایت محمدیہ حقیقت ایمان۔ طریقت شریعت اور حقیقت ومراتب فنا بندہ کے اختیار۔ ابدال وقطب ارشاد کے فیض اور قضا وقدر کے عنوانات پر روشنی ڈالی ہے۔ آخر میں حسب معمول حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کے فضائل ومناقب تحریر فرمائے ہیں اور ان کے دشمنوں کی مذمت بیان کی۔ آپ کا عقیدہ دیکھیے۔

اس روشن شریعت والی ہستی کے منکر اور ملت زہرا کے بانی کے مخالف ساری مخلوق میں بدبخت ترین لوگ ہیں اعراب اَشَدُّ کُفراً وَّنِفَاقا۔ بدوی لوگ کفر ونفاق کے اعتبار سے سخت ترین لوگ ہیں یہ فرمان الٰہی ان کی حالت کا پتہ دیتا ہے تعجب ہے کہ بعض ناپختہ اور ناقص درویش جو اپنے خیال کشف کو معتبر سمجھتے ہیں اس روشن شریعت کی مخالفت اور انکار میں پیش قدمی کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی باوجود اپنی اس کلیمی اور قرب خاص کے اگر زندہ ہوتے تو اس شریعت کی پیروی کے بغیر کوئی اور طریقہ اختیار نہ فرماتے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست

☆ لفظ اللہ میں حروف تعریف کے اجتماع کی حکمت ۲۶۱

☆ معرفہ پر حروف تعریف لگانے کی وجہ ۲۶۳

☆ علم کے دو حروف تعریف سے مرکب ہونے کی وجہ ۲۶۳

☆ حروف تعریف کی کثرت کی وجہ ۲۶۴

☆ ممکنات کا وجود اور ان کے حقائق ۲۶۴

☆ سالک کی سیر کے انواع و مراتب ۲۶۵

☆ مقام تکمیل اور جمع در تشبیہ و تنزیہ ۲۶۷

☆ وحدت ذاتی وصفاتی وافعالی ۲۶۸

☆ موہوب حقانی کا وجود ۲۷۱

☆ حقیقت محمدی سے مراد ۲۷۱

☆ خارجی صورتوں اور اشکال کا علمی صورتوں کے ساتھ تعلق ۲۷۳

☆ ذات حق میں یقین کے تین مراتب ۲۷۴

☆ صوفیہ اور متکلمین میں اختلافات ۲۷۶

☆ واجب تعالیٰ کے وجود کی تحقیق ۲۸۳

☆ صفات کا وجود ذات پر زائد ہے ۲۸۶

☆ ذات وصفات کا بیچوں ہونا ۲۹۰

☆ مکان و زمان کے لوازم سے تنزیہ ۲۹۱

☆ معلوم کے ساتھ علم حق کا تعلق ۲۹۲

☆ قدرت وارادہ ۲۹۳

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆ شیون وصفات میں فرق ۲۹۵
☆ ذات وصفات حق میں مماثلت کی نفی ۲۹۶
☆ ولایت خاصہ محمدیہ ۲۹۹
☆ سالک مجذوب اور مجذوب سالک کے مراتب میں فرق ۳۰۰
☆ صورت ایمان اور حقیقت ایمان ۳۰۱
☆ طریقت اور حقیقت سے شریعت کا تعلق ۳۰۳
☆ مراتب فنا ۳۰۳
☆ واجب تعالیٰ کے ساتھ روح کا اشتباہ ۳۰۸
☆ وجود ذات سے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ ۳۰۹
☆ کفر شریعت اور کفر حقیقت ۳۱۰
☆ اسم الظاہر کی راہ سے کفار کے واصل ہونے کی تحقیق ۳۱۲
☆ سیر کی حقیقت اور اس کی اقسام ۳۱۶
☆ سی توجہ کی برتری طبعی وجہ پر ۳۱۷
☆ سابقین اور محبوبین میں فرق ۳۱۸
☆ بندہ کی قدرت واختیار ۳۱۸
☆ قطب ابدال اور قطب ارشاد کا فیض ۳۲۰
☆ ولایت، شہادت اور صدیقیت ۳۲۵
☆ ما سوی سے قطع تعلق ۳۲۶
☆ مقام صدیقیت سے ملحق ۳۲۷
☆ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا جذب وسلوک ۳۲۸
☆ فضائل سلسلہ نقشبندیہ ۳۲۹
☆ حضور انور ﷺ کے فضائل ۳۳۰

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُللهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصطَفٰے سِيَّمَا عَلٰى نَبِيِّهِ المُجتَبٰى وَرَسُولِهِ المُصطَفٰے محمد المَبعُوثِ اِلٰى كَافَّةِ الوَرٰى وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ البَرَرَةِ التُّقٰى وَالصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ عَلَيهِ وَعَلَيهِم فِي الآخِرَةِ وَالاُولٰى .اَمَّا بَعدُ. فَهٰذِهٖ عُلُومٌ اِلهَامِيَّةٌ وَمَعَارِفُ لَدُنِّيَّةٌ سَوَّدَهَا الفَقِيرُ الرَّاجِي اِلٰى رَحمَةِ اللهِ الغَنِيِّ الوَلِيِّ اَحمدُ بن عَبدِالاَحدِ الفَارُوقِيُّ النَّقشبَندِيُّ رَحمَهُ اللهُ وَرَضِيَ عَنهُ وَاَوصَلَه اِلٰى غَايَةِ مَايَتَمَنَّاهُ۔

ترجمہ! سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو خصوصاً اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ پر صلوۃ وسلام ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر جو نیک اور پرہیزگار ہیں ۔ دنیا اور آخرت میں صلوۃ وسلام اور تحیہ ہو۔ حمد وصلوۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ وہ الہامی علوم اور علم لدنی کی معرفتیں ہیں جن کو خدائے بے نیاز و کارساز کی رحمت کے امیدوار اس محتاج بندے احمد بن عبدالاحد فاروقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ورضا کے ساتھ اس کو سرفراز فرمائے اور اس کی آرزؤں کو پورا فرمائے۔

(1) معرفت

لفظ ''اللہ'' میں حروف تعریف کے اجتماع کی حکمت! ''اللہ'' کا مبارک لفظ الف اور لام سے منجملہ آلات (حروف) تعریف کے ہے اور لفظ ''ہ'' سے کہ وہ بھی منجملہ معرفوں ہی کے ہے، مرکب ہے۔ اور یہ مجموعہ (یعنی الف اور لام اور ہ مل کر) ذات واجب الوجود عز سلطانہ کا علم (یعنی ذاتی نام) ہے لہذا اس اسم مبارک میں تین قسم کے معرفہ بنا دینے والے اسباب جمع ہو گئے ہیں۔ باوجودیکہ ان میں سے ہر سبب اسماء کو معرفہ بنانے کے لئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کافی ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ان تینوں اسباب کے جمع ہو جانے میں، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس اسمِ اعظم کا مسمّٰی (جس کا یہ نام ہے) جل شانہ اپنی کمال بزرگی، درجہ کی بلندی اور مرتبہ کی بڑائی کی وجہ سے کسی طریقے پر بھی معرفہ (جانا پہچانا) نہیں ہو سکتا۔ اور کسی طرح پر بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر اسے معرفہ بنایا جا سکتا تو ایک آلہ تعریف (معرفہ بنانے کا ذریعہ) ہی اس کے لئے کافی ہو جاتا۔ کیونکہ مسبب کو موجود کرنے میں کثرت اسباب کا کوئی دخل نہیں ہوا کرتا۔ بلاشبہ وہ تو کسی ایک سبب کے پائے جانے ہی سے موجود ہو جاتا ہے پس مسبب ان اسباب میں سے کسی ایک سبب کے پائے جانے سے موجود ہو سکا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ ان دونوں (اسم اور مسمّٰی) کے درمیان سببیت کا تعلق ہی نہیں ہے اس لئے جب اللہ تعالیٰ کی شان میں معروف اور معلوم ہونے کا تصور بھی ختم ہو گیا۔ چنانچہ اس بارگاہ اقدس تک کسی عالم کا علم نہیں پہنچ سکتا اور اسے معرفہ بنانے میں کسی معرفہ سازی کی معرفہ سازی مفید نہیں ہو سکتی لہذا حق تعالیٰ کی ذات اس سے کہیں بزرگ تر ہے کہ اس کا ادراک کیا جائے اور اس سے کہیں عظیم تر ہے کہ اسے پہچانا جا سکے اور اس سے کہیں بلند تر ہے کہ اسے جانا جا سکے۔

اس وضاحت سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اس اسم مبارک (اللہ) جل شانہ، دوسرے اسماء سے الگ ہی ہے اور باقی تمام اسماء کے لئے جو احکام ہوتے ہیں یہ ان احکام میں شریک نہیں ہے۔ پس لامحالہ اسی امتیاز و یکتائی کی وجہ سے یہ اسم حق تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ قدس کے لائق ہے۔

یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب یہ اسم مبارک اپنے مسمّٰی پر دلالت ہی نہیں کرتا تو یہ نام رکھنے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ نام کے لئے اس لفظ کو مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جس ذات کا اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے، یہ اسم اپنے ماسوا سے ممتاز اور الگ کر دیتا ہے تاہم ایسا نہیں ہے کہ اس کے ذریعے سے اس ذات کا علم ہو سکے جس کا وہ نام ہے۔ لہذا اس مبارک اسم اور دوسرے اسماء کے درمیان ایک دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ وہ اسماء اپنے مسمیات پر دلالت کرتے ہیں اور وہ مسمیات (ان ناموں کے ذریعے سے) معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علم (شخصی نام) اپنے ماسوا سے ممتاز کر دیتا ہے اور اس اسم مقدس میں مسمیٰ کا علم تو نہیں پایا جاتا لیکن وہ اپنے مسمیٰ کو تمام ماسوا سے ممتاز اور الگ کر دیتا ہے۔ یعنی علم مسمیٰ تو ناپید ہے مگر امتیاز از جمیع ماسوا موجود ہے۔

(2) معرفت

معرفہ پر حروف تعریف لگانے کی وجہ! الف ولام کے داخل ہونے سے اسم نکرہ اسم معرفہ بن جاتا ہے کیونکہ اس آلہ تعریف (یعنی حرف تعریف) سے وہ معرفہ ہو جاتا ہے اور اس اسم مقدس میں الف ولام خود معرفہ پر آیا ہے اور وہ معرفہ ''ہ'' یعنی ضمیر غائب ہے۔ جیسا کہ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام صرف ''ہ'' ہے جو غیب ہُویت پر دلالت کرتا ہے اور الف ولام تعریف کے لئے آیا ہے۔

گویا اس حرف تعریف کو لانے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مشار الیہ کے تعین میں ضمیر کے ذریعے سے معرفہ ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا آلہ تعریف (حرف تعریف) بھی درکار ہے جو الف اور لام ہے اور لام پر تشدید تعریف میں مبالغہ کے لئے لائی گئی ہے اور جب یہ حرف تعریف کے باوجود اس مبالغہ کے بھی کافی نہ ہوا اور جس کو معرفہ بنانا تھا اس کا تعین حاصل نہ ہو سکا تو لامحالہ اس پورے مجموعے کو تعریف علمی میں لے گئے (یعنی اس تمام مجموعے کو ذات حق کا نام اور علم قرار دیا) کہ شائد وہاں جا کر وہ تعین پیدا کر سکے۔ مگر یہاں بھی کوئی ایسا تعین جو ذات حق کے معلوم ہونے کا باعث بن سکے، حاصل نہ ہو سکا زیادہ سے زیادہ بس یہ ہو سکا کہ ماسویٰ سے ایک طرف کا امتیاز حاصل ہو گیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لئے سوائے معرفت سے عاجز ہونے کے اپنی طرف سے کوئی راہ نہیں بنائی۔

(3) معرفت

علم کے دو حروف تعریف سے مرکب ہونے کی وجہ! اس مقدس علم (ذاتی نام)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا دوقسم کے حروف تعریف سے مرکب ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کمال عظمت والا اور عقول وافہام کے ادراک سے بالاتر ہونے کی وجہ سے مسمی (جس کا وہ نام ہے) کے تعین میں صرف علمیت (ذاتی نام ہونا) ہی کافی نہیں ہے۔لہذا تعریف مذکور کے لئے متعدد اسباب کی ضرورت ہوئی۔اس کے باوجود پھر بھی وہ بالکل معلوم نہ ہوسکا اور قطعاً نہ پہچانا جاسکا۔

(4) معرفت

حروف تعریف کی کثرت کی وجہ! اگرچہ معرفہ کے وجود میں آلات تعریف (حروف تعریف) کی کثرت کو کوئی دخل نہیں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔اور صرف ایک آلہ تعریف (حرف تعریف) بھی کافی ہوتا ہے لیکن آلات تعریف کو کثرت کے ساتھ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کا مسمی مبہم ونامعلوم ہے اور وہ سبحانہ وتعالیٰ ادراک سے بہت بعید اور بالاتر ہے۔

(5) معرفت

ممکنات کا وجود اور ان کے حقائق! حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذاتی شیون (شان کی جمع) کو جو کہ اس کی ذات کا عین ہیں, خارج کے اندر واحدیت کے مرتبہ میں الگ الگ جان لیا اور چونکہ علم (یعنی جاننا) اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ (معلومات) ایک دوسرے سے ممتاز ہوں۔لہذا ان شیونات نے علم کے خانہ میں تمیز (ممتاز ہونا) پیدا کیا (یعنی ہر شان ایک دوسرے سے ممتاز ہوگئی) اور ہر ایک شان خاص امتیاز اور علیحدہ تشخص کی مقتضی ہوگئی اور خانہ علم کے اندر ان تمیز یافتہ شیونات نے ممکنات کا نام پایا, کیونکہ ممکن اس کو کہتے ہیں جس میں وجود اور عدم دونوں برابر ہوں اور ان شیونات کا بھی یہی حال ہے کیونکہ یہ سب بھی, وجود اور عدم کے درمیان برزخ ہیں, اپنی ذات کی طرف نسبت رکھتے ہوئے ان کا رخ وجود کی طرف ہوتا, کیونکہ شیون خارج میں ذات کا عین ہیں اور تمیز اور تشخص کی طرف نسبت رکھتے ہوئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان کا رخ عدم کی طرف ہے، کیونکہ وجود کی تمیز عدم سے ہوتی ہے۔

وبضِدّھا تبیّنَ الاشیاء۔

کہ ہر شے ہے ممیز اپنی ضد سے (یعنی ہر چیز اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں) اور یہ علمی صورتیں خارج میں قطعاً کوئی وجود نہیں رکھتیں اور علم کے خانے سے باہر ہی نہیں آئیں، بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے آثار واحکام کے ساتھ خارج میں پہچانا جاتا ہے۔ لہذا یہ صورتیں محض علم میں موجود ہوتی ہیں البتہ ان کے احکام وآثار خارج میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ آثار واحکام خارج میں حق تعالیٰ کی ذات کا عین ہیں۔ کیونکہ خارج میں احدیت مجردہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے لہذا عین ذات کے اعتبار سے مطلق ظہور محض وجود کیلئے ہے اور حکمی طور پر یعنی احکام کی ترتیب کے لحاظ سے مطلق ظہور اشیاء کے لئے ہے اور وہ جو نظر آتا ہے کہ یہ صورتیں خارج میں بھی (موجود) ہیں تو یہ محض ایک توہم ہے اور غلط قسم کا تصور ہے، جیسا کہ ارباب کشف وعرفان کا ذوق شہادت (گواہی) دیتا ہے۔ اور اس توہم کا باعث یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان علمی صورتوں کو ظاہر وجود کے ساتھ ایسی نسبت عطا فرمادی ہے جس کی کیفیت نامعلوم ہے اور خلق (پیدا کرنے) سے مراد اس نسبت کو وجود بخشنا ہے اور یہ نسبت خارج میں ان کے نظر آنے کا باعث بن گئی ہے جیسا کہ ایک شخص کی صورت کو اس آئینے کے ساتھ جو اس کے سامنے ہو ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ اس آئینے میں اس شخص کی صورت نظر آنے کے سبب بن جاتی ہے حالانکہ آئینہ (تو کسی کی صورت بھی نہیں ہوتی وہ) تو اسی طرح اپنی بے رنگی اور صفائی پر قائم ہے (جیسی کہ اس سے پہلے تھی) پس حق تعالیٰ سبحانہ اب بھی اسی طرح موجود ہے جیسا کہ ازل میں موجود تھا۔ اور اس کے ساتھ کوئی چیز بھی نہیں ہے۔

(6) معرفت

سالک کی سیر کے انواع ومراتب! شیون (شان کی جمع) نے علم کے خانہ میں ایک دوسرے سے باہم ممتاز ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ قبول نہیں کیا اور خارج میں جو کچھ ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے باہمی امتیاز کے علاوہ نظر آتا ہے وہ ان کے خارجی لوازم اور احکام میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ سالک جب اپنے عین ثابت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور وہ عین ثابت اس پر منکشف ہو جاتا ہے تو وہ اس میں خارجی شکلوں کی نوعیت کی کوئی چیز نہیں پاتا اور متمیز شے کے علاوہ کوئی دوسری شے اس پر ظاہر نہیں ہوتی اگر اس باہمی امتیاز کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ بھی موجود ہوتا ہے تو وہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کا جو انبساط (پھیلاؤ) نظر آتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے ہے کہ وہ متعدد شیونات پر مشتمل ہے اور اس کا کروی (کرہ کی شکل کا گول ہونا) اس وجہ سے ہے کہ بسیط (غیر مرکب) کی طبیعی صورت کروی ہی ہوا کرتی ہے۔

اور بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے جو یہ فرمایا کہ سالک کی سیر کا آخری نقطہ وہی اسم ہے جو اس کے تعین کا مبدا ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سیر کا آخری نقطہ اس کا عین ثابتہ ہوتا ہے اور اس کے تعین سے مراد اس کا خارجی امتیاز (یعنی خارج میں متمیز ہونا) ہے اور اس تعین اور تمیز کا نقطہ آغاز (مبدا) اس کا یہی عین ثابتہ ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ تعین سے مراد علمی تعین ہو اور مبدا سے مراد شان خارج کے اندر عین ذات ہوتی ہے اور وہ ذات سے متمیز نہیں ہوتی کہ جس سے وہ کسی چیز کا مبدا بن سکتی ہے سیر اس پر ختم ہو سکتی ہے۔

اور عین ثابتہ تک رسائی حاصل کر لینے کے بعد اس کی سیر اسی عین ثابتہ ہی میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اتنی شیونات پر مشتمل ہے جن کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے اس سیر کو (صوفیہ کی اصطلاح میں) سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ چونکہ اس کا علمی تعین ایک ایسا تعین ہے جو مرتبہ جمع میں پایا جاتا ہے اور جن صفات پر وہ مشتمل ہے وہ صفات الٰہی ہیں صفات کونی نہیں ہیں لہذا یہ درحقیقت سیر فی اللہ ہی ہوتی ہیں۔ کیونکہ لفظ ''اللہ'' سے مراد ذات مع صفات کے ہے صرف ذات احدیت نہیں ہے اور چونکہ ان شیونات الٰہی نے علم کے خانہ میں تعین اور تمیز کا رنگ حاصل کر لیا ہے اور اس نسبت سے وہ موجود اور معدوم کے درمیان برزخ (درمیانی واسطہ) بن گئی ہیں۔ لہذا ''سیر فی الاشیا''۔ (اشیاء میں سیر) کو اگر سیر در عالم کہہ دیں تو یہ بھی صحیح ہو سکتا ہے اسی وجہ سے صوفیائے کرام نے فرمایا کہ آخری نقطہ تک رسائی حاصل کر لینے کے بعد پھر نقطہ اول کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

واپسی ہوتی ہے اور اس سیر کو (صوفیہ کی اصطلاح میں) سیر فی الاشیاء باللہ (خدا کے ساتھ اشیاء کی سیر کرنا) کہتے ہیں۔

اور جس کو (صوفیہ نے) سیر فی اللہ کہا ہے وہ (دراصل) عاشق کے اندر معشوق کی سیر ہوتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عاشق کو جو کچھ بھی اوصاف اور افعال حاصل تھے چونکہ اس نے ان سب کو معشوق کے حوالے کر دیا ہے اور اپنے آپ کو بالکل خالی کر لیا ہے تو اس کے بعد جو فعل بھی اس سے واقع ہوگا وہ اس کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس کی نسبت معشوق ہی کی طرف ہوگی اس لئے سیر بھی اسی طرف منسوب ہوگی عاشق کا وجود تو اب بجز ایک مکان کے جس سے مراد محض خلا ہے اور کوئی چیز نہیں ہے لہذا لامحالہ یہ عاشق کے اندر معشوق ہی کی سیر ہوگی۔

(7) معرفت

مقام تکمیل اور جمع در تشبیہ و تنزیہ! وہ تشبیہ جو تنزیہ کے بعد ظاہر ہوتی ہے (دراصل) اس کی اپنی عین ثابتہ کا انکشاف ہی ہے اور جو تشبیہ تنزیہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے وہ یہی تشبیہ ہوتی ہے جو مرتبہ جمع سے تعلق رکھتی ہے اور جو تشبیہ ظہور تنزیہ سے پہلے پیش آتی ہے اور مرتبہ فرق و امتیاز سے تعلق رکھتی ہے وہ تنزیہ کے ظہور کے وقت محو اور معدوم ہو جاتی ہے اور تیزیہ کے ساتھ جمع ہونے کی قابلیت نہیں ہوتی۔

اور تشبیہ و تیزیہ کے درمیان جمع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ادراک بسیط کا متعلق (یعنی ادراک بسیط جس سے تعلق رکھتا ہے) جو کہ تنزیہ ہی ہے صفات الٰہیہ کے پردہ میں (جن پر عین ثابتہ مشتمل ہے) نزول کرنے کے بعد تشبیہ بن کر علم میں آتا ہے اور وہ ادراک مرکب کا متعلق بن جاتا ہے (یعنی ادراک مرکب اس سے متعلق ہو جاتا ہے) لہذا تکمیل کا مقام یہی جمع بین التشبیہ والتنزیہ کا مقام ہوتا ہے۔ کیونکہ صرف تنزیہ والا شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اپنی قوت مدرکہ میں ذات کو حاضر کر سکے کیونکہ ذات کا علم ان صفات الٰہیہ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پردہ کے بغیر جن پر عین ثابتہ مشتمل ہے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور عین ثابتہ کا انکشاف اس پر ہوا ہی نہیں۔ لہذا وہ شخص جسے مطلوب کا علم ہی نہیں وہ دوسروں کو کس طرح اس کی اطلاع دے سکتا ہے۔ اور مطلوب حقیقی کو صفات کونیہ کے پردے میں نہیں جان سکتے۔ کیونکہ صفات کونیہ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کا آئینہ بن سکیں شاہی عطیات تو شاہی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔

فنافی اللہ اسی شخص کو میسر آتی ہے جو اپنے وجود کے ذرہ ذرہ کو تمام چیزوں کا آئینہ سمجھے اور اس میں اشیاء کا مطالعہ کرے اور اس کا ہر ذرہ تمام اشیاء کے رنگ میں رنگا جائے۔ کیونکہ ذات الہیہ کے مرتبہ میں ہر شان، جو فنافی اللہ میں معتبر ہے تمام شیونات پر مشتمل ہے۔ کیونکہ وہ ذات سے متمیز اور الگ نہیں ہیں لہذا جس طرح ذات، سب پر مشتمل ہے اسی طرح اس کی شان بھی سب پر مشتمل ہے۔ لہذا سالک اپنے ہر ذرہ جامعہ کو ہر شان جامع میں فانی کر دیتا ہے اور وہ ہر ذرہ کی بجائے شیون الہیہ میں سے کسی ایک شان کو موجود پاتا ہے اگر چہ وہ اس کی تفصیل سے واقف نہ ہو سکے۔ لہذا جب تک اس کا ہر ذرہ جامعیت کی صفت پیدا نہ کر لے اس کو اس فنا کی قابلیت حاصل نہیں ہوتی اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی قدرت مدرکہ کی کمزوری کی بنا پر اپنی جامعیت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اگر چہ ان میں درحقیقت یہ کمال موجود ہوتا ہے اور وہ فنافی اللہ کے ساتھ مشرف ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو کوئی بھی اس جامعیت کو حاصل کر لے وہ ضرور ہی فنافی اللہ ہو جائے اور یہ اللہ کا فضل وانعام ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(8) معرفت

وحدت ذاتی وصفاتی وافعالی! حق تعالیٰ سبحانہ کا فعل اور صفت بھی اس کی ذات کی طرح یگانہ ہے جس میں کثرت کی گنجائش قطعاً نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ وتقدس کی ذات نے بہت سے ایسے امور کے ساتھ جو ایک دوسرے سے متمیز ہیں تعلق پیدا کر لیا ہے اس لئے اس کے فعل اور صفت نے بھی ان کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا ہے کیونکہ یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دونوں خارج میں عین ذات ہیں۔ لہذا جس طرح حق تعالیٰ کی ذات متعدد اشیا کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے متعدد ذاتیں دکھائی دیتی ہے اسی طرح اس کا فعل اور صفت بھی اسی تعلق کی بنا پر متعدد اور متکثر نظر آتا ہے مثلاً حق تعالیٰ سبحانہ کا فعل ازل سے لیکر ابد تک ایک ہی فعل ہے وَمَا اَمرُنَا اِلّا وَاحِدَةٌ کَلَمحٍ بِالبَصَرِ (اور ہمارا امر صرف ایک ہی ہے جیسا کہ آنکھ کا جھپکنا) لیکن چونکہ اس فعل کا تعلق متعدد اشیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہذا وہ فعل بھی متعدد نظر آتا ہے اور جیسا کہ حق تعالیٰ کی ذات تمام اضداد کی جامع ہے اسی طرح اس کا فعل اور صفت بھی جامع اضداد ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے لہذا وہی ایک فعل کسی مقام پر حیات بخشی کی صورت میں ظہور فرماتا ہے اور دوسری جگہ میں موت طاری کرنے کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور کسی مقام میں اسی فعل کو اکرام و انعام کہتے ہیں اور دوسرے مقام میں الم رسانی اور انتقام کے نام سے پکارتے ہیں۔

اسی طرح کلام جو حق تعالیٰ سبحانہ کی صفت ہے وہ بھی یگانہ ہے اور ازل سے لیکر ابد تک وہ اسی ایک کلام کے ساتھ متکلم ہے کیونکہ گونگا ہونا یا خاموش ہونا تو اس کی بارگاہ جل ذکرہ کے لئے جائز نہیں ہو سکتا اور وہی ایک کلام مختلف مواقع کی صورت میں نظر آتا ہے کبھی اسے امر کہتے ہیں اور کبھی نہی کہتے ہیں اور کبھی اسم اور کبھی حرف کہتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس۔

اور وہ جو علماء نے کہا کہ لَا یَجرِی عَلَیهِ تَعَالیٰ زَمَانٌ (یعنی حق تعالیٰ پر زمانے کے احکام جاری نہیں ہوتے) اس صورت میں یہی ہے کہ کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ کے سامنے تو ازل سے ابد تک آن واحد ہے جو حاضر ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ماضی اور مستقبل کا کوئی وجود نہیں ہے لیکن چونکہ اسی ایک آن (گھڑی) میں متعدد امور کا ظہور ہوتا اور لوح ہستی پر مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لہذا اس تعلق کی وجہ سے وہی ایک آن (گھڑی) بیشمار آنوں اور متعدد زمانوں کی صورت میں نظر آتی ہے۔

اسی طرح حق تعالیٰ سبحانہ کا وجود جو اس کی ذات کا عین ہے بسیط حقیقی ہے (جس میں مرکب ہونے کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہو سکتا) اور نقطہ کی طرح اس میں بالکل بھی تجزیہ اور تقسیم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جاری نہیں ہو سکتی۔ لیکن بے شمار اشیاء کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے وہ منبسط (پھیلا ؤ والی) اور مسطح (سطح کی طرح فراخ اور وسیع) نظر آتی ہے۔

یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب کہ یہ علمی صورتیں اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ ذات کی نسبت کا ثبوت ہو جاتا ہے اس طرح نظر آنے لگی ہیں کہ گویا ذات کے آئینے میں مقیم اور ثابت ہیں اور اسی طرح یہ علمی صورتیں اسماء اور صفات کے آئینے بھی ہیں۔ اور یہ اسماء وصفات جو ان میں سے ہر ایک کے آئینے میں ظاہر ہوتی ہیں وہ اسی چیز کی ایک خالص صورت ہوتی ہیں لہذا اس سے لازم آتا ہے کہ ذات میں شے کو غیر شے فرض کیا جائے اور انقسام (تقسیم ہو جانے) اور تجزی (اجزاء بن جانے) کے بھی یہی معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس اشکال کا جواب چند مقدمات پر مبنی ہے۔

پہلا مقدمہ! تو یہ ہے کہ نقطہ موجود ہوتا ہے اور وہ کسی طریقہ پر بھی انقسام اور تجزی (تقسیم ہو جانے اور جزو جزو بن جانے) کے قابل نہیں ہوتا جیسا کہ حکمائے محققین اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے فرمایا ہے۔

دوسرا مقدمہ! دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ دائرہ کا مرکز (ہمیشہ) نقطہ ہی ہوتا ہے جو کسی طرح بھی انقسام (تقسیم ہو جانے) کو قبول نہیں کرتا۔

تیسرا مقدمہ! تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ دلائل سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ دائرہ کے مرکز میں ایسے خطوط کا نکالنا ممکن ہے جو دائرہ کے محیط تک جا کر ختم ہوں۔ بلکہ یوں کہیے کہ وہ محیط کے نقطوں پر جا کر ختم ہوں۔ کیونکہ جس طرح خط کا مبدا نقطہ ہوا کرتا ہے اسی طرح خط کا منتہا بھی نقطہ ہی ہوا کرتا ہے۔

پس جب تینوں مقدمات معلوم ہو گئے تو اب سمجھئے کہ جب نقطہ سے بیشمار خطوط نکل سکنے اور حقیقی کثرت کا مبدا بن سکنے کے باوجود نقص نہیں آ سکتا اور وہ اسی طرح اپنے غیر منقسم ہونے کی کیفیت پر باقی رہتا ہے تو اگر حق تعالیٰ سبحانہ کا وجود بھی کثرت وہمی کا مبدا بن جائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اس کی ذات کے آئینوں میں کثیر اشیا موجود اور ثابت محسوس ہوں تو اس کی بساطت (غیر مرکب ہونے) میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اور وہ بطریق اولی اپنی وحدت محضہ پر برقرار رہتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات، صفات اور اپنے اسماء میں موجودات کے حادث ہونے کی وجہ سے کسی تغیر کو قبول نہیں کرتی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے کہ ہر وہ خط کو (مرکز کے) نقطہ سے محیط نکلتا ہے وہ اپنی طرح کے دوسرے تمام خطوط کے برابر ہوتا ہے اور محیط کے نقطہ کی طرف ہی ختم ہوتا ہے اور نقطہ (یعنی مرکز کا نقطہ جس سے یہ تمام خطوط نکلتے ہیں) باوجود ان کے خطوط کی کثرت کے جو اس سے محیط کی طرف نکل رہے ہیں اپنی ذات میں زیادتی و کثرت قبول نہیں کرتا لہذا (اس سے ثابت ہو گیا کہ ایک شے سے جو واحد متعین شے اپنی ذات میں کثرت کو قبول نہیں کرتی۔ لہذا جس کسی نے یہ بات کہی ہے کہ واحد چیز سے واحد چیز ہی صادر ہو سکتی ہے۔ وہ غلط ہے۔

(9) معرفت

موہوب حقانی کا وجود! موہوب حقانی کے وجود سے مراد اس کے عین ثابتہ کا منکشف ہونا ہے یعنی محض حق سبحانہ کے فضل اور مہربانی سے کوئی تعینات کے فنا ہو جانے کے بعد اس پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اس کا تعین وہی بسیط (غیر مرکب) تعین ہے جس کا تعلق مرتبہ جمع سے ہے

(10) معرفت

حقیقت محمدی سے مراد! ذات کی تجلی سے مراد، ذات کا ظہور ہے اور کسی چیز کا ظہور بغیر تعین اور متمیز ہونے کے ناممکن ہے لہذا ذات کی تجلی اور ظہور، تعین ہی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور یہ تعین اول ہی سے جو تمام تعینات میں سب سے وسیع تر اور عظیم تر ہوتا ہے اور اس کو وحدت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہتے ہیں اور وہ اسم جو آں سرور کائنات علیہ ﷺ آپ پر کامل ترین درودیں اور مکمل ترین سلام ہوں کا مبدا تعین ہے وہ یہی وحدت ہے اور چونکہ سالک کی سیر کی انتہا سے مراد اس کا اس اسم تک رسائی حاصل کرنا ہے جو اس کا مبدا تعین ہو لہذا تجلی ذات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خصوصی امتیاز ہوگی اور وہ تعین جو تمام صفات اسماء اور نسبتوں اور اعتبارات پر بغیر کسی باہمی امتیاز کے اجمالی طور پر مشتمل ہے اس نے واحدیت کے مرتبہ میں تفصیل اور تمیز پیدا کرلیا ہے اور اس کی وہ اقسام پیدا ہوگئی ہیں جو تمام مخلوقات کے تعینات کا مبدا ہیں، اور وہ اسماء جو تمام مخلوقات کے تعینات کا مبدا ہیں ان سے مراد وہ صفات اور اسماء ہیں جو اس تعین کے تحت مندرج رہی ہیں وہ جنہوں نے واحدیت کے مرتبہ میں تفصیل حاصل کر لی ہے لہذا دوسرے سالکوں کی سیر کی انتہا انہی اسماء اور صفات تک ہوتی ہے اس لئے دوسروں کو صفائی اور اسمائی تجلی حاصل ہوتی ہے اور یہ بات کہ تجلی ذاتی اسی اسم کے پردے میں ہوا کرتی ہے جو صاحب تجلی کا مبدا تعین ہوا کرتا ہے اس کا یہی مطلب ہے۔

لہذا حقیقت محمدی کل ہوگی اور باقی موجودات کے حقائق اس کے اجزا ہوں گے اور جو جماعت کہ پیروی مصطفوی علیہ ﷺ کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکی ہو اور اتباع کے کمال تک پہنچ چکی ہو اسے بھی اسی مناسبت اور متابعت کی وجہ سے تجلی ذاتی سے کچھ حصہ نصیب ہو جاتا ہے چونکہ ان پر یہ بات منکشف ہوگئی ہے کہ ان کی حقیقت خود تمام موجودات کی حقیقتوں کا عین ہے لہذا انہیں اقسام کے تمایز (باہمی امتیاز) اور تفصیل کی تنگی سے رہائی حاصل ہوگئی۔ گویا کہ ان کا مشہود بھی اقسام کے پردہ کے بغیر ہی مقسم ہے اور ان کا مبدا تعینات بھی وہی مقسم ہے اقسام نہیں ہیں۔

مثال کے طور پر اسم کو لیجیے جو اس کے پردہ میں کہ وہ فی نفسہ (خود بخود) اپنے مفہوم پر دلالت کرتا ہے اور وہ کسی زمانے کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہوتا ایک خاص انداز کا کلمہ ہوتا ہے اور یہی وہ پردہ کلمہ کی باقی تمام اقسام سے اس کے تعین اور تمیز کا مبدا ہوا کرتا ہے لیکن جب اس نے اپنے آپ کو فعل اور حرف کا عین پایا اور تفصیل اقسام اور باہمی امتیاز کی تنگی سے اسے نجات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حاصل ہوگئی اوراب اس نے اپنا مبدا تعین خوداسی کلمہ کو پایا نہ کہ اس کی کسی قسم کو۔

(11) معرفت

خارجی صورتوں اوراشکال کا علمی صورتوں کے ساتھ تعلق! اشیا کی علمی صورتوں سے مطلب ان کی بارگاہ علم میں ایک دوسرے سے ممتاز ہونا ہے اور وہ جو محققین صوفیہ نے خدائے تعالیٰ ان کی تعداد کو بڑھائے فرمایا ہے کہ اشیاء کی صورتیں محض علم ہی میں ہوتی ہیں اوران کے احکام اورآ ثار خارج میں پائے جاتے ہیں تو اس بات کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا باہمی امتیاز علم ہی میں ہوتا ہے اور خارج میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی وحدت ذاتیہ پر ہے، جوان چیزوں کے احکام وآ ثار میں ظاہر ہوا ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ علمی صورتوں سے مراد یہی صورتیں اور شکلیں ہیں جو خارج میں ظاہر ہوتی ہیں کیونکہ یہ صورتیں بھی ان علمی صورتوں کے مقتضیات میں سے ہیں ان کا عین نہیں ہیں۔

مثال کے طور یوں سمجھئے کہ ہر علمی تمیز (دوسروں سے ممتاز ہونا) ایک خاص شکل کا مقتضی ہوتا ہے کہ وہ چیز سیدھی ہے یا ٹیڑھی ہے سیدھی کھڑی ہے یا کبڑی ہوکر کھڑی ہے اور یہ چیزیں ان علمی صورتوں کے آ ثار ہیں جیسا کہ گرم ہونا ٹھنڈا ہونا، خشک ہونا، تر ہونا، ہلکا ہونا بھاری ہونا لطیف ہونا اور کثیف ہونا یہ سب ان کے احکام اورآ ثار ہیں اور چونکہ ہر شان جو علم کے اندر تمیز حاصل کرتی ہے وہ بے انتہا شیونات پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے لامحالہ علمی صورتوں میں ہر شان کے مطابق بے انتہا تمیزات پیدا ہوگئے اور ہر تمیز ایک الگ حکم اور الگ اثر کا مقتضی ہوگیا اور خارج میں ایک ایسی نامعلوم الکیفیت نسبت کی وجہ سے جوان چیزوں کو ذات کے ساتھ حاصل ہوگئی ہے ایسا نظر آتا ہے کہ ان کا یہ باہمی امتیاز خارج میں ہے چنانچہ قوت بینائی، قوت سامعت سے الگ ہوگئی اور خارج میں ممتاز ہوگئی اوراسی طرح قوت ذائقہ چکھنے کی طاقت قوت شامہ سونگھنے کی طاقت سے اوراسی طرح دوسری قوتیں بھی ایک دوسرے سے ممتاز ہوگئیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لہذا یہ تعین اور تمیز جو علم کے درجے میں ہے اور اسی کو ممکن کی حقیقت اور اس کا عین ثابتہ کہہ دیتے ہیں اس کا تعلق مرتبہ جمع سے ہوتا ہے اور ان کے یہ احکام و آثار جو شکلوں وغیرہ کی قسم سے خارج میں پائے جاتے ہیں ان کا تعلق مرتبہ فرق سے ہے کیونکہ وہ اسی تمیز کے ذریعے سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے ظہور کا منشاء یہی فرق ہے جو کچھ مرتبہ جمع سے تعلق رکھتا ہے وہ حقائق کونی سے متعلق ہے اگرچہ یہ دونوں مرتبے خود ذات ہی میں مندرج ہیں لیکن ان میں سے دوسرے مرتبہ کا اندراج پہلے مرتبے کے واسطے سے ہوتا ہے بالذات نہیں ہوتا لہذا اول مرتبہ چیز کی قسم کے طور پر ہے اور دوسرا چیز کی قسم کے طور پر جب سالک فرق کے تمام مراتب کو طے کر کے جمع کے مرتبہ میں یعنی اپنی عین ثابتہ کے مرتبہ میں پہنچتا ہے تو اس وقت تجلی ذاتی اس کے حق میں اس کے عین ثابتہ ہی کا انکشاف ہوا کرتی ہے۔ **واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔**

(12) معرفت

ذات حق میں یقین کے تین مراتب! حق سبحانہ کی ذات کے بارے میں علم الیقین حاصل ہونے سے مراد ان آیات (نشانیوں) کا شہود ہے جو حق جل جلالہ کی ذات پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ ذات کا شہود و حضور تو صرف اس نفس میں ہوتا ہے جس کے لئے تجلی ہوئی ہو اس کے سوا کہیں اور نہیں ہوسکتا۔ سالک جو کچھ اپنے خارج میں مشاہدہ کرتا ہے وہ سب آثار اور دلائل ہی ہوتے ہیں کیونکہ تعینات ذات حق جل وعلا پر دلالت کرتے ہیں لہذا وہ تجلیات جو صورتوں اور انوار کی شکل میں ہوتی ہیں متجلی لہ (جس کے لئے تجلی ہوئی ہو) کی صورت کے سوا ہوتی ہیں وہ علم الیقین میں داخل ہیں جو صورت بھی ہو اور جو انوار بھی ظاہر ہو خواہ وہ نور رنگین ہو یا بے رنگ اس سلسلے میں سب برابر ہیں حضرت مخدومی مولوی عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ شرح لمعات میں اس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں

اے دوست ترا بہر مکان می جستم	ہر دم خبرت از این و آن می جستم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ڈھونڈتا پھرتا تھا میں اے دوست تجھ کو جابجا	(ترجمہ)	اور تھا ہر ایک سے تیری خبر میں پوچھتا

یہ شعر مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے جو علم الیقین کا فائدہ دیتا ہے اور یہ شہود آفاقی چونکہ خود مقصود سے کوئی خبر نہیں دیتا اور اس کا حضور عطا نہیں کرتا۔ صرف آثار و علامات ہی کے ذریعہ سے اس کا علم بخشتا ہے جیسا کہ دھواں اور حرارت استدلال اور آثار و علامات ہونے کے سوا آگ کے موجود ہونے کا فائدہ نہیں دیتے تو لامحالہ یہ شہود علم کے دائرہ سے باہر نہیں ہے اور عین الیقین کا فائدہ نہیں دے سکتا۔

حضرت قطب الاقطاب ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ سیر دو طرح کی ہوتی ہے ایک سیر مستطیل اور دوسری سیر مستدیر سیر مستطیل دوری در دوری (بہت ہی دور کی سیر) ہے اور سیر مستدیر قرب در قریب (یعنی بہت ہی قریب کی سیر) سیر مستطیل تو یہ ہے کہ مقصود کو اپنے دائرہ سے باہر تلاش کیا جائے اور سیر مستدیر خود اپنے دل کے گرد گھومنا اور اپنے ہی اندر سے مقصود کو تلاش کرنا ہے۔

(۲) عین الیقین سے مراد بندہ کو اس کے اپنے تعین کا حجاب اٹھ جانے کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ کا شہود حاصل ہونا اور اس بلند مرتبہ جماعت (صوفیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے نزدیک اس شہود کو ادراک بسیط سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یہ ادراک عام لوگوں کو بھی حاصل ہوتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کے لئے حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کا وجدان کی آگاہی میں رکاوٹ نہیں ہے اور ان کے شہود کی آنکھوں میں حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز شہود نہیں ہوتی۔ عوام کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے اور یہ ادراک علم کے منافی ہے وہاں تو حیرت ہی حیرت ہے۔ جیسا کہ علم اس شہود (عین الیقین) کے منافی ہے اسی طرح عین الیقین اس علم الیقین کا حجاب ہے جیسا کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے کتاب الحجب میں بیان فرمایا ہے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کی نشانی جسے کما حقہ معرفت حاصل ہو چکی ہے یہ ہے کہ جب وہ اپنے سر کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کا کوئی علم حاصل نہیں ہوتا۔ایسا ہی شخص معرفت میں کامل ہوتا ہے جس کے اوپر معرفت کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

(۳) حق الیقین سے مراد حق تعالیٰ جل شانہ کا اس کی ذات کے ساتھ شہود ہے اور حق سبحانہ کو خود اپنا عین جاننا ہے اور یہ حق الیقین بقاء باللہ کی صورت میں حاصل ہوتا ہے کہ فنائے حقیقی کے متحقق ہو جانے کے بعد حق سبحانہ اسے اپنے پاس سے موہوب حقانی کے وجود سے مشرف فرما دیتا ہے۔ یہاں پہنچ کر علم اور عین ایک دوسرے کے حجاب نہیں رہتے وہ عین شہود میں عالم ہوتا ہے اور عین علم میں شاہد (صاحب شہود ہوتا ہے) اور یہ تعین جسے (صوفیہ) عین حق سمجھتے ہیں۔اس مرتبہ میں تعین کونی نہیں ہے کیونکہ اس کا تو کوئی نشان ہی باقی نہیں رہا بلکہ یہ تعین حقانی ہوتا ہے جسے اکابر کے ہاں وجود موہوب حقانی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اور جو صوری تجلیات والے حضرات اپنی صورتوں اور تعینات کو حق مانتے ہیں وہ تعیناتِ کونی ہوتے ہیں کیونکہ ان پر کوئی فنا طاری نہیں ہوتی اور یہ فرق چونکہ بعض متوسطین راہ پر واضح نہیں ہوسکا تو انہوں نے خیال کرلیا کہ اکابر صوفیہ حق الیقین میں بھی انہی تعینات کونی کو حق جانتے ہیں اور ان کی یہ جہالت اکابر قدس اللہ اسرارہم پر طعن کرنے کا باعث بن گئی ہے اور انہوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہمیں پہلے ہی قدم میں جو تجلی صوری کا مقام ہے اور جسے کشف ملکوت سے تعبیر کرتے ہیں یہ حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے

(13) معرفت

صوفیہ اور متکلمین میں معرفت کے متعلق اختلافات! معرفت خداوی عزوجل

صوفیاء کرام اور اکثر متکلمین کے نزدیک بالاتفاق واجب ہے خدائے تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے لیکن (صوفیہ و متکلمین کا) اس طریقہ میں اختلاف ہے جو معرفت کی طرف پہنچانے والا ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ معرفت کا طریقہ ریاضت اور تصفیہ باطن ہے اور متکلمین جن کا تعلق اشاعرہ اور معتزلہ سے ہے فرماتے ہیں کہ اس کا طریقہ غور وفکر اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

استدلال ہے۔

اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ ان دونوں جماعتوں کے درمیان جو جھگڑا ہے وہ صرف لفظی ہے یعنی اختلاف محض لفظ معرفت کی تفسیر پر مبنی ہے صوفیائے کرام تو معرفت سے ایسی بسیط ذات کی دریافت مراد لیتے ہیں جس کا تعلق وجدان سے ہے (اور ظاہر ہے) کہ یہ تصدیق ایمانی کی صورت سے مختلف چیز ہے اور متکلمین معرفت سے تصدیق ایمانی کی صورت مراد لیتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے معنی کے لحاظ سے معرفت حاصل کرنے کا طریقہ ریاضت اور تصفیہ باطن ہی ہے اور تصدیق ایمانی کی صورت کے حاصل کرنے کا طریقہ غور وفکر اور استدلال ہی ہوسکتا ہے اور وہ جو علماء نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلی چیز جو ایک مکلف آدمی پر واجب ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے تو وہاں معرفت سے مراد دوسرے معنی کی معرفت ہی ہے پہلے معنی کی نہیں کیونکہ پہلے معنی کے لحاظ سے معرفت کا حصول حق الیقین میں ہوتا ہے جو اہل اللہ کے کمال کا آخری نقطہ ہے۔

نیز ان دونوں معرفتوں کا فرق ایک دوسری عبارت میں بیان کرتا ہوں۔

صوفیائے کرام کی معرفت کو حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ علم حضوری سے تعبیر کرتے ہیں اور جو کہ فنا اور بقا کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے اس معرفت کو پہچاننے اور پالینے (شناختن اور یافتن) سے تعبیر کرتے ہیں اور متکلمین کی معرفت سے مراد حق تعالیٰ سبحانہ کا علم حصولی ہے اور جو غور وفکر اور استدلال کا نتیجہ ہوتا ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ ہر وہ علم جو خارج سے حاصل ہو اس سے مراد شے معلوم کی صورت کا حصول ہوتا ہے یا یوں کہیے کہ صاحب علم کی قوت مدرکہ میں اس کی جو صورت حاصل ہوتی ہے ۔۔۔۔۔ اس علم کو علم حصولی کہتے ہیں اور جس علم کی یہ کیفیت نہ ہو یعنی وہ خارج سے حاصل نہ ہو بلکہ خود صاحب علم کی ذات سے متعلق ہو اس علم کو علم حضوری کہتے ہیں اور جب عارف اپنی ذات وصفات کی فنا کے بعد بقا باللہ سے مشرف ہوجاتا ہے اور اس کی انا یعنی ہستی اس کے وجود کونی سے بالکل ہی بے تعلق ہوجاتی ہے اور حقیقت پر مطلع ہوجاتی ہے تو وہ لامحالہ علم حصولی سے علم حضوری کے مرتبہ میں منتقل ہوجاتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور دانستن (جاننے سے) یافتن (پالینے) کے درجہ میں رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ یافت (پالینا) یابندہ (پانے والے) کی ذات سے باہر نہیں ہوتی۔

(مذکورہ بالا عبارت سے)

ازالہ وہم! معاذ اللہ! اس جگہ کوئی سادہ لوح آدمی حلول اور اتحاد کا مفہوم نہ سمجھ لے اور اکابرین کے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی ظاہر نہ کرے یا خود بداعتقادی کے بھنور میں پھنس کر ہلاک نہ ہو جائے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ولایت کا انداز عقل اور فکر کے انداز سے بلند ہے اور اس کا طریقہ کشف صحیح ہے غور وفکر اور استدلال کی اس مقام میں گنجائش نہیں ہے

پائے استدلالیاں چوبین بود		پائے چوبین سخت بے تمکین بود
پاؤں استدلال کے ہیں چوب کے	(ترجمہ)	کوئی ان پر کب بھروسہ کر سکے

اور حکماء اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کی معرفت کے انکار کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے تو وہ معرفت تصدیق ایمانی کی صورت میں ہے چنانچہ ان کے انکار کے دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ "حق تعالیٰ کی ذات کی معرفت خواہ بداہت کے ساتھ ہو یا غور وفکر کے ساتھ دونوں کی دونوں باطل ہیں۔"

اس مبحث کی تفصیل علم کلام کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے نیز انہوں نے معرفت ذات کے انکار سے ذات کی کنہ اور حقیقت مراد لی ہے اور نہ کہ معرفت بوجہ (کسی ایک طرح کی معرفت) کیونکہ معرفت ذات بوجہ تو سب ہی کو حاصل ہے جیسا کہ (مثلاً) ذات کی معرفت وصفِ خالقیت کے ساتھ یا رزاقیت کے ساتھ جانتے ہیں، جیسا کہ ان حضرات نے کہا ہے۔

واضح رہے کہ کسی چیز کی ایک گونہ معرفت (معرفت بوجہ) اور وجہ شے (حقیقت شے) کی معرفت میں بڑا فرق ہے اور یہاں جو ہم بحث کر رہے ہیں وہ درجہ ذات کی معرفت میں کر رہے ہیں نہ کہ معرفت ذات بوجہ (یک گونہ معرفت) میں اگر کوئی کہے کہ یہ توجیہ فعل خلق اور فعل رزق میں تو مسلم ہے کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ معلوم فعل خلق ہے نہ کہ ذات مع فعل خلق لیکن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ بات خالقیت میں صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ خالقیت کے معنی تو اس ذات کے ہوتے ہیں جس کے لئے فعل خلق ثابت ہے تو ذات بھی اس صفت کے ساتھ معلوم ہوگئی۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ذات سے مراد یا تو ذات کا مفہوم ہے یا مصداق اگر مفہوم ہے تو وہ عرض عام ہے لہذا معلوم ہونے والی چیز وہی وجہ ہے نہ کہ ذات اگر مراد مصداق ہے تو اس کا علم کنہ ذات کے علم کو مستلزم ہے کیونکہ چیز کی حقیقت اور کنہ سے مراد خود وہی چیز ہے لہذا بالفرض اگر اس علم کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات سے ہو تو لازمی طور پر وہ حق تعالیٰ کی ذات کی کنہ (حقیقت) کا علم ہوگا۔ کیونکہ ذات نہ متجزی ہے نہ متبعض (یعنی نہ اس کے جزو ہوسکتے ہیں نہ ٹکڑے ہوسکتے ہیں) کہ اس کا کچھ حصہ معلوم ہوا اور دوسرا کچھ حصہ معلوم نہ ہو بلکہ وہ تو بسیط حقیقی (حقیقۃً غیر مرکب) ہے لہذا جب فرض کرلیا جائے کہ علم اس کی ذات سے متعلق ہے تو اس سے اس کی ذات کہ کنہ (یعنی حقیقت) کا علم لازم آتا ہے۔ برخلاف مخلوقات کے کہ ان کا یک گونہ علم (علم بوجہ) ان کی کنہ (حقیقت) کے علم کو مستلزم نہیں ہے۔ بلکہ ان کی حقیقت میں سے کچھ اس وجہ (ایک گونہ علم) کے ضمن میں معلوم ہو جاتا ہے۔ اور کنہ (حقیقت) سے مراد تو پوری حقیقت ہوا کرتی ہے مثلاً انسان کو ایسی چیز کی وجہ سے جان لینا جو اس کی حرکت ارادی پر دلالت کرتی ہو اس سے انسان کی حقیقت کا کچھ حصہ ہی معلوم ہوسکتا ہے نہ کہ اس کی وہ کنہ اور حقیقت جس سے مراد اس کی پوری حقیقت ہے ایسے ہی مثلاً اس کا ہنسنا جس کا منشا اس کا تعجب ہے۔ وہ عجیب امور کے ادراک کر لینے پر دلالت کرتا ہے اس سے بھی انسان کی حقیقت کا ایک جزو ہی معلوم ہوسکتا ہے۔

حاصل یہ کہ جہاں کہیں حقیقت اجزا بننے اور حصے ہونے (تبعض و تجزی) کے قابل ہو وہاں کسی چیز کا یک گونہ علم کنہ (حقیقت) کے علم کو مستلزم نہیں ہوتا اور جہاں کہیں وہ چیز بسیط حقیقی (حقیقۃً غیر مرکب) ہو جو کسی طرح پر بھی حصے ہونے کو قبول نہ کرسکے تو اگر علم اس سے متعلق ہوگا وہ کیسا ہی علم کیوں نہ ہو اس کی کنہ معلوم ہو جائے گی جیسا کہ ذات واجب تعالیٰ ہے اور کنہ (ذات حق کی حقیقت) کی معرفت محال ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لہذا حق جل وعلا کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذات کی معرفت مذکورہ معنی میں مطلقاً ممنوع ہوگی۔ خواہ وہ معرفت کنہ کی معرفت مذکورہ معنی میں مطلقاً ممنوع ہوگی۔ خواہ وہ معرفت کنہ (حقیقت) کی ہو یا بوجہ (یک گونہ) ہو۔ کیونکہ علم کی حقیقت تو اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ شے معلوم کا احاطہ کر لے اور ماسوا سے اسے الگ کر کے پہچان لے۔ لیکن حق تعالیٰ عز شانہ کی ذات تو کسی شخص کے بھی احاطہ میں نہیں آ سکتی۔ وَلَا یُحِیطُونَ بِهٖ عِلۡمًا (اور علم کی رو سے وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے) کیونکہ احاطہ اور تمیز کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چیز محدود ہو جس کا احاطہ اور تمیز حاصل ہو رہی ہے اور باری تعالیٰ کی شان میں یہ ممکن نہیں ہے۔ لہذا اس کے ساتھ تو علم متعلق ہی نہیں ہو سکتا اور حق تعالیٰ کی ذات کسی کی معلوم نہیں بن سکتی الغرض جب اس کی وجوہ کا علم حاصل ہوتا ہے تو لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ ان وجوہ کے ذریعے سے ان کا حق تعالیٰ کی ذات کا علم بھی حاصل ہو گیا ہے لیکن اس دقیق فرق کو سمجھنا ان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ کی صفات بھی اس کی ذات ہی کی طرح غیر معلوم ہیں کسی طرح سے بھی علم کے احاطہ میں نہیں آتیں اور وہ کسی مخلوق کے لئے معلوم بھی نہیں بنتیں۔ مثلاً حق تعالیٰ کی صفت علم کا اندازہ وہ نہیں ہے جو مخلوقات کے علوم کا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس صفت علم کا جو مخلوقات میں پائی جاتی ہے، معلوم کے انکشاف میں کوئی دخل نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ حق تعالیٰ سبحانہ ہی جیسا کہ اس کا قانون جاری ہے اس صفت کو پیدا فرمانے کے بعد اس کے موصوف میں انکشاف کو بھی خود ہی پیدا فرما دیتا ہے۔ اگر اس انکشاف میں صفت علم کی اثر اندازی کے ہم کچھ قائل بھی ہو جائیں خواہ فی الجملہ ہی سہی جیسا کہ بعض متکلمین نے کہا ہے اور انہوں نے اس اثر اندازی کو اس میں پیدا کیا ہے۔ (تو یہ اثر اندازی بھی اس میں اپنی ذاتی نہیں ہے بلکہ خدا ہی کی پیدا کردہ ہے) اسے موثر ہونے میں کوئی دخل نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ اس نام کا اس پر اطلاق کر دیتے ہیں اس کے برعکس خالق تعالیٰ شانہ میں صفت علم کی یہ کیفیت نہیں ہے بلکہ اس کو مخلوق کی صفت علم کے ساتھ سوائے نام کے اشتراک اور رسمی اطلاق کے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح بارگاہ حق عز شانہ میں قدرت اور ارادہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی صفات، تمام افعال کے صادر ہونے کا سرچشمہ (مبدا) اور وجود مخلوقات کا منشاء ہیں۔ لیکن یہی قدرت اور ارادہ کی صفات جو مخلوقات میں پائی جاتی ہیں ان کی کیفیت نہیں ہے۔ بلکہ کسی چیز کے ساتھ اس کی قدرت اور ارادہ کے متعلق ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ سبحانہ ہی قانون قدرت کے طور پر اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے اور خود ان کی قدرت کو اس چیز کے وجود میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بجز اس کے کہ ان صفات کا تعلق اس چیز کے ساتھ قائم ہو جانے کے بعد، خدائے تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے۔ یہی حال باقی تمام صفات کا ہے اور ہر معلوم جو صاحب علم سے مناسبت نہ رکھتا ہو اس کے علم کی قید میں نہیں آ سکتا اور اسے معلوم نہیں ہو سکتا۔ یہ علمائے معقول کے نزدیک ایک مسلمہ اصول ہے لہذا اس کی صفات بھی کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کی ذات بے چوں اور بچگونہ (بے مثل و بے مثال) ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے چوں وبچگونہ ہیں۔ چوں کو بے چوں کی دنیا میں راستہ کیسے مل سکتا ہے۔

سوال! یہاں ایک زبردست اشکال باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم حاصل کرنا ممکن نہیں ہے تو ان کی معرفت بھی محال ہوگی۔ پھر معرفت کے واجب ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟

جواب! میں کہتا ہوں کہ ذات اور صفات میں معرفت سے مراد ذات سے نقیضوں (اس کی ضد بالمقابل چیزوں) کا سلب کرنا نفی کرنا نہ کہ ذات کا علم حاصل کرنا، مثلاً ذات میں معرفت سے مراد یہ ہے کہ (ہم یہ جان لیں کہ) وہ جسم نہیں ہے، وہ جوہر نہیں ہے، وہ عرض نہیں ہے، اور مثلاً صفات میں معرفت سے مراد یہ ہے کہ (ہم جان لیں کہ) اس میں جہالت نہیں ہے، عاجزی نہیں ہے، اندھا پن نہیں ہے، گونگا پن نہیں ہے غرضیکہ ان ہی اضداد کے سلب ہونے (یعنی نفیوں) سے حق تعالیٰ عز سلطانہ کی ذات اور صفات کا وجوب سمجھا جا سکتا ہے۔

پیش از یں پے نبردہ اند کہ ہست

ترجمہ　اس کی ہستی سے زیادہ کچھ نہیں اس کا پتہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سوال! اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ حق تعالیٰ کی ذات پر حکم کیا جاتا ہے کہ وہ عالم ہے وہ قادر ہے وغیرہ ذالک اور یہ حکم لگانا اس بات کو مستلزم ہے کہ ذات کا تصور ہوتا ہے کیونکہ حکم خواہ ایجابی ہو یا سلبی بغیر موضوع کے تصور کے ہو ہی نہیں سکتا

جواب! تو میں (اس کے جواب میں) کہوں گا کہ ہاں اس قضیہ میں موضوع کا تصور ضرور متحقق ہے۔ لیکن جس چیز کا تصور ہوتا ہے وہ ذات نہیں ہے۔ حق تعالیٰ عزشانہ کی ذات اس سے منزہ اور برتر ہے۔ لیکن چونکہ یہ متصور تنزیہی ہے جو کہ ذات سے ہی نکلا ہوا ہے ــــــــــ وہ غیر تنزیہی تصور کردہ چیزوں کی بہ نسبت ذات کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا اس لئے اس کے تصور کو ذات ہی کا تصور سمجھ لیا گیا ہے یہ سمجھ لینا مبنی برضرورت ہے کیونکہ قوت بشریہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے ادراک سے قاصر ہے مگر اس کے باوجود لوگوں کو احکام کی معرفت کی ضرورت ہے جن کے ذریعے سے اس کی ذات سے تمیز دی جا سکے۔

بعض محققین متکلمین نے فرمایا ہے کہ معرفت سے مراد یہ ہے کہ حادث اور قدیم کے درمیان امتیاز حاصل ہو جائے۔ حضرت امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی اسی معنیٰ میں ہو سکتا ہے کہ۔ سُبحَانکَ مَا عَبَدنَا کَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَلٰکِن عَرَفنَاکَ حَقَّ مَعرِفَتِکَ۔ (خدایا! تیری ذات پاک ہے جیسا کہ تیری عبادت کا حق تھا ہم عبادت تو نہیں کر سکے لیکن جیسا کہ تیری معرفت کا حق تھا ہم نے تیری معرفت حاصل کر لی ہے) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی طرف مخلوق کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں رکھا بجز اس کی معرفت سے عاجز رہ جانے کے لیکن جو معرفت اہل اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اس کا تحقق (اظہار) طالب کی استعداد کے آئینے کے انداز کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

بقدر آئینہ تو می نماید رو

ترجمہ — ترا جلوہ بقدر آئینہ ہے

اور اس آئینے کی تنگی اور وسعت صاحب آئینہ کی تنگی اور وسعت کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہر چیز کا رب (تربیت کرنے والا) اس چیز کا ایک خاص سبب اور اس کا قیوم ہوا کرتا ہے اپنے خاص سبب کے سوا کسی اور میں معرفت نہیں ہوا کرتی اور اپنی حقیقت سے باہر حصول کی کوئی صورت نہیں بنتی۔

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود		گرچہ عمرے تگ زندہ درخود بود
ہو نیک یا کہ بد ہو کوئی ذرہ حقیر	ترجمہ	بھاگا تمام عمر رہا خود میں اسیر

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ (بہاؤالدین) قدس اللہ سرہ الاقدس نے اس مضمون کی طرف اشارہ فرمایا کہ۔۔۔۔فنا اور بقا کے بعد اہل اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں وہ اپنے ہی میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں وہ اپنے ہی میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت خود اپنے ہی میں موجود ہوتی ہے۔وَفِی اَنفُسِکُم اَفَلَا تُبصِرُونَ (اور تمہارے اپنے نفوس ہی میں موجود ہے تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو) اور یہ معرفت خود حیرت ہی ہوتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔اَلمَعرِفَۃُ فِی ذَاتِ اللّٰہِ حَیرَۃٌ (اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت محض حیرت ہے) ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ اَعرَفُھُم بِاللّٰہِ اَشَدُّ تَحَیُّراً فِیہِ (یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عارف تر وہی شخص ہے جس کا تحیر اس کی ذات میں شدید تر ہو) اگرچہ اکثر مشائخ قدس اللہ اسرارہم نے ذات حق کی معرفت میں اس کی صراحت فرمائی ہے لیکن اس فقیر (یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک معرفت صفات سے مراد بھی صفات کے اندر حیرت ہی ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔

(14) معرفت

واجب تعالیٰ کے وجود کی تحقیق! واجب تعالیٰ کا وجود جمہور متکلمین کے نزدیک اس کی ذات عز شانہ پر زائد ہے اور حکماء۔۔۔۔۔۔۔اور شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض صوفیہ کے نزدیک یہ وجود عین ذات ہے اور اس فقیر کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ واجب تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ ۔۔۔۔۔ برخلاف باقی موجودات کے کہ وہ سب وجود کے ساتھ موجود ہیں اور جو وجود ذات پر محمول ہے وہ عقل کی منتزعات (الگ کی ہوئی اور نکالی ہوئی چیزوں) میں سے ہے یعنی عقل وجود کی ذات سے موجود کے وصف کو الگ نکال کر ذات پر محمول کر دیتی ہے اور اگر متکلمین کی مراد وجود زائد سے یہی الگ نکالا ہوا وجود ہے تو اس کی بات درست ہے اور مخالف کے لئے اس میں انکار یا نزاع کی کوئی مجال نہیں رہتی ۔ اور اگر وہ ایسا وجود مراد لیتے ہیں کہ اس وجود کے ساتھ واجب تعالیٰ موجود ہے جیسا کہ بظاہر ان کی عبارت سے مفہوم ہوتا تو پھر خدشے اور تردد کا مقام ہے اور اگر حکماء اور شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض صوفیہ بھی واجب تعالیٰ کو اپنی ذات کے ساتھ موجود کہتے ہوں ، بغیر اس کے کہ وہ وجود کے قائل ہوں اور اسے عین ذات ثابت کریں اور بغیر اس کے کہ وہ دلائل و براہین کے محتاج ہوں اور بیکار مقدمات کا ارتکاب فرمائیں تو یہ بات زیادہ اقرب اور صحیح ہوگی ۔

صوفیوں کے حال پر تعجب ! اور ان صوفیوں پر تعجب ہوتا ہے کہ باوجودیکہ وہ ذات حق عز شانہ میں تمام نسبتوں اور تمام اعتبارات کو تو ساقط کر دیتے ہیں اور تنزلات کے مراتب میں ان کو درج کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وہ وجود کو بھی ذات کے مرتبہ میں ثابت کر دیتے ہیں ۔ یہ تو بجز تناقض کے اور کچھ بھی نہیں ہے اس کے جواب میں یہ نہ کہا جائے کہ وہ حضرات وجود کو بھی عین ذات تو کہتے ہیں لیکن اسے وہ نسبتوں اور اعتبارات میں سے شمار نہیں کرتے ۔ کیونکہ اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ غیبت خارج کے اعتبار سے ہے ذہن کے اعتبار سے نہیں ہے اور ان حضرات کے نزدیک تمام صفات اسی قسم کی ہیں کہ تعقل (سمجھنے) میں تو ذات سے الگ اور مغائر ہیں لیکن خارج میں عینِ ذات ہیں ۔ کیونکہ سوائے ایک ذاتِ احدیت کے ان کے نزدیک کوئی اور چیز موجود نہیں ہے لہذا لازم آتا ہے کہ وہ تمام اعتبارات کو ذات کے مرتبہ میں ہی ثابت کریں ۔ اور یہ بات غلط ہے اور وہ خود بھی اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

برعکس کے ہی معترف ہیں۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

سوال! اگر یہ حضرات فرمائیں کہ ذات سے مراد وحدت ہے جو کہ تعین اول ہے اور اس مرتبہ میں انہوں نے متعین پر تعین کے زائد ہونے کا لحاظ نہیں کیا ہے اس مرتبہ میں وہ صرف وجود کا اثبات کرتے ہیں برخلاف باقی تمام نسبتوں اور اعتبارات کے کیونکہ ان کا لحاظ واحدیت کے درجہ میں ہوتا ہے جو اس سے ایک قدم نیچے کا درجہ ہے۔

جواب! تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ تقدیر پر ان کی یہ ساری گفتگو متکلمین کے ساتھ نہیں ملتی۔ کیونکہ متکلمین تو ذات سے مراد ذات محض لیتے ہیں جو تمام تعینات سے اوپر ہے اور وجود کو اس ذات پر زائد جانتے ہیں اور جو فرق اوپر بیان کیا گیا ہے وہ زیادتی کو دور کرنے میں کوئی فائدہ نہیں بخشتا زائد بہر حال زائد ہے خواہ مرتبہ اولی میں یا مرتبہ ثانیہ میں

ابو المکارم رکن الدین شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فَوقَ عَالَمِ الوَجُودِ عَالَمُ المَلِکِ الوَدُودِ۔ (محبت فرمانے والے بادشاہ (خدا) کی دنیا، وجود کی دنیا سے اوپر ہے) اس عبارت کی تصریح ہے کہ وجود ذات سے الگ ہے مختصر یہ ہے کہ اگر واجب تعالیٰ کو خود اپنی ذات ہی کے ساتھ موجود کہیں اور کسی نئے وجود کے قائل نہ ہوں تو یہ زیادہ بہتر مناسب ہے اور اگر وجود کے قائل نہ ہوں تو یہ زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے اور اگر وجود کے قائل ہوتے ہیں تو پھر یقیناً ذات اور وجود دونوں میں مغایرت ماننی پڑے گی اور ذات حق عز سلطانہ پر اس کے زیادہ ہونے کا قائل ہونا پڑے گا۔ لہذا اس تقدیر پر متکلمین کی بات اس نظریہ کے مخالفین کی بات کے مقابلہ میں صحیح اور درستگی سے زیادہ قریب ہے۔

وجود کا بدیہی اور نظری ہونا! رہ گئی یہ بات کہ واجب تعالیٰ کا وجود بدیہی ہے یا نظری؟ تو جمہور متکلمین اس کے نظری ہونے کے قائل ہیں اور امام غزالی اور امام رازی رحمہما اللہ اس کے بدیہی ہونے کا جزم اور یقین رکھتے ہیں بعض متاخرین نے ان دونوں قولوں کو جمع کرنے کے لئے کہا ہے کہ یہ بعض لوگوں کی نسبت سے بدیہی ہوتا ہے اور بعض دوسرے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لوگوں کی نسبت سے نظری ہوتا ہے اور اس فقیر کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ وہ مطلقاً بدیہی ہے اور بعض لوگوں پر اس کا مخفی رہ جانا اس کے بدیہی ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ بدیہی ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ سب لوگ اسے جان لیں بلکہ بہت سے اہل عقل نے تو بعض کھلی بدیہی چیزوں کا بھی انکار کردیا ہے اور یہ حضرات واجب تعالیٰ کے وجود پر دلیلیں لائے ہیں وہ سب اس کے بدیہی ہونے پر متنبہ کرتی ہیں جس طرح محسوسات کے ادراک میں یہ شرط ہے کہ حس ظاہری آفات سے صحیح سالم اور محفوظ ہو اور جس طرح ان آفات کے پائے جانے کی وجہ سے ان کا ادراک نہ کرسکنا محسوسات کے بدیہی ہونے کے منافی نہیں ہوتا بالکل اسی طرح عقلی معاملات کے ادراک میں بھی قوت مدرکہ کا آفات معنویہ اور امراض خفیہ (پوشیدہ) سے سلامت اور محفوظ ہونا بھی شرط ہے اور بوجہ آفات کے ان کا ادراک نہ کرسکنا ان کے بدیہی ہونے کے منافی نہیں ہوگا جو جماعت اس کے بدیہی ہونے پر یقین رکھتی ہے حق سبحانہ نے اس کے حال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ۔ (یعنی ان رسولوں نے کہا کہ کیا تمہیں خدا کے بارے میں شک ہے) اور چونکہ یہ مضمون بعض کم فہم لوگوں کے لئے واضح نہیں تھا لہٰذا اس کے بعد ان الفاظ کے ساتھ تنبیہ فرمادی ہے۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (کیا تمہیں اس خدا کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے)

(15) معرفت

صفات کا وجود ذات پر زائد ہے! اہل حق صفات کے وجود کے قائل ہیں اور ان کے وجود کو ذات کے وجود پر زائد سمجھتے ہیں۔ وہ حق تعالیٰ سبحانہ کو علم کے ساتھ عالم اور قدرت کے ساتھ قادر جانتے ہیں وعلی ہذا القیاس اور معتزلہ وشیعہ اور حکماء صفات کی نفی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو چیز صفات پر مترتب ہوتی ہے وہ خود ذات پر ہی مترتب ہوتی ہے۔ مثلاً مخلوقات میں (چیزوں کا) انکشاف کو ذات حق عز سلطانہ پر مترتب کہتے ہیں لہٰذا اس اعتبار سے ذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علم کی حقیقت ہے اور اسی طرح قدرت اور وحدت الوجود کے قائل ہیں صفات کی نفی کے مسئلہ میں معتزلہ اور حکماء کے ساتھ متفق ہیں۔

سوال! اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صوفیہ مذکورہ صفات کو مفہوم اور تعقل (عقل و سمجھ میں آنے) کے اعتبار سے غیر ذات کہتے ہیں اور تحقق یعنی وجود خارجی کے اعتبار سے عین ذات کہتے ہیں لہٰذا ان کا مذہب حکماء اور متکلمین کے مذاہب کے درمیان ایک واسطہ ہوگا کیونکہ حکماء صفات کو مطلقاً عین کہتے ہیں اور متکلمین مطلقاً غیر کہتے ہیں اور یہ لوگ خارج کے اعتبار سے عین کہتے ہیں اور مفہوم کے اعتبار سے غیر کہتے ہیں۔

جواب! تو میں اس کا یہ جواب دوں گا کہ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ حکماء (خارج کی طرح) تعقل اور مفہوم کے اعتبار سے بھی (صفات کو) عین ذات کہتے ہیں۔ بلکہ سارا جھگڑا وجود خارجی ہی میں ہے وجود ذہنی میں نہیں ہے صاحب مواقف نے اس کی وضاحت فرمائی ہے متکلمین صفات کو ذات پر ایک زائد وجود کے ساتھ خارج میں موجود مانتے ہیں اور حکماء اور معتزلہ خارج میں (صفات کو) عین ذات سمجھتے ہیں مذکورہ صوفیہ بھی اس مسئلہ میں حکماء اور معتزلہ کے ساتھ قطعاً متفق ہیں۔ لیکن یہ حضرات اس مسئلہ مذکورہ فرق سے اپنے آپ کو حکماء اور معتزلہ سے الگ کر لیتے ہیں اور صفات کی نفی سے انکار کر دیتے ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ اس فرق سے انہیں کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

ان کے شیخ اور رئیس نے کہا ہے کہ کچھ لوگ صفات کی نفی کی طرف گئے ہیں لیکن انبیا اور اولیاء کا ذوق اس کے خلاف شہادت دیتا ہے اور کچھ لوگوں نے صفات کا اثبات کیا ہے اور انہوں نے صفات کے سلسلہ میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ ذات پوری طرح بالکل غیر ہوتی ہیں لیکن یہ کفر محض ہے اور خالص شرک ہے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص ذات کے اثبات کا قائل ہو اور صفات کا اثبات نہ کرتا ہو وہ جاہل اور بدعتی ہے اور جو شخص ایسی صفات کے اثبات کا قائل ہو جو ذات سے بالکلیہ (پوری طرح) مغائر ہوں تو ایسا شخص ثنوی ہے (یعنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوخداؤں کو ماننے والا ہے) کافر ہے اور اپنے کفر کے ساتھ ساتھ جاہل بھی ہے۔

یہ گفتگو مطلق نفی اور مطلق اثبات کے درمیان واسطہ کو ثابت کرتی ہے مطلقاً نفی کرنے والوں سے مراد حکما کو لیا ہے اور مطلقاً اثبات کرنے والوں سے مراد متکلمین کو لیا ہے حالانکہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ یہ مذہب (ان دونوں مذہبوں کے درمیان) واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ لوگ خود بھی نفی کرنے والوں میں داخل ہیں۔

صوفیوں کے قول کی تردید! ان لوگوں کی ان جسارتوں (دلیریوں) پر تعجب ہوتا ہے کہ محض اپنے کشف پر اعتماد کرتے ہوئے ایک ایسے اعتقاد کی جس پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہو غلط قرار دیتے ہیں اور اس اعتقاد کے رکھنے والوں کو کافر اور ثنوی (دوخداؤں کا قائل) کہہ دیتے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے کفر اور ثنویت (کے الفاظ) سے حقیقی کفر اور حقیقی ثنویت مراد نہ بھی لی ہو لیکن ایک درست اعتقاد کے بارے میں ایسا لفظ زبان سے نکال دینا بہت ہی ناپسندیدہ اور بڑی ہی خراب بات ہے کشف میں یہ لوگ کتنی غلطیاں کرتے ہیں لیکن اتنا نہیں سمجھتے کہ شائد کشف بھی اس قسم کا ہو اور وہ اعتقاد صحیح کے ساتھ ٹکرانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔

جداگانہ مقالہ! اس فقیر کا اس مسئلہ پر جداگانہ قول ہے اور وہ یہ ہے ۔۔۔۔۔ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہی ان تمام امور میں جو صفات پر مترتب ہوتے ہیں کافی ہے اس معنی میں نہیں جو علماء معقول نے کہا کہ (چیزوں کا) انکشاف مثلاً (مخلوقات میں) صفت علم پر مترتب ہوتا ہے اور وہ (واجب تعالیٰ میں) ذات ہی پر مترتب ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے معنی میں کہ ذات حق عز سلطانہ اس انداز پر مکمل اور مستقل ہے کہ وہی سب کا کام کر لیتی ہے یعنی جو کام علم ودانش سے کرنا چاہے ذات حق عز سلطانہ بغیر صفت علم ہی کے وہ کام کر لیتی ہے ایسے ہی جو چیز صفت قدرت کی اثر اندازی سے ظہور پذیر ہوتی ہے ذات حق تعالیٰ اس چیز کے ظہور پذیر ہونے میں بغیر اس صفت کے بھی کافی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک مثال ! میں ایک مثال بیان کرتا ہوں جو جلدی سمجھ میں آنے والی ہے کہ جو پتھر خود اپنے طبعی تقاضے سے اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے اس کی ذات ہی علم' قدرت اور ارادہ کا کام کر لیتی ہے بغیر اس کے کہ اس میں علم قدرت ارادہ کی صفتیں پائی جائیں۔ یعنی علم کا تقاضا یہ ہے کہ پتھر ثقل (بھاری) ہونے کی وجہ سے نیچے کی طرف متوجہ ہو اور اوپر کی طرف متوجہ نہ ہو ارادہ علم کے تابع ہے ارادے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نیچے کی جانب کو ترجیح دے اور حرکت, مقتضائے قدرت ہے پس پتھر کی اپنی طبیعت خود ان تینوں صفتوں کا کام بغیر ان صفات کالحاظ کئے ہوئے کر لیتی ہے۔

لہذا واجب تعالیٰ میں وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الاَعلیٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بلند ترین مثال ہونا ثابت ہے) اس کی ذات بھی اسی طرح تمام صفات کا کام کر لیتی ہے اور ان امور کے مترتب ہونے میں اسے صفات کی کوئی احتیاج لاحق نہیں ہوتی۔ لیکن انکشاف تاثیر اور تخصیص مثلاً علم, قدرت اور ارادہ کی صفت پر مترتب ہوتے ہیں وہ دانا ہے علم کے ساتھ نہ کہ ذات کے ساتھ وہ موثر ہے قدت کے ساتھ مخصص ہے ارادہ کے ساتھ اگر چہ یہ بات ہے کہ جو کچھ ان صفات کے ساتھ کیا جانا چاہیے ذات حق تعالیٰ شانہ ہی اس میں کافی ہے لیکن یہ معانی صفات پر ہی مترتب ہیں ذات کو بغیر معانی کے پائے جانے کے عالم قادر اور صاحب ارادہ نہیں کہہ سکتے مثال کے طور پر اسی پتھر میں اگر علم قدرت اور ارادہ کی صفت کو وجود بخش دیں تو پتھر کو صاحب علم اور صاحب قدرت اور صاحب ارادہ کہہ سکتے ہیں لیکن ان زائد معانی کے وجود کے بغیر وہ ان صفات کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔۔۔۔ اگر چہ وہ خود ہی ان صفات کا کام کر لیتا ہے۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ اس میں ان معانی کا وجود اس کے کمال کا باعث ہے۔

لہذا واجب تعالیٰ میں بھی اگر چہ ذات عز سلطانہ ہی ان تمام اشیاء میں جو صفات پر مترتب ہوتی ہیں کافی ہے لیکن خود ان معانی کاملہ کے ثبوت میں صفات درکار ہیں اور ذات حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عز شانہ ان معانی کے پائے جانے سے صفات کمال کے ساتھ متصف ہو جاتی ہے۔

اعتراض! یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اس تقدیر پر تو ان صفات کے ساتھ جو ذات کی مغائر ہیں حق کی تکمیل پذیرائی لازم آتی ہے اور اس بات سے ذات میں نقص ہونا اور غیر ذات کے ساتھ مل کر اس کا تکمیل پذیر ہونا لازم آتا ہے اور یہ بات ممکن ہے۔

جواب! کیونکہ میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ حق تعالیٰ کے لئے اپنے غیر سے صفت کمال کا استفادہ کرنا محال ہے اس کا بذات خود صفت کمال کے ساتھ متصف ہونا محال نہیں ہے۔ اگر چہ وہ صفت (ذات کا) غیر ہو اور متکلمین کے مذہب سے دوسری شق لازم آتی ہے پہلی شق لازم نہیں آتی, جیسا کہ سید سند رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواقف میں تحقیق کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

(16) معرفت

ذات وصفات کا بیچوں ہونا! حق تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں بالکل یگانہ ہے اس کی ذات اور صفات مخلوقات کی ذات اور صفات سے قطعاً مختلف ہیں اور کسی طرح بھی ان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی لہذا حق سبحانہ مثل سے یعنی مماثل موافق سے بھی منزہ و پاک ہے اور ند یعنی مماثل مخالف سے بھی حق تعالیٰ شانہ کے معبود ہونے صانع ہونے اور واجب ہونے میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

اور بعض صوفیہ جو وحدت الوجود کے قائل ہیں تو وہ موجود ہونے میں بھی شریک کی نفی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو موجود نہیں مانتے جس چیز سے وہ اس سلسلہ میں استشہاد (دلیل) کرتے ہیں وہ کشف ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس قول سے بہت سے اصول دین کا انہدام لازم آتا ہے اور بعض اصول دین کو (اس قول سے) تطبیق دینے میں انہوں نے تکلفات سے کام لیا ہے لیکن ان کی پوری پوری مطابقت میں کلام ہے بعض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسرے اصول ایسے بھی ہیں جو بالکل ہی تطبیق کے قابل ہی نہیں ہیں۔ مثلاً واجب تعالیٰ جل وعلا کی صفات کی نفی کا مبحث۔

(17) معرفت

مکان وزمان اوران کے لوازم سے تنزیہ! حق تعالیٰ سبحانہ کسی جہت میں نہیں ہے وہ مکانی اورزمانی نہیں ہے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد اَلرَّحمٰنُ علَی العَرشِ استَویٰ (خدائے مہربان عرش پر متمکن ہوگیا) اگر چہ ------ بظاہر ثبوت جہت اور ثبوت مکان کا وہم پیدا کرنے والا ہے لیکن درحقیقت اس سے جہت اور مکان کی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ آیۃ کریمہ سے جہت ومکان کا اثبات ایسے مقام (عرش) کے لئے کیا ہے جہاں نہ کوئی جہت ہے نہ کوئی مکان یہ تو خدائے تعالیٰ کی بے جہتی اور بے مکانی ہی سے کنایہ ہے اسے اچھی طرح سمجھ لیجیے اوروہ جسمانی بھی نہیں ہے جوہراورعرض بھی نہیں ہے وہ کسی قسم کے اشارہ کے قابل بھی نہیں (یعنی اس کی طرف سے بھی اشارہ نہیں کیا جاسکتا) حرکت اور تبدیلی کے تصورات بھی اس پر درست نہیں بیٹھتے اسکی ذات قدیم کے ساتھ حوادث کا قیام بھی جائز نہیں ہے۔ اعراض محسوسہ اوراعرض معقولہ میں سے وہ کسی عرض کے ساتھ متصف نہیں ہے نہ وہ عالم میں داخل ہے اور نہ ہی عالم سے خارج ہے نہ وہ عالم (کائنات) کے ساتھ متصل ہے اور نہ عالم سے منفصل (جدا) ہے عالم (کائنات) کے ساتھ اس کی معیت علمی ہے، ذاتی نہیں ہے اس کا عالم کو محیط ہونا علم ہی کے ساتھ ہے ذات کے ساتھ نہیں ہے وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا وہ کسی چیز کے ساتھ (مل کر) متحد (یک جان) نہیں ہوتا۔

سوال! اگر کوئی شخص دریافت کرے کہ بعض صوفیہ جو ذاتی معیت اوراحاطہ کے قائل ہیں اس سے ان کی مراد کیا ہے؟

جواب! میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ان حضرات نے ذات سے مراد اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا تعین لیا ہے جس کو وحدت کہتے ہیں کیونکہ وہ حضرات اس مرتبہ میں تعین کو ذات حق عز سلطانہ پر زائد ہونے کا اعتبار نہیں کرتے لہذا اس مرتبہ کے ظہور کو تجلی ذاتی کہتے ہیں اور اس کی اسی سرایت کو وہ ذاتی معیت اور احاطہ کہہ دیتے ہیں اور حضرات متکلمین، خدا تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے ذات سے ذات محض مراد لیتے ہیں جو کہ تمام تعینات سے بالاتر ہے اور خواہ کوئی تعین بھی ہوا سے وہ ذات حق عز شانہ پر زائد سمجھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اس ذات کو عالم کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہے کیا احاطہ کیا معیت کیا اتصال اور کیا انفصال (یعنی نہ نسبت احاطہ ہے نہ نسبت معیت اور نہ نسبت اتصال نہ انفصال)۔ حق تعالیٰ شانہ کی ذات کسی طور پر بھی علم میں نہیں آ سکتی وہ مطلقاً ہر لحاظ سے نامعلوم الکیفیت ہے اسی طرح عالم کے ساتھ اس کی نسبت بھی ہر لحاظ سے نامعلوم الکیفیت ہے اسے متصل، منفصل، محیط اور ساری (سرایت کرنے والا) کہنا محض جہالت کی وجہ سے ہے۔ متکلمین اور دوسرے بزرگ اس فیصلہ سے متفق ہیں لیکن متکلمین کی نظر جو حضرت محمد مصطفیٰ علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا کی پیروی کے نور کا سرمہ لگائے ہوئے صوفیائے کرام کی نظر کے مقابلے میں جو کہ احاطہ ذاتی کے قائل ہیں بہت ہی باریک میں واقع ہوئی ہے اور ان لوگوں کے ادراک کا سرچشمہ کشف ہے ہر شخص نے اپنے اپنے ادراک کے انداز کے مطابق ہی فیصلہ دیا ہے وہ تمام اختلافات جو متکلمین اور بعض متاخرین صوفیہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں اسی طرح کے ہیں ان میں حق متکلمین کے ساتھ ہے اور صوفیہ کی نظر نے کوتاہی کی ہے اور متکلمین کی بات حقیقت کو یہ لوگ دریافت ہی نہیں کر سکے۔

(18) معرفت

معلوم کے ساتھ علم حق کا تعلق! حق سبحانہ وتعالیٰ ایک ایسے علم کے ساتھ جو اس کی ذات پر زائد ہے تمام معلومات کا عالم ہے خواہ وہ معلوم واجب ہو یا ممکن اور علم ایک حقیقت صفت ہے جو ذات پر زائد ہے اور اس کا تعلق معلوم کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح کہ یہ بات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معلوم نہیں کہ واجب تعالیٰ میں اس کی صفت کی کیا کیفیت ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ معلومات کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے صرف اتنا ہی ادارک میں آتا ہے کہ یہ تعلق، معلوم کے انکشاف کا سبب ہوا کرتا ہے۔ بہت سے لوگ چونکہ اس حقیقت پر مطلع نہیں ہوسکے اور انہوں نے غائب کو حاضر پر قیاس کرلیا ہے اس لئے وہ اضطراب اور حیرت میں گرفتار ہو گئے۔

(19) معرفت

قدرت اور ارادہ! قدرت اور ارادہ، حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر زائد صفات ہیں۔ قدرت سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے عالم کی ایجاد (پیدا کرنا) بھی درست ہے اور اس ایجاد عالم (دنیا کو پیدا کرنے) کو چھوڑ دینا (پیدا نہ کرنا) بھی درست ہے۔ اس ایجاد اور ترک ایجاد میں سے کوئی چیز بھی حق تعالیٰ کی ذات پر لازم نہیں ہے۔ تمام اہل مذاہب اس بات پر متفق ہیں۔

لیکن فلاسفہ کہتے ہیں کہ عالم (کائنات) کو اس موجودہ نظام پر ایجاد (پیدا) کرنا جس پر اب وہ واقع ہے، حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات کے لوازم میں سے ہے۔ اس طرح انہوں نے قدرت کے ان معنی کا جو اوپر بیان ہو چکا ہے انکار کیا۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ مذکورہ معنی کے لحاظ سے قدرت ایک نقص ہے اور انہوں نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ ایجاب (یعنی خدا کیلئے عالم کی ایجاد واجب اور ضروری ہونا) ہی کمال ہے، ایجاب کو ثابت کر دیا ہے۔ قدرت کے اس معنی میں قائل ہیں کہ "اگر وہ چاہے تو کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ کرے" اور اس مضمون میں وہ اہل اسلام کے ساتھ متفق ہیں لیکن پہلے جملہ شرطیہ (اگر چاہے تو کرے) کے مقدم یعنی شرط (اگر چاہے) کو تو واجب الصدق سمجھتے ہیں (یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا صادق آنا ضروری ہے) اور دوسرے جملہ شرطیہ (اگر نہ چاہے تو نہ کرے) کے مقدم یعنی شرط (اگر نہ چاہے) کو ممتنع الصدق جانتے ہیں (یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا صادق آنا محال ہے) اور دونوں شرطیہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جملوں کو وہ واجب تعالیٰ کے حق میں صادق کہتے ہیں ۔ نیز یہ فلاسفہ ارادہ کو بھی علم پر زائد نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ ارادہ کامل ترین نظام کے طریق پر خود علم ہی کا نام ہے اسے وہ (اپنی اصطلاح میں) عنایت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اور بعض متاخرین صوفیہ بھی قدرت کے اس معنی میں فلاسفہ کے ساتھ متفق ہیں۔ اور وہ بھی دوسرے جملہ شرطیہ (اگر نہ چاہے تو نہ کرے) کے مقدم (اگر نہ چاہے) کو ممتنع الصدق کہتے ہیں (یعنی یہ کہتے ہیں کہ اس کا صادق آنا محال ہے) اور اپنے مذہب کو فلاسفہ کے مذہب کی طرح الگ کرتے ہیں کہ فلاسفہ ارادہ کے قائل نہیں ہیں وہ اسے نفس علم ہی سمجھتے ہیں اور یہ لوگ (صوفیہ) باوجودیکہ قدرت کو مذکورہ معنی میں لیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ارادہ کا علم پر زائد ہونا بھی ثابت کرتے ہیں ۔ اور اگر اس طرح وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو صاحب ارادہ تسلیم کرتے ہیں ۔ اور اسے موجب نہیں کہتے (جس پر عالم کی ایجاد واجب ہو) برخلاف حکماء کے کہ وہ ایجاب کے قائل ہیں اور ارادہ کی نفی کرتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ! اس فقیر کو اس مقام پر ایک شبہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو ایسی چیزوں میں جن پر قدرت حاصل ہو کسی ایک کو وجود یا عدم کے ساتھ خاص کر لینے کا نام ارادہ ہے۔ اور جب جزو ثانی ممتنع الصدق ہے اور جزو اول واجب الصدق تو پھر ارادہ کا اثبات کس مقصد کے لئے ہوگا۔ کیونکہ تخصیص اور ترجیح جو کہ ارادہ کا ماحصل ہے دو برابر کی چیزیں ہی میں ہو سکتی ہے۔ لہذا جہاں یہ برابری ہی نہیں وہاں ترجیح بھی نہیں ہے پس وہاں ارادہ بھی نہیں ہے اس لئے جب حکماء نے طرفین کی برابری ہی سے انکار کر دیا تو انہوں نے ارادہ کو بھی ثابت نہیں کیا اور انہوں نے ارادہ کو لاحاصل اور بے فائدہ سمجھا ہے۔ اس مسئلے میں حکماء حق پر ہیں ۔ لہذا مذکورہ صوفیائے کرام جو عالم کے وجود اور عدم (دونوں پہلوؤں) کے برابر نہ ہونے کے باوجود ارادہ کا اثبات کرتے ہیں اور اس اثبات کے ذریعے حکماء سے الگ ہو جاتے ہیں اور اتنی سی بات کی وجہ سے وہ حق سبحانہ کو صاحب ارادہ اور مختار کہتے ہیں تو اس فرق کے سلسلہ میں ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی گفتگو کا حاصل (نتیجہ) ظاہر نہیں ہے۔ان کا مذہب واجب تعالیٰ کے اختیار کی نفی کے بارے میں بعینہ وہی ہے جو حکماء کا مذہب ہے اور اس کے ارادہ کو ثابت کرنا محض زبردستی کی بات اور صرف منہ زوری ہی ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات ثابت کرتا اور وہی صحیح راہ کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

سوال! اگر کوئی شخص کہے کہ مذکورہ صوفیائے کرام عالم کے وجود کو حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات پر لازم نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو عالم کا صدور (ظہور) واجب تعالیٰ سے ارادہ ہی کے ساتھ کہتے ہیں

جواب! اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ جب دوسرے جملہ شرطیہ کا مقدم یعنی وجود عالم کا ارادہ نہ کرنا ممتنع (محال) ہوتا ہے اور وجود عالم کا ارادہ کرنا واجب قرار پا گیا تو ارادہ کے لئے جو کہ دو برابر کی جہتوں میں سے اک جہت کو ترجیح دینے کا نام ہے, وجود عالم میں کوئی دخل ہی باقی نہیں رہا سوائے اس کے اس پر (خواہ مخواہ) ارادہ کے لفظ کا اطلاق کر دیا گیا ہے اور اتنے ارادہ کے تو حکماء بھی قائل ہیں لہذا اس قسم کے ارادہ کا اثبات ایجاب کے دفع کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا اور وجود عدم کی دونوں جہتوں کے برابر نہ ہونے کی وجہ سے حق سبحانہ وتعالیٰ پر ایجاب لازم آتا ہے۔جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

(20) معرفت

شیون وصفات میں فرق! شیونات الٰہی حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات فرع ہیں۔اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی صفات ان شیونات پر ہی متفرع ہیں اور اسماء (الٰہی) جیسے خالق اور رازق (وغیرہ) وہ صفات پر متفرع ہیں اور افعال, ان اسماء پر متفرع ہیں اور تمام موجودات, افعال کے نتائج ہیں اور افعال پر متفرع ہیں۔واللّٰهُ سُبحَانَه وَتَعَالیٰ اَعلَمُ (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) لہذا معلوم ہو گیا کہ شیون اور چیز ہیں اور صفات اور چیز۔اور شیون خارج میں عین ذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں اور صفات خارج میں ذات پر زائد ہیں۔

جو لوگ اس فرق پر مطلع نہیں ہو سکے وہ یہ خیال کر بیٹھے کہ شیون ہی صفات ہوتی ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ بھی کر دیا کہ جس طرح شیون خارج میں عین ذات ہوتی ہیں اسی طرح صفات بھی ذات کے ساتھ اس کا عین ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان پر صفات کا انکار لازم آ گیا اور جس مسئلہ پر اہل حق کا اجماع تھا کہ صفات کا وجود خارج میں ذات پر زائد ہوتا ہے اس کا انکار بھی لازم آ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی حق بات کو ثابت کرتا ہے اور وہی صحیح راستہ کی رہنمائی فرماتا ہے۔

(21) معرفت

ذات وصفات حق میں مماثلت کی نفی! لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ وَّهُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡر

(اس کی طرح کی سی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) حق سبحانہ وتعالیٰ نے بلیغ ترین انداز پر اپنی ذات سے مماثلت کی نفی فرمادی ہے کیونکہ اس آیت میں اپنے مثل مثل (یعنی مثل جیسی چیز) کی نفی فرمائی گئی ہے حالانکہ مقصود اپنے مثل کی نفی کرنا تھا ۔مطلب یہ ہے کہ جب اس کے مثل کا بھی مثل نہیں ہوسکتا تو اسکا مثل تو بطریق اولی نہیں ہوگا ۔لہذا کنایہ کے طور اصل مثل کی نفی ہوگئی۔ کیونکہ یہ (کنایہ) صریح کے مقابلے میں بلیغ ترین ہے۔ جیسا کہ علمائے بیان نے اس کو ثابت کیا ہے۔ اور اس کے متصل ہی وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ فرمایا ہے جس سے مقصود صفاتی مماثلت کی بھی نفی کر دیتا ہے جیسا کہ پہلے حصے (لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ) سے مماثلت کی ذاتی نفی کی گئی ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ ہی سمیع اور بصیر ہے۔ کسی دوسرے کو سمع اور بصر حاصل نہیں ہے یہی حال باقی صفات یعنی حیات, علم, قدرت, ارادہ اور کلام وغیرہ کا ہے۔ پس مخلوقات میں صفات کی صورت پائی جاتی ہے, ان کی حقیقت نہیں پائی جاتی کیونکہ مثال کے طور پر ایک علم ایک صفت ہے جس کی وجہ سے (اشیاء کا) انکشاف حاصل ہو جاتا ہے۔ اور قدرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی ایک صفت ہے کہ اس صفت کی وجہ سے افعال اور آثار صادر ہوتے ہیں۔ اور مخلوقات میں یہ صفت نہیں پائی جاتی بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے کمال قدرت سے ان مخلوقات میں انکشاف کو پیدا کر دیتا ہے بغیر اس کے انکشاف کا اصل سرچشمہ جو صفت علم ہے خود اس کے اندر موجود ہے اور اسی طرح وہی افعال کو بھی ان کے اندر پیدا کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ قدرت خود ان کے اندر ثابت ہو۔ سننے اور دیکھنے کو بھی اسی پر قیاس کر لیجیے۔ یعنی خدا ہی مخلوق کے اندر سننے اور دیکھنے کو پیدا کرتا ہے بغیر اس کے کہ خود ان کے اندر سننے اور دیکھنے کی قوتیں موجود ہوں ۔ اور اسی طرح حس اور حرکت ارادی وغیرہ کی قسم کے آثار حیات بھی ان میں ظاہر ہو جاتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ خود حیات رکھتے ہوں۔ وہی مخلوقات میں کلام پیدا کرتا ہے اور بغیر اس کے کہ قوتِ تکلم پیدا کرے مختصر یہ ہے کہ صفات کے آثار جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے پیدا کرنے کی وجہ سے ان میں ظاہر ہو گئے ہیں محض ان آثار کے پائے جانے کی وجہ سے ان پر صفات کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان صفات کی حقیقت ان کے اندر متحقق ہو ورنہ وہ تو چند بے حس و حرکت جمادات کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہیں۔ آیت مبارکہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُم مَّیِّتُوْنَ (بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور وہ بھی مر جائیں گے) ۔۔۔۔۔۔۔۔ اسی بات کی تصدیق کرتی ہے۔

ایک مثال! یہ بحث ایک مثال سے بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی شعبدہ باز لکڑی یا کاغذ کی کوئی تصویر (مورتی) بناتا ہے خود پس پردہ بیٹھ کر اس تصویر کو حرکت دیتا ہے اور عجیب وغریب حرکات اس سے ظاہر کرتا ہے۔ سادہ لوح لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ تصویر اپنی قدرت اور اختیار سے حرکت کر رہی ہے۔ چنانچہ بظاہر حرکات کا اس سے صادر ہونا۔ اس بات کا وہم پیدا کر دیتا ہے کہ خود اس میں قدرت بھی موجود ہے اور ارادہ بھی ۔ حالانکہ درحقیقت وہاں نہ قدرت ہوتی ہے اور نہ ارادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی وہم ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی بھی رکھتی ہے کیونکہ اس میں زندگی کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ نیز یہ وہم بھی ہو جاتا ہے کہ وہ علم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی رکھتی ہے کیونکہ ارادہ تو علم ہی کے تابع ہے اور اگر بالفرض وہ شعبدہ باز اس میں بولنے اور بات کرنے کو بھی ایجاد کر دے تو لوگ کہنے لگیں گے کہ وہ باتیں بھی کرتی ہے اور اس کا وہی حال ہوگا جو سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کا تھا جو بغیر اس کے کہ کلام کرنے کی صفت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اس نے آواز نکالی تھی لیکن ایسے لوگ جن کی چشم بصیرت دوبینی (ایک کو دو دیکھنے) کے پردہ سے چاک ہو چکی ہے دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ تصویر محض ایک بے جان چیز (جماد) ہے ان میں سے کوئی صفت بھی اس میں موجود نہیں ہے اور اس کا ایک بنانے والا ہے جو ان تمام حرکات و آثار کو اس میں ایجاد کر رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ بھی ان افعال و حرکات کو اسی تصویر کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کے بنانے والے کی طرف منسوب نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ تصویر حرکت کر رہی ہے یوں نہیں کہتے کہ بنانے والا حرکت کر رہا ہے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ بنانے والا تو حرکت پیدا کر رہا ہے (مگر حرکت تصویر ہی کر رہی ہے)

اس کے بعد یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی کہ (خدائے تعالیٰ ہی) لذت حاصل کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ ہے الم محسوس کرتا ہے (العیاذ باللہ) جیسا کہ بعض صوفیہ نے کہہ دیا ہے اور انہوں نے لذت اور الم کو بھی حق سبحانہ کی طرف ہی منسوب کر دیا ہے۔ حاشا وکلا (یعنی ایسا ہرگز بھی نہیں ہے) حق تعالیٰ تو لذت والم کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ خود لذت حاصل کرنے والا اور الم محسوس کرنے والا نہیں ہے۔ لہذا (ظاہر ہے کہ) جب صفات کی حقیقت مخلوقات سے منتفی ہوگئی تو ذلت کی حقیقت بھی ان سے منتفی ہوگئی۔ کیونکہ ذات تو اس کو کہتے ہیں جو خود اپنے نفس کے ساتھ قائم ہو اور صفات اس کو کہتے ہیں کہ ذات کے ساتھ قائم ہوں ذات ہی ان صفات کے آثار کا سرچشمہ ہوا کرتی ہے۔ اور مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ صفات اور ذات کے واسطہ کے بغیر ان صفات کے آثار کا خالق۔۔۔۔۔۔۔۔ حق تعالیٰ شانہ ہی ہے لہذا ذات کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ ان آثار کی ایجاد اور تخلیق کا محل ہوتی ہے اور بس اس بنا پر ذات کی حقیقت بھی ان سے منتفی ہوگئی۔ اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ (الحدیث) یقیناً خدائے تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے) سے اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مضمون کی طرف اشارہ ہے یعنی خدائے تعالیٰ نے آدم کو اپنی ذات وصفات کی صورت پر پیدا فرمایا ہے لہذا ثابت ہو گیا ہے کہ نہ خدائے تعالیٰ کی ذات کا کوئی مثل ہے اور نہ اس کی صفات کا۔ اس لئے حق تعالیٰ کا ارشاد وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ تنزیہ کا پورا کرنے والا اور نفی مماثلت کی تکمیل کرنے والا ہے یہ بات نہیں ہے کہ تنزیہ کے منافی ہو اور تشبیہ کو ثابت کرنے والا ہو یعنی آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو سمع اور بصر (سننے اور دیکھنے کی قوتیں) مخلوقات کے لئے ثابت ہیں اسی طرح خدائے تعالیٰ کی سمع اور بصر ہوں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ مخلوقات کو نہ سمع کی قوت حاصل ہے نہ بصر کی بلکہ ان کا سننا اور دیکھنا محض اس وجہ سے ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ ان کو مخلوقات کی صفتِ سمع اور بصر کے کسی واسطہ کے بغیر مخلوقات میں خود ہی پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف سمع اور بصر ہی کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ تمام صفات کی صورت یہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کی نفی کر دینے سے جب کہ یہ دونوں صفتیں بہت ہی ظاہر ہیں اور مخلوقات میں ان کا ثبوت واضح طور پر نظر آتا ہے باقی صفات کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ نہ خدا کی ذات کو پہچانا جا سکتا ہے نہ اس کی صفات کو آدمی جس طرح حق تعالیٰ کی ذات کی معرفت میں عاجز ہے اسی طرح اس کی صفات کی معرفت میں بھی عاجز ہے خاک کو رب الارباب سے کیا نسبت (چہ نسبت خاک را با عالم پاک)

(22) معرفت

ولایت خاصہ محمدیہ! جاننا چاہیے کہ خاص ولایت محمدیہ (آپ ﷺ پر درود وسلام ہوں) مجذوبوں سالکوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کو "مرادین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور مریدین کو ان کی ذاتی استعدادوں کے مطابق ولایت میں کوئی حصہ نہیں ملتا مریدین سے ہماری مراد وہ حضرات ہیں جن کا سلوک ان کے جذب پر مقدم ہو بجز اس کے کہ مراد محبوب کسی مرید محب کی خصوصی تربیت فرمائے اور اس میں تصرف سے کام لے اور اسے اپنے کمال تصرف سے ایسا جذب عطا کر دے جو خود اس مراد کے جذب کے مثل ہو جیسا کہ امیر المومنین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا معاملہ تھا کیونکہ بے شک وہ بھی سالک مجذوب تھے لیکن وہ آنحضرت ﷺ کی تربیت اور ان میں آپ ﷺ کے کمال تصرف کی وجہ سے نیز اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے ان کو جذب فرمالیا تھا۔ ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچ گئے تھے برخلاف باقی خلفائے ثلاثہ کے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہلے ہوئے ہیں کیونکہ ان کا جذب ان کے سلوک پر مقدم ہے بعینہ اسی طرح جیسا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کا حال ہے کیونکہ آپ کا جذب بھی سلوک سے مقدم ہے (ﷺ) اور اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ ہر مجذوب سالک اس ولایت خاصہ تک پہنچ سکتا ہے ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ اگر ان ہزار ہا مجذوب سالکین میں سے ایک آدمی بھی کئی صدیوں کے بعد ایسا ہو جائے تو اسے غنیمت سمجھنا چاہیے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا فضل وانعام ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے ہی فضل والا ہے اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ اور آپ کی آل پر رحمتیں اور سلامتیاں نازل فرمائے۔

(23) معرفت

سالک مجذوب اور مجذوب سالک کے مراتب میں فرق! سالک مجذوب کو معرفت میں مجذوب سالک پر فضیلت ہوتی ہے۔ اور محبت کاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ مجذوب سالک کی تربیت اس کے ابتدائی حالت سے آخر تک اپنی خصوصی محبت سے فرماتا ہے اور اس کی اپنی عنایت کاملہ سے اپنی بارگاہ کی طرف جذب فرمالیتا ہے۔

یہاں معرفت سے ہماری مراد وہ معرفت ہے جس کا تعلق تجلیات افعالیہ یعنی اشیاء کونیہ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ سے ہے لیکن وہ معرفت جس کا تعلق حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سے ہے جس کو جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس طرح وہ معرفعت جس کا تعلق صفات سلبیہ تنزیہ سے ہے جو کہ محض حیرت پر مشتمل ہوتی ہے اسی طرح وہ معرفت جس کا تعلق صفات ذاتیہ موجودہ سے ہے اور وہ معرفت جس کا تعلق شئون ذاتیہ اعتباریہ سے ہے تو مجذوب سالک ان چاروں معرفتوں کا زیادہ مستحق ہوتا ہے اور وہ ان کی تفصیلات کے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رہ گئیں وہ معرفتیں جن کا تعلق مقامات عشرہ یعنی زہد، توکل، صبر اور رضا وغیرہ سے ہوتا ہے تو سالک مجذوب ہی ان معرفتوں اور ان کی تفصیلات کے قابل ہوا کرتا ہے کیونکہ وہ تفصیل کے ساتھ ان مقامات کو طے کرتا ہے اور درجہ بدرجہ پر سے گذرتا ہے وہ ہر مقام کی باریکیوں کو تفصیلی طور پر پہچانتا ہے جنہیں مجذوب سالک نہیں پہچانتا کیونکہ اس کے حق میں یہ تمام مقامات سمیٹ دیئے جاتے ہیں اور ہر مقام کا جوہر اور خلاصہ اسے حاصل ہو جاتا ہے جو سالک مجذوب کو حاصل نہیں ہوتا لہذا سالک مجذوب ان مقامات میں ظاہر اور صورت کے اعتبار سے زیادہ کامل ہوتا ہے اور مجذوب سالک ان مقامات میں جوہر اور خلاصہ کے اعتبار سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔

اس لئے عوام نے جو صرف صورتوں کی طرف دیکھتے ہیں یہ سمجھ لیا ہے کہ مقام زہد، توکل، صبر اور رضا وغیرہ اول (یعنی سالک مجذوب) بہ نسبت دوسرے (یعنی مجذوب سالک) کے زیادہ کامل ہوتا ہے وہ یہ بات نہیں جانتے کہ دوسرے گروہ یعنی مجذوب سالک میں رغبت کا پایا جانا اس کے کمال زہد کے منافی نہیں ہوتا۔ اسی طرح اسباب کے ساتھ تعلق کمال توکل کے منافی نہیں ہوتا۔ اور اس میں ناپسندیدگی کا پایا جانا رضا کے منافی نہیں ہوتا کیونکہ اُنکی یہ رغبت بھی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہوتی ہے اس کا اسباب کے ساتھ تعلق بھی اللہ سبحانہ کی وجہ سے ہوا ہے اسی طرح اس میں ناپسندیدگی کا پایا جانا بھی اللہ عزوجل ہی کی وجہ سے ـــــ ہوتا ہے۔ باوجودیکہ اس میں یہ تمام اوصاف خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے ہی ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کی طرف رغبت کرتا ہے تو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وجہ سے کرتا ہے کسی غیر کی وجہ سے نہیں کرتا۔ اگر اس کی رغبت اپنے نفس کے لئے ہو تو چونکہ اس کا نفس بھی اس کے پروردگار کا فرماں بردار ہو چکا ہے لہذا یہ رغبت بھی درحقیقت اپنے پروردگار عزوجل ہی کے لئے ہوگی۔

(24) معرفت

صورت ایمان اور حقیقت ایمان! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ذکر سے مقصود باطل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معبودوں کی نفی کرنا ہے خواہ وہ آفاقی ہوں اور خواہ انفسی۔ آفاقی معبودوں سے مراد کافروں اور فاجروں کے باطل معبود ہیں مثلاً۔ لات اوعزی اور معبودان انفسی سے مراد نفسانی خواہشات ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَفَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ (تو کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جنہوں نے اپنے خواہشات ہی کو اپنا خدا بنالیا ہے) ایمان یعنی تصدیق قلبی جس کا ہمیں ظاہر شریعت کے مکلف بنادیا ہے۔ آفاقی معبودان باطل کی نفی کے لئے کافی ہے لیکن انفسی معبودان باطل کی نفی کے لئے نفس امارہ کا تزکیہ درکار ہے جو اہل اللہ کے راستے پر چلنے (سلوک) کا حاصل ہے ایمان حقیقی ان دونوں قسم کے معبودان باطل کی نفی سے وابستہ ہے لیکن ایمان کے متعلق شریعت کا حکم محض معبودان آفاقی کے ابطال ونفی سے بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ مگر اس قسم کا ایمان ابطال پر ہی منحصر ہے۔۔۔ صورت ایمان کے توزائل ہونے کا احتمال ہے لیکن حقیقت ایمان اس احتمال سے محفوظ ہے کیونکہ صورت ایمان میں اول تو نفس امارہ ہی اپنے انکار اور کفر سے باز نہیں رہتا (صورت ایمان میں) اس سے زیادہ کچھ حاصل نہیں ہوتا کہ نفس امارہ کی مخالفت کے باوجود قلب میں ایک گونہ تصدیق پیدا ہوجاتی ہے لیکن ایمان حقیقی میں خود نفس امارہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے سرکش ہے مطیع وفرمانبردار ہوکر سرکشی سے باز آجاتا ہے اور شرف ایمان سے مشرف ہوجاتا ہے ان تکلیفات شرعیہ سے مقصود بھی نفس کو عاجز کرنا اور اسے خراب کرنا ہے کیونکہ قلب تو بذات خود احکام الٰہی جل شانہ کا مطیع وفرمانبردار ہی ہوتا ہے اگر قلب میں کسی قسم کی خباثت پیدا ہوتی ہے تو وہ نفس کی ہمسائیگی ہی کہ وجہ سے پیدا ہوتی ہے

تواضع زگردن فرازاں نکوست ۔۔۔ گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

ترجمہ ۔ بہت اچھی ہے عادت سربلندی میں تواضع کی، گدا مجبور ہے عادت سے اگر اس نے تواضع کی

لہذا تزکیہ نفس ضروری ٹھہرایا تا کہ ایمان کی حقیقت حاصل ہوسکے اور وہ زوال سے محفوظ ہوجائے تزکیہ نفس کا تعلق درجہ ولایت سے ہوتا ہے جس سے مراد فنا اور بقا ہے جب تک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کوئی آدمی درجہ ولایت تک نہ پہنچ جائے اطمینان نفس ممکن نہیں ہے اور جب تک نفس اطمینان سے وابستہ نہ ہو جائے حقیقت ایمان کی بو بھی مشام جان (جان کے دماغ) تک نہیں پہنچ سکتی اور وہ زوال کے اندیشہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (یادرکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن — صد ہزاراں جاں بباید باختن

ترجمہ — اس جہاں کے عیش و عشرت کیلئے — چاہئیں تحفے ہزاروں جان کے

(25) معرفت

طریقت اور حقیقت سے شریعت کا تعلق! شریعت اور طریقت حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے یہ نہیں کہ حقیقت شریعت سے الگ کوئی چیز ہے طریقت سے مراد حقیقت شریعت تک پہنچنے کا طریقہ شریعت اور حقیقت الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ شریعت کی حقیقت صحیح طور پر حاصل ہونے سے پہلے صرف شریعت کی صورت کا حصول ہوتا ہے اور شریعت کی حقیقت کا حصول اطمینان نفس کے مقام میں ہوتا ہے جب آدمی کو درجہ ولایت تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ درجہ ولایت میں رسائی اور اطمینان نفس حاصل ہونے سے پہلے شریعت کی صورت ہوتی ہے جیسا کہ ایمان کے سلسلے میں بیان ہوا ہے کہ اطمیان نفس سے پہلے ایمان کی صورت ہوتی ہے اور اطمینان کے بعد ایمان کی حقیقت حاصل ہو جاتی ہے۔

(26) معرفت

مراتب فنا! فنا سے مراد حق تعالیٰ جل ذکرہ کی ہستی کے شہود کے غلبہ کی وجہ سے ماسوائے حق سبحانہ کو بھول جانا اس کی وضاحت یہ ہے کہ روح انسانی مع سر خفی اور اخفی کے ------ بدن کے ساتھ تعلق پیدا ہونے سے اپنے صانع حقیقی جل سلطانہ کا یک گونہ علم رکھتی ہے اور بارگاہ قدس کے ساتھ ایک طرح کا تعلق پیدا ہونے سے اپنے صانع حقیقی سلطانہ کا ایک گونہ علم رکھتی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے اور بارگاہ قدس کے ساتھ اسے ایک طرح کی توجہ حاصل ہوتی ہے اور چونکہ اس کی فطرت میں ترقیات کی استعداد رکھدی گئی ہے اوران استعدادوں کا ظہور بدن عنصری کے ساتھ تعلق ہونے پر منحصر تھا اس لئے لامحالہ اولا اسے تعشق فریفتگی اور محبت کی صفت عطا فرمائی گئی پھر اس کے بعد کے درجہ میں اس کی توجہ کو اس مادی جسم کی طرف پھیر دیا گیا اوران دونوں (روح اور جسم) میں محبت کا ارتباط اور تعلق بدرجہ کمال پیدا کر دیا گیا چنانچہ روح نے اس تعلق کی بنا پر اپنے کمال لطافت کے باجود اپنے آپ کو محبوب ظلمانی (جسم) میں گم کر دیا اور اپنے وجود کو مع اس کے توابع (سر و خفی اور اخفی) کے اس ظلمانی محبوب یعنی جسم میں فنا کر دیا یہی وجہ ہے کہ بہت سے عقلمند لوگ اپنے آپ کو جسم کے علاوہ کچھ اور نہیں سمجھتے اور جسم کے علاوہ کسی اور بات کا اثبات نہیں کرتے۔

فنائے جسمی! اور حضرت حق سبحانہ نے جو ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحمت کرنے والا) ہے اپنے کمال رحمت سے انبیاء علیہم السلام کی زبانی جو کہ تمام جہانوں کی رحمت میں صلوات اللہ تعالیٰ علیھم وتسلیماتہ علی جمیعھم عموما وعلی افضلھم وخاتمھم خصوصا (اب سب پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں اور خصوصیت کے ساتھ ان میں سے افضل ترین اوران کے خاتم پر) لوگوں کو اپنی بارگاہ قدس کی طرف بلایا اوراس تعلق ظلمانی سے منع فرمایا اللہ تعالیٰ سبحانہ کا ارشاد ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرهُم (اے پیغمبر! کہہ دیجیے کہ (موسیٰ علیہ السلام پر کتاب) اللہ ہی نے اتاری تھی پھر آپ ان کو چھوڑ دیجیے) جس کسی کو سعادت ازلی حاصل ہوگئی اس نے الٹے پیروں واپس ہو کر علم سفلی کی محبت کو الوداع کہا اور عالم بالا کی طرف متوجہ ہو گیا اور آہستہ آہستہ پرانی محبت نے غلبہ کیا اور نئی پیدا شدہ دوستی نے زوال کی راہ اختیار کی یہاں تک کہ اس محبوب ظلمانی (یعنی جسد عنصری) کے ساتھ مکمل نسیان میسر آ گیا اور اس محبت کا کوئی اثر باقی نہ رہا اس وقت فنائے جسدی حاصل ہوگئی اور دو قدم جس کا اس راہ (طریقت) میں اعتبار کیا گیا جیسا کہ کہا ہے خُطوَتَانِ وَقد وَصَلتَ (دو قدم ہی تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں اور بس تم پہنچ گئے) ان دوقدموں میں سے اس نے ایک قدم کوانجام تک پہنچادیا۔

فنائے روحی! اس کے بعد اگر محض فضل ایزدی جل سلطانہ کی بنا پر اس مقام سے ترقی حاصل ہو جائے تو آدمی خود روح کے وجود اور اس کے وجود کے توابع کو بھی بھولنا شروع کر دیتا ہے اور آناًفاناً یہ بھول بھی بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ آدمی اپنے آپ کو بالکلیہ بھلا دیتا ہے اور بجز بارگاہ واجب الوجود جل سلطانہ کے شہود کے اور کچھ باقی نہیں رہتا اس نسیان کو فنائے روحی سے تعبیر کرتے ہیں جو ان دوقدموں میں سے دوسرا قدم ہے اور روح کے عالمِ سفلی کی طرف نیچے اترنے کا مقصود فنا کی اسی دوسری قسم کا حاصل کرنا تھا اس کے بغیر یہ دولت میسر نہیں آسکتی تھی۔

ایک دقیق راز! اور اس میں جو دقیق راز ہے وہ باکمال اہل اللہ پر مخفی نہیں ہے اور وہ راز یہ ہے کہ روح کے واسطے اپنے آپ کو بھول جانے کیلئے کسی غیر کے ساتھ شدید محبت اور کمال مودت حاصل ہونا ضروری ہے اور محبت کا غلبہ جیسا کہ حاضر کے حق میں ہوتا ہے اس کے مثل غائب کے حق میں نہیں ہوا کرتا لہذا اولاً تو روح نے حاضر میں کمال محبت کو حاصل کیا جو خود روح کو فنا کر دینے والا تھا پھر دوسرے درجہ میں اپنے آپ کو فنا کرنے کیلئے غیبت میں اسی محبت کا کام لیا۔ یہ وہ دقیق راز ہے جسے اکابرین عارفین کے علاوہ دوسرے لوگ نہیں جانتے۔

فنائے قلبی! رہ گیا قلب جسے حقیقت جامعہ سے تعبیر کیا جاتا تو وہ اسوقت روح ہی کے تابع ہوتا ہے لہذا جب وہ ترقی کر کے اپنے مقام سے روح کے مقام میں پہنچ گیا تو اسے بھی روح کی متابعت میں یہی نسیان حاصل ہو گیا۔ اور اس کے فنا کے ساتھ خود بھی فنا ہو گیا۔

فنائے نفس! رہ گیا نفس تو اس کا تزکیہ مقامِ قلب میں پہنچ جانے کے بعد ہوتا ہے اور یہ اس کے بعد پیش آتا ہے جب قلب ترقی کر کے خود مقام روح میں پہنچ جاتا ہے صاحب عوارف جو شیخ الشیوخ ہیں نسیان مذکورہ کو مادہ نفس میں ثابت نہیں کرتے وہ نفس کی کمال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پاکیزگی اسی میں بتاتے ہیں کہ نفس مقامِ قلب میں رسائی حاصل کر لے لیکن یہ حقیر کہتا ہے کہ نسیان مذکور مادہ نفس میں بھی حاصل ہوتا ہے لیکن نفس کی ترقی کر کے مقامِ قلب سے مقامِ روح میں پہنچ جانے کے بعد ہوتا ہے لہذا نفس کے لئے بھی فنا متحقق ہوتی ہے جیسی کی قلب کو ہوتی ہے یہ نفس ہی تو ہے جو حصولِ اطمینان کے بعد اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتا ہے اور مقام قلب سے مقلب قلب (دل کو پھیرنے والی یعنی خدا تعالیٰ) کے ساتھ تعلق استوار کر کے راضی و مرضی (پسندیدہ) بن جاتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسی شان میں فرمایا ہے۔ یَااَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلَی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ (اے نفس مطمئنہ (اب تو) اپنے رب کی طرف راضی اور پسندیدہ بن کر واپس آ جا) البتہ جب تک وہ مقام قلب میں رہتا ہے جس کی شیخ الشیوخ نے خبر دی ہے اور جس کا نام انہوں نے مقامِ مطمئنہ رکھا ہے اس وقت تک نسیان مذکورہ اس کے حق میں مفقود ہوتا ہے۔ بلکہ اس مقام میں تو اسے اطمینان کا نام بھی زیب نہیں دیتا۔ وہ تزکیہ یافتہ تو ہو گیا ہے لیکن ابھی تک اطمینان کے ساتھ اسے وابستگی حاصل نہیں ہوئی۔ مقام قلب تغیر و تبدل کا مقام ہے اطمینان اس کی ضد ہے لہذا اس مقام سے نکل جانا اطمینان کی شرط ہے ہر آدمی کی فہم اس مقام تک نہیں پہنچی۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤتِیهِ مَن یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیمِ۔ (تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے ہی فضل والا ہے۔)

معاملہ قلب! رہ گیا وہ معاملہ جو قالب (جسم) کے ساتھ ہے تو سوائے ان اعمال جوارح (اعضائے بدن کے اعمال) کے جن کو شریعت مصطفویہ علیہ وعلی آلہ الصلواۃ والسلام نے بیان فرمادیا ہے۔ سب کچھ ولایت معلومہ کے دائرہ خارج اور جذب و سلوک کے دونوں طریقوں سے باہر کی بات ہے۔ کیونکہ اس کا معاملہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے علاوہ ہے اکابر اولیاء اللہ میں سے قلیل ترین حضرات کے سوا کسی کو اس مقام کے علوم و معارف کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ چونکہ کسی نے بھی اس سلسلہ میں تفصیل سے بات نہیں فرمائی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور کلام ربانی (قرآن پاک) اور احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اگرچہ ذکر آیا ہے لیکن محض اشارات و رموز میں آیا ہے لہذا یہ ضعیف بھی اس مبحث کے متعلق کوئی بات نہیں کرتا۔ اور ولایت معرفہ کے مرتبہ میں جو فنا کے مراتب ہوتے ہیں انہی کے بیان پر اکتفا کرتا ہے اگر اس کے بعد کبھی سامعین میں اس بات کو سمجھنے کی استعداد معلوم ہوئی تو اپنی معلومات اور سامعین کی فہم کے اندازہ کے مطابق اس سلسلہ میں لب کشائی کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور حق سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا اور درست بات دل میں ڈالنے والا ہے۔

تنبیہ! جاننا چاہیے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جسے فنائے روحی میسر ہو جائے اسے فنائے قلبی بھی نصیب ہو جاتی ہے اتنی بات ضرور ہے کہ قلب کو روح کی طرف جو اس کیلئے بمنزلہ باپ کے ہے ایک طرح کا میلان پیدا ہو جاتا ہے اور نفس سے جو قلب کے بمنزلہ ماں کے ہے روگردانی اور اعراض حاصل ہو جاتا ہے اگر اس کا میلان غلبہ کرے اور اسے پوری طرح سے باپ کی جانب کھینچ لے اور اس (روح) کے مقام میں اسے پہنچا دے تو اس وقت وہ باپ کی صفت یعنی فنا کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے نفس کا حال بھی اسی طرح کا ہے کہ فنائے روحی اور فنائے قلبی سے اس کی فنا لازم نہیں آتی مختصر یہ ہے کہ نفس کو اپنے لڑکے یعنی قلب کی طرف ایک قسم کا میلان اور کشش پیدا ہو جاتی ہے اگر یہ میلان غالب آ جائے تو اسے لڑکے کے مرتبہ میں جو خود صالح باپ کے مقام میں پہنچ چکا ہے پہنچا دے تو وہ لامحالہ لڑکے کی صفت کے ساتھ جو اپنے باپ کے خلق کے ساتھ متخلق (آراستہ) ہو چکا ہے متصف ہو جاتا ہے اور فنا کو حاصل کر لیتا ہے۔

فنائے سر وخفی واخفیٰ! نیز وہ تینوں مراتب جو روح سے اوپر ہیں ان کا بھی یہی حال ہے کہ روح کے فنا ہو جانے سے ان کی فنا لازم نہیں آتی۔ البتہ اگر روح کے ہبوط (نیچے اترنے) کے وقت ان تینوں مرتبوں نے بھی کلی طور پر یا جزوی طور پر روح کی موافقت میں اسی وقت ہبوط کیا ہو (نیچے اتر آئے ہوں) اور روح کی محبت کا غلبہ ان میں سرایت کر گیا ہو اپنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذاتوں کے نسیان کے مرتبہ تک انہیں پہنچا دیا ہوتو ہو سکتا ہے کہ واپس لوٹتے وقت ان تینوں کو بھی کلی طور پر یا جزوی طور پر حاصل ہو جائے اور روح کی طرح وہ سب بھی فانی ہو جائیں۔

علامت فنا قلب! واضح رہے کہ خطرات کا قلب سے بالکلیہ اٹھ جانا، اس کے ماسوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کو بھول جانے کی علامت ہے کیونکہ خود خطرہ قلبی سے مراد دل میں کسی چیز کا حاصل ہونا اور اس چیز کا خیال دل میں گذرنا ہے خواہ ابتداء یعنی خود بخود وہ خیال آیا ہو یا یا دکرنے سے آیا ہو اور یہ کسی چیز کا خیال دل میں آنا اور اس کے خیال کا دل میں گذرنا ہی علم ہے۔ کسی چیز کے خیال کا دل میں آنا جب بالکل منتفی (مٹ) ہو جائے یعنی اس حد تک کہ اگر اسے بہ تکلیف بھی لانا چاہیں تو نہ آئے اور اگر اسے یاد کرائیں تب بھی یاد نہ آئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ علم بالکلیہ زائل ہو گیا یہ زوال علم وہی نسیان ہے جو فنا میں معتبر ہے۔

یہ ہے وہ مقامِ فنا کی وضاحت کا آخری بیان۔ مشائخ میں سے کسی نے بھی اس تفصیل کے ساتھ اس مقام میں گفتگو نہیں فرمائی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا ہر چیز کو بھول جانے سے زیادہ فنا کے کوئی اور معنی نہیں بتائے اب بھی اس موضوع پر مزید گفتگو کی بڑی گنجائش ہے اگر توفیق خداوندی جل سلطانہ مدد فرمائے تو یہ فقیر اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ گفتگو کرے گا کیونکہ یہ مقام طالبین کے غلطی میں مبتلا ہونے کا مقام ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

(27) معرفت

واجب تعالیٰ کے ساتھ روح کا اشتباہ! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک کی نظر عالم ارواح پر پڑتی ہے اور اس وجہ سے کہ عالم ارواح کو مرتبہ وجوب کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اگر چہ یہ مناسبت محض صورت کے اعتبار سے ہی ہوتی ہے تو سالک اس عالم ہی کو حق سمجھتا ہے اور اس عالم کے مشاہدہ کو حق جل سلطانہ تصور کر لیتا ہے اور اس سے محظوظ اور لذت اندوز ہونے لگتا ہے اور چونکہ عالم ارواح کو عالم اجساد کے ساتھ بھی ایک طرح کا تعلق حاصل ہوتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے لہٰذا اس عالم کے شہود کو اس عالم میں کثرت کے اندر وحدت شہود سمجھ لیتا ہے اور احاطہ ذاتیہ اور معیت ذاتیہ کا حکم لگانے لگتا ہے اور ان تخیلات کی وجہ سے ترقی اور مطلوب حقیقی تک پہنچنے کی راہ سالک پر بند ہو جاتی ہے اگر اس مرتبہ سے اسے آگے نہ بڑھائیں اور باطل سے حق تک نہ پہنچائیں تو افسوس صد افسوس ہے بعض مشائخ اس مقام میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے رہے ہیں اور جب (توفیق حق نے) انہیں اس مقام سے گذار دیا تو اس کی برائی کا انہیں علم نہ ہوا اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں اس کی رہنمائی فرمائی اگر خدائے تعالیٰ نے ہماری رہنمائی نہ فرمائی ہوتی تو ہم راہ نہیں پا سکتے یقیناً ہمارے پروردگار کے تمام رسول حق لیکر ہی آئے ہیں۔

(28) معرفت

وجود صفات سے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ! بعض مشائخ نے جو واجب تعالیٰ جل شانہ کی صفات کے (الگ) وجود سے انکار کر دیا ہے اور انہوں نے صفات کو خارج میں عین ذات کہہ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات تخلیاتِ صفاتیہ کے مرتبہ میں ہیں۔ صفات ان کے لئے ذات جل شانہ کے مشاہدہ کے آئینے بن گئی ہیں اور آئینہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ (خود) دیکھنے والے کی نظر سے مخفی ہو جاتا ہے۔ (اور وہی چیز نظر آتی ہے جو آئینے کے بالمقابل ہوتی ہے) لہٰذا صفات لامحالہ بن جانے کے حکم کی وجہ سے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی ہیں اور چونکہ صفات انہیں نظر نہیں آئیں اس لئے وہ فیصلہ دے دیتے ہیں کہ وہ خارج میں عین ذات اور علم کے مرتبہ ہیں جو انہوں نے ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ صفات کی مغائرت (غیر ہونا) ثابت کی ہے تو وہ محض اس بنا پر ہے کہ تا کہ بالکلیہ صفات کی نفی لازم نہ آئے۔

اور اگر یہ بعض حضرات اس مقام سے اوراوپر پہنچ جاتے اور ان کا شہود صفات کے ان آئینوں سے باہر نکل جاتا ہے تو وہ حقیقت حال کو جو کچھ کہ ہے جان لیتے ہیں سمجھ جاتے کہ

https://ataunnabi.blogspot.com/

علمائے سنت کا یہ فیصلہ صحیح اور واقعہ کے مطابق اور فانوس نبوت علی صاحبها الصلوۃ والسلام والتحیہ سے ماخوذ ہے کہ صفات (الگ) موجود ہیں اور وہ ذات پر زائد ہیں۔

(29) معرفت

کفر شریعت اور کفر حقیقت! کارکنان (قضا وقدر) جس کسی کو محض اپنے فضل سے ترقیات کی دولت سے مشرف فرمانا چاہتے ہیں۔ ہر مقام میں اسے فنا اور بقا عطا فرما دیتے ہیں جب تک اس کو نزول کے مقام میں کچھ فنا اور بقا میسر نہ آ جائے اس مقام سے اوپر کی طرف عروج کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا یہی اللہ کا طریقہ ہے جو اس سے پہلے بھی گذر رہا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کے طریقے میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز نہیں پاؤ گے۔ ایک عزیز فرماتے ہیں

بلفر وباسلام یکساں نگر		کہ ہریک زدیوانِ او دفترے ست
کفر اور اسلام کو یوں جانئے	(ترجمہ)	ہیں دو دفتر اس کے ہی دیوان کے

کفر اور اسلام کو ایک ہی نظر سے دیکھنا غلبہ توحید اور افراط سکر کے وقت میں ہوا کرتا ہے جو جمع محض کے مقام میں حاصل ہوتا ہے اور یہ فنا اور ہلاک ہو جانے کا مقام ہے اور یہ دیکھنا سالک کے اپنے اختیار سے نہیں ہوتا لہذا وہ قطعاً معذور ہوتا ہے جس سالک کو اس مقام سے گذرنا نصیب نہ ہوا اور وہ فرق بعد الجمع کے مقام تک رسائی حاصل نہ کر سکے حقیقی اسلام کی بو اس کے مشام جان تک بھی نہیں پہنچ سکے گی اور وہ تا ابد کفر حقیقی میں گرفتار رہے گا اور حق سبحانہ کی رضامندی کو اس کی ناراضگی سے جدا نہیں کر سکے گا۔

ہرکس کہ کشتہ گشت ازاں خال ہندوش		گرچہ شہید رفت مسلمان نمی رود
اس کے سیاہ تل پہ جو قربان ہوگیا	ترجمہ	ہوکر شہید بھی وہ مسلمان نہیں رہا

خالِ ہندوی (سیاہ تل) تاریکی اور پوشیدگی کی خبر دیتا ہے جو کہ مقامِ کفر ہی کے مناسب ہے مسلمانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا اور جس طرح مرتبہ شریعت میں اسلام اور کفر کے درمیان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امتیاز نہ کرنا کفر شریعت ہے اسی طرح حقیقت کے مرتبہ میں ان دونوں کے درمیان امتیاز نہ کرنا کفر حقیقت ہے نیز غلبہ حال کے ظہور سے پہلے اسلام اور کفر کے درمیان امتیاز نہ کرنا جس طرح اہل شریعت کے نزدیک کفر ہے اہل حقیقت کے درمیان بھی کفر اور قابل مذمت ہے اہل شریعت اور اہل حقیقت کے درمیان اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ غلبہ حال کی صورت میں ہے جیسا کہ منصور حلاج کا معاملہ ہوا جو کہ مغلوب الحال تھا۔ اہل شریعت نے اس کے کفر کا حکم دیا ہے اہل حقیقت نے نہیں تاہم اہل حقیقت کے نزدیک بھی کوتاہی اس کے دامنگیر ہے وہ اسے کاملین میں سے شمار نہیں کرتے حقیقی مسلمانوں میں سے نہیں سمجھتے منصور کا یہ شعر اسی مضمون کا شاہد ہے۔

كَفَرتُ بِدِينِ اللهِ وَالكُفرُ وَاجِب		لَدَىَّ وَعِندالمُسلِمِينَ قَبِيحٌ
ہوا کافر میں دین حق سے مجھ پر کفر واجب ہے	(ترجمہ)	اگر چہ سب مسلمانوں کے ہاں یہ کفر بدتر ہے

تنبیہ! لہذا غلبہ حال کے ظہور سے پہلے اصحاب احوال کی پیروی کرنا اور فرق نہ کرنا بدتمیزی ہے الحاد و زندقہ ہے اور کفر شریعت وحقیقت ہے اللہ سبحانہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ایسی تقلیدات سے محفوظ رکھے تقلید کے شایان شان تو علوم شرعیہ ہی ہیں نجات ابدی حنفی اور شافعی رحمہما اللہ کی تقلید ہی میں منحصر ہے جنید رحمۃ اللہ علیہ اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و مصلحتوں سے کار آمد ہوتے ہیں ظہور احوال سے پہلے ان اقوال کا سننا طالبین کیلئے ان احوال کی طرف شوق دلانے کا باعث بنتا ہے اور ایک قسم کا وجد پیدا کر دیتا ہے ظہور احوال کے بعد وہ انہی اقوال کو اپنے احوال کی کسوٹی و مصداق بنا لیتے ہیں ان دونوں مصلحتوں کے بغیر ان حضرات کے اقوال کو جاننا اور ان میں غور فکر کرنا ممنوع ہے اس میں نقصان کا احتمال ہے اور جس مقام میں ضرر کا ذرا بھی وہم پایا جاتا ہو عقلمند لوگ اس کی طرف پیش قدمی نہیں کرتے تو جہاں ظن غالب ہو وہاں کیسے ممکن ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(30) معرفت

اسمِ المُضِلّ کی راہ سے کفار کے واصل ہونے کی تحقیق! بعض مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے سکر اور غلبہ حال میں فرمایا ہے کہ کافر بھی مومن کی طرح مقصود حقیقی سے واصل ہو جاتا ہے اگرچہ ان کے اصول کی راہ مختلف اور جدا واقع ہوئی ہے کیونکہ کفار خدا کے نام المضل (راہ سے گمراہ کر دینے والا) کی راہ سے واصل ہوتے ہیں اور اہل اسلام خدا کے نام "الھادی" (رہنمائی دینے والا) کی راہ سے۔ ان حضرات نے اس مقام میں اسی جیسی بہت سے باتیں کہی ہیں کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اس بلند مرتبہ جماعت کے ساتھ تشبہ اختیار کئے ہوئے ہیں اس بارے میں محض تقلید کے طور پر یا توحید صوری کے انوار کے ظہور کے وقت بہت سی باتیں کہہ ڈالی ہیں اور سادہ دل لوگوں کی راہ سے بھٹکا گئے۔

اس بات کی حقیقت ایک دوسرے انداز پر ہے جسے اکابر اہل اللہ پر جو استقامت حال سے مشرف ہیں منکشف فرمایا گیا ہے اس میں سے مختصر کچھ یہاں تقلید کے طور پر یا توحید صوری کے انوار کے ظہور کے وقت بہت سی باتیں کہہ ڈالی ہیں اور سادہ دل لوگوں کو راہ سے بھٹکا گئے ہیں۔

اس بات کی حقیت ایک دوسرے انداز پر ہے جسے اکابر اہل اللہ پر جو استقامت حال سے مشرف ہیں فرمایا گیا ہے اس میں سے مختصراً یہاں کچھ تحریر کر دیا جاتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ! جاننا چاہیے کہ سالک پر اثنائے راہ میں قرب اور معیت حق سبحانہ کو چیزوں کے ساتھ خواہ وہ چیز کوئی سی اور کیسی بھی ہو ظاہر کیا جاتا ہے اور سالک اس وقت ذات حق سبحانہ کو ہر چیز کے ساتھ موجود پاتا ہے اور معیت ذاتیہ، قرب ذاتی احاطہ اور سریان ذاتی کا حکم لگاتا ہے وہ اس قرب و معیت میں ساری چیزوں کو یکساں جانتا ہے وہ چیز خواہ مومن ہو یا کافر یہی قرب اور معیت کا شہود اس جماعت کے لئے سابقہ حکم لگانے کا باعث ہوا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیکن ارباب صحو (ہوش والے) اور اصحاب تمیز جانتے ہیں کہ اس بارگاہ حق جل سلطانہ سے قرب اور معیت فرض کر لینے کے باوجود یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ابھی اس سے قریب ہیں اور اس کے ساتھ ہیں کیونکہ قرب اور فصل تو علم کے اعتبار سے ہوتا ہے اور علم کافر میں مفقود ہے بلکہ عام مومن کے بارے میں بھی لفظ وصل کا اطلاق نہیں کرتے جب تک کہ وہ درجہ ولایت تک نہ پہنچ جائے اور اس کو بقاباللہ کا مقام حاصل نہ ہو جائے اور وہ واصل نہیں ہے اکابر اولیاءاللہ کا یہی مذہب ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

دوست نزدیک تر از من نزدیک تر		وین ست مشکل کہ من از وے دروم
دوست مجھ سے بھی زیادہ ہے مرے نزدیک تر	(ترجمہ)	پر یہ مشکل ہے کہ میں ہی خود ہوں اس سے دور تر

یہ دوری حق تعالیٰ کے قرب کو ذوقی طور پر جاننے کے اعتبار سے ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ گمراہی کا منشاء اور غباوت (کند ذہنی) کا سرچشمہ خود یہی بندہ ہے اور بس۔ بارگاہ حق تعالیٰ وتقدس کی جانب سے تو تمام خیر وہدایت ہی کی فیض رسانی ہو رہی ہے لیکن وہی ہدایت محل خباثت کی وجہ سے گمراہی اور ضلالت کے معنی پیدا کر لیتی ہے اگرچہ یہ معنی بھی حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے ہیں اس کی مثال صالح غذا کی طرح ہے کہ بیماروں میں بوجہ ردی اخلاط اور فاسد مواد کے وہی صالح غذا افساد مزاج کا سبب اور بدن کی خرابی کا باعث بن جاتی ہے لہذا اس بارگاہ جل وعلا پر المضل نام کا اطلاق اس اعتبار سے ہے کہ وہی ان میں گمراہی کو پیدا کرتا ہے مگر یہ گمراہی خود ان ہی کی ذاتوں کا تقاضا ہوتی ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آ گئی ہے اس لئے کہ لوگوں کو خدا کے نام المضل سے بجز اس کے اور کوئی مناسبت نہیں ہے کہ اس نے ان میں گمراہی کو پیدا فرما دیا ہے۔

اس نام کو بھی مذکورہ فعل پیدائش سے قطع نظر کرتے ہوئے حق تعالیٰ سبحانہ کی بارگاہ سے کوئی مناسبت نہیں ہے برخلاف خدائے تعالیٰ کے نام الھادی کے کہ باجود اس سے قطع نظر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے کے وہی اس میں ہدایت کو پیدا کرتا ہے اس نام کو ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ مناسبت ہے کیونکہ ہدایت کا منشا خیر اور کمال ہوتا ہے اور ضلالت (گمراہی) کا منشاء شر اور نقصان ہوا کرتا ہے اور اول یعنی ہدایت حق تعالیٰ کی بارگاہ قدس کے لائق ہے اور دوسری یعنی ضلالت اس کے لائق نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ تو خیر محض ہے نیز ضلالت (گمراہی) کو مضل کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے بجز اس کے کہ وہ حق تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے کیونکہ وہ شرارتِ محض ہے اور اس کے برعکس حق تعالیٰ کی ذات کمال محض ہے۔

اور ہدایت کو ھادی کے ساتھ مخلوق ہونے کی مناسبت کے علاوہ ایک دوسری مناسبت بھی ہے اور وہ ان دونوں میں خیریت (خیر ہونا) اور کمال کا پایا جانا ہے جیسا کہ ابھی ابھی اس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے۔لہذا گمراہ آدمی کیلئے تو مضل تک راہ ہی نہیں ہے اور ہدایت پانے والے آدمی کیلئے الھادی تک راہ ہے کیونکہ اول یعنی ضلالت (گمراہی) میں اس جہت کی مناسبت نہیں پائی جاتی جو ان دونوں کے درمیان مشترک ہو اور دوسری یعنی ہدایت میں جہتِ مشترک کی مناسبت پائی جاتی ہے۔لہذا ہدایت پانے والا آدمی تو ہدایت کے واسطے سے ہادی تک پہنچ جاتا ہے اور گمراہ آدمی ضلالت کے واسطہ مضل تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا جیسا کہ ظاہر ہے۔

مثال! یہ بات ایک مثال سے واضح ہو جاتی ہے صفرا کے مریض کے لئے اس کے فساد مزاج کی وجہ سے شیرینی تلخ ہوتی ہے چنانچہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صفرا کا مریض اس تلخی کے ذریعہ سے شیرینی سے واصل ہوا ہے کیونکہ شیرینی میں تلخی تو بالکل بھی موجود نہیں ہے وہی شیرینی بوجہ اس کے کہ صفرا کے مریض کا مزاج بگڑا ہوا ہے تلخی کے معنی پیدا کر لیتی ہے اور یہ تلخی اگرچہ ایک عارض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے لیکن صفراء کے مریض کے لئے شیرینی تک وصول سے مانع بن گئی ہے لہذا گمراہی درحقیقت گمراہ آدمی کیلئے مضل تک رسائی کی مانع ہے۔رسائی کا باعث نہیں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسری مثال! دوسری مثال یہ ہے کہ آدمی قلبی بیماری اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دشمنی کے غلبہ کی وجہ سے دریائے نیل کے پانی کو خون پاتا تھا کوئی علقمند آدمی نہیں کہتا کہ وہ قبطی خون کے واسطہ سے پانی سے واصل تھا یہ خون اس کے لئے پانی تک واصل ہونے سے مانع بن گیا تھا۔ پانی میں خون ہونے کی بالکل کوئی بات نہیں تھی۔ وہ تو اس قبطی کے مزاج کے فساد کی وجہ سے حادث ہوا تھا اور اس کے لئے پانی تک پہنچنے کا مانع بن گیا اسے خو سمجھ لو۔

لہذا اس جماعت نے حق سبحانہ وتعالیٰ کے قریب ہونے کا تو لحاظ کیا اور بندہ کی جہت کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ بندہ کے قرب کا فیصلہ دے دیا۔ انہوں نے غائب اور حاضر میں کوئی فرق نہیں کیا ہے لیکن ارباب صحو وتمیز (ہوش اور تمیز والے) حضرات فرق کرنے والے لوگ ہیں انہوں نے ایسا فیصلہ دیا ہے جو واقعہ کے مطابق ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم اور وہی حق کو حق ثابت کرتا ہے اور راستہ کی رہنمائی فرماتا ہے۔

تنبیہ! اور وہ جو ہم نے کہا تھا کہ اثنائے راہ میں سالک پر حق سبحانہ وتعالیٰ کا قرب ظاہر ہوتا ہے اور وہ اس لئے کہا تھا کہ منتہی حضرات اشیاء کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ کے قرب کو قریب علمی سمجھتے ہیں اور معیت اور احاطہ اور سریان بھی علمی ہوتا ہے اور وہ مسئلہ میں علمائے اہل حق کے موافق ہیں اور علم سابق سے استغفار کرتے ہیں وہ حق تعالیٰ وتقدس کی ذات کو عالم (کائنات) کے ساتھ کوئی نسبت بھی نہیں دیتے اور ہر وہ نسبت جو واقع ہوتی ہے اسے حق سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کے ساتھ نیچے لے آتے ہیں وہ ذات حق کو بے چون و بے چگون جانتے ہیں کسی نسبت کو ثابت کرنا اس مقصد کے منافی (خلاف) ہے لہذا وہ قرب اور معیت جو ذات کے اعتبار سے ہوا۔ ہے وہ دونوں طرف مسلوب (منفی) سمجھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سیر کی حقیقت اوراس کی اقسام! سیراورسلوک سے مراد وہ حرکت ہے جوعلم میں ہوتی ہے اور مقولہ کیف سے تعلق رکھتی ہے حرکت اَین کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

سیراول! لہذا سیرالی اللہ (خدا کی طرف سیر) سے مراد وہ حرکت علمیہ ہے جوعلم اسفل اعلیٰ تک جاتی ہے اوراس اعلیٰ سے دوسرے اعلیٰ تک یہاں تک کہ سالک آخر تمام علومِ ممکنات کو طے کرلینے اوران کے بالکلیہ زوال پذیر ہوجانے کے بعد علم واجب تک پہنچ جاتا ہے اس حالت کوفنا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سیردوم! اور سیر فی اللہ (اللہ میں سیر) سے مراد وہ حرکت علمیہ ہے جومراتب وجوب میں ہوتی ہے اور جس کا تعلق اسماء وصفات اور شیون واعتبارات اور تقدیسات وتنزیہات سے ہوتا ہے یہاں تک کہ آخر میں وہ اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے جسے کسی عبارت سے تعبیر کرنا اورکسی اشارہ سے اس کی طرف اشارہ کرنا ممکن نہیں ہے نہ کوئی جاننے والا اسے جان سکتا ہے اور نہ کوئی ادراک کرنے والا اس کا ادراک کرسکتا ہے اس سیر کو بقا کے نام سے یاد کرتے ہیں

سیرسوم! اور سیرعن اللہ باللہ (اللہ کی طرف سے اللہ کے ساتھ سیر) جوتیسری سیر ہوتی ہے اس سے مراد وہ حرکت علمیہ ہے جوعلم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف نیچے اترتی ہے اور اسفل سے پھر اسفل کی طرف یہاں تک کہ سالک ممکنات کی طرف واپس لوٹ آتا ہے اور مراتب وجوب کے تمام علوم سے نیچے اتر آتا ہے یہی سالک ہے جو اللہ تعالیٰ کو بھول گیا ہے اور اللہ کے ساتھ اللہ کی طرف سے واپس آجاتا ہے یہی پانے والا اور گم کرنے والا ہے یہی واصل ومہجور ہے اور یہی قرب وبعید ہے۔

سیر چہارم! اور چوتھی سیر جسے سیر دراشیاء کہتے ہیں اس سے مراد علم اشیاء کا حصول ہے جوعلوم اشیاء کے زوال کے بعد درجہ بدرجہ ہرایک چیز کے متعلق حاصل ہوتا ہے (یعنی سیر اول میں تمام اشیاء کے علوم زوال پذیر ہوجاتے ہیں پھر اس کے بعد چوتھی سیر میں درجہ بدرجہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک ایک چیز کا علم حاصل ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام اشیاء کا علم حاصل ہو جاتا ہے) لہذا چوتھی سیر سیر اول کے مقابلہ میں اور تیسری سیر سیر دوم کے مقابلہ میں ہے جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو

حاصل کلام! اور سیر اللہ اور سیر فی اللہ خود ولایت کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے جس سے مراد فنا اور بقا ہے اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت کے حصول کے لئے ہوتی ہے جو انبیاء مرسلین کے ساتھ مخصوص ہے خدائے تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتیاں ہوں ان سب پر عموماً اور ان کے افضل ترین پر خصوصاً اور انبیائے کرام علیہم الصلوات التسلیمات کے کامل ترین متبعین کا بھی مقام دعوت میں کچھ حصہ ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (اے پیغمبر کہہ دیجیے کہ یہی میری راہ ہے کہ میں خدا کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں) اور میرے متبعین بھی یہی دعوت دیتے ہیں)

(32) معرفت

کسی توجہ کی برتری طبعی وجہ پر! کچھ لوگ جو فطری طور پر ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضور اور توجہ کا ملکہ رکھتے ہیں اور ان کی اس توجہ میں کسب کو کوئی دخل نہیں ہوتا تو اس کا راز یہ ہے کہ روح کو بدن کے ساتھ تعلق پیدا ہونے سے پہلے ایک قسم کی توجہ اور حضور حاصل ہوتا ہے جب اسے بدن عنصری کے ساتھ تعلق کر دیا جاتا ہے اور عشق و محبت کی نسبت درمیان میں آ جاتی ہے تو روح پوری طرح سے بدن کی طرف ایسی متوجہ ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے گزشتہ احوال کو بالکل فراموش کر دیتی ہے ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کسی دوسرے امر کی طرف توجہ غالب ہونے کی وجہ سے سابقہ توجہ بالکل فراموش نہیں ہوتی اور بدن کے ساتھ تعلق ہو جانے کے باوجود اس کا اثر باقی رہ جاتا ہے لہذا لامحالہ ان کی یہ توجہ عمل اور کسب کی محتاج نہیں ہوتی لیکن یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جو لوگ (احوال سابق کو) پوری طرح سے فراموش کر چکے ہوں اگر بدن کے ساتھ تعلق قائم ہو جانے کے بعد انہیں کوئی عروج

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نصیب ہوتا ہے تو وہ پہلی جماعت سے سبقت لے جاتے ہیں اگر چہ پہلی جماعت بھی ترقی کرتی ہے کیونکہ ان کا (احوال سابق کو) بالکل فراموش کر دینا اور پھر اپنے معشوق یعنی بدن کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جانا ان کی لطافت استعداد کو بتاتا ہے کہ وہ جس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں وہی بن جاتے ہیں اور اس کے سوا کو بالکلیہ فراموش کر دیتے ہیں برخلاف اس صورت کے جس میں آدمی احوال سابقہ کو نہیں بھولتا کیونکہ اس سے معشوق کی طرف متوجہ ہونے میں نقص سمجھا جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

(33) معرفت

سابقین اور محبوبین میں فرق! سابقین میں چونکہ حضور اول ہی سے حاصل ہے اس لئے ممکن ہے کہ یہ حضور ان کی کلیت (ظاہر و باطن) میں سرایت کر جائے اور ان کی بصارت بصیرت کا حکم اختیار کر لے اور ان کا ظاہر باطن کے رنگ میں رنگ جائے لیکن وہ سرایت جو محبوبوں میں ہوتی ہے وہ دوسری چیز ہے کیونکہ محبوب حضرات بالکلیہ اپنے آپ سے نکل کر اسی کے ساتھ باقی ہو گئے ہیں اور ان کے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ اسی کے ساتھ باقی بن گیا ہے۔ برخلاف سابقین کے کہ ان کے وجود کا بقایا اپنے حال پر ہے وہ خود اپنے ساتھ باقی ہیں اس کے ساتھ باقی نہیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ انہوں نے اس کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔

(34) معرفت

بندہ کی قدرت واختیار اور اس پر جزا کا مرتب ہونا! حق تعالیٰ سبحانہ سے زیادہ سچی بات کہنے والا اور کون ہو سکتا ہے کہ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (یعنی اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا وہ تو خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے) اس آیتِ کریمہ میں حق سبحانہ سے ظلم کی نفی اور ان لوگوں کے لئے ظلم کا ثابت ہونا ظاہر ہے کیونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(خدا کی جانب سے) ظلم کی تخلیق ان کے ارادہ کے بعد ہوئی ہے اور ان کا ارادہ اس علم کے بعد صادر ہوتا ہے جو انہیں بھلائی اور برائی کے متعلق حاصل ہے اور بھلائی و برائی دونوں کا شریعت میں وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ اور یہ بھلائی و برائی دونوں یکساں طور پر ان کی قدرت میں ہوتی ہیں لہذا (پہلے) بندے خود ہی اس برائی کا ارادہ کرتے ہیں جس کا برا ہونا شریعت میں واضح کردیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد جیسا کہ وہ ارادہ کرتے ہیں حق تعالیٰ اس برائی کو پیدا کردیتا ہے اور وہ خود ہی اس خیر اور بھلائی کو چھوڑ دیتے ہیں جو ان کی قدرت میں ہوتی ہے اور جس کا بھلا ہونا شریعت کی رو سے انہیں معلوم ہے لہذا خدا نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

اب یہ بات باقی رہ گئی ہے کہ ان کی قدرت اور ارادہ بھی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے تو یہ بات بھی ان بندوں سے ظلم کی نفی کردیتی ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے جو قدرت پیدا فرمائی ہے اس کی نسبت بھلائی اور برائی دونوں کی طرف برابر ہے یہ بات نہیں ہے کہ خدا نے ان میں برائی ہی کی قدرت پیدا کی ہو اور بھلائی کی قدرت پیدا نہ فرمائی ہو جس سے وہ برائی کے کرنے پر مجبور ہوگئے ہوں یہی حال تخلیق کردہ ارادہ کا ہے کہ جب اسے خیر اور شر دونوں کا علم ہوچکا ہے تو اب وہ ان دونوں میں سے جس جہت کو چاہے ترجیح دے سکتا ہے پس بندہ شریعت کی رو سے برائی اور شر کو جانتے ہوئے بھی شر ہی کو اختیار کرتا ہے حالانکہ اس کی قدرت کی نسبت بھلائی اور برائی دونوں کی طرف یکساں طور پر تھی اس طرح ارادہ کے اعتبار سے بھی دونوں زیر قدرت صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو دوسری کے بجائے مخصوص کرلینا اس کے لئے درست تھا اس سے ظاہر ہے کہ اس پر جو کچھ ظلم ہوا ہے وہ خود اس کے نفس ہی نے کیا ہے اور حق سبحانہ نے اس پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

یہی حال ازلی علم اور ازلی قضا (تقدیر) کا بھی ہے کہ وہ دونوں بھی بندوں سے ظلم کی نفی نہیں کرتیں کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ نے جان لیا اور ازل میں فیصلہ کردیا کہ فلاں بندہ عمل کرنے میں اس کے شر کے پہلو کو اختیار کرے گا اور خیر کو چھوڑ دے گا اور یہ سب کچھ اپنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اختیار سے کرے گا لہذا علم اور قضا (تقدیر فیصلہ) بندے کے مختار ہونے کو مضبوط کرتے ہیں اس کی نفی نہیں کرتے یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کو بذریعہ کشف کے بعض غیب کی باتوں کا علم حاصل ہو جائے وہ معلوم کرلے اور فیصلہ کردے کہ فلاں آدمی عنقریب اپنے اختیار سے یہ کام کرے گا (تو اس شخص کا) یہ علم اور فیصلہ جس طرح بندہ کے اختیار کی نفی نہیں کرتے اسی طرح علم الٰہی اور قضائے الٰہی جل شانہ بھی اس کی نفی نہیں کرتے واللہ سبحانہ اعلم بحقیقة الحال وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وسلم۔

اور یہ مسئلہ علم کلام کے پیچیدہ ترین مسائل میں سے ہے اس پر کچھ راسخ علماء کے سوا دوسرے لوگ واقف نہیں ہو سکے۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی توفیق عطا فرمانے والا ہے

(35) معرفت

قطب ابدال اور قطب ارشاد کا فیض! قطب ابدال ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور اس کے بقا سے تعلق رکھتے ہیں اور قطب ارشاد ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے جو دنیا کے ارشاد و ہدایت سے تعلق رکھتے ہیں لہذا پیدائش رزق رسانی ازالہ بلیات (مصائب کو دور کرنا) بیماریوں کو دور کرنا اور صحت و عافیت کا حصول قطب ابدال کے مخصوص فیوض سے تعلق رکھتے ہیں اور ایمان و ہدایت توفیق حسنات اور گناہوں سے رجوع و توبہ قطب ارشاد کے فیوض کا نتیجہ ہوتا ہے۔ قطب ابدال ہمہ وقت کام میں مشغول رہتا ہے اور اس سے دنیا کے خالی ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ دنیا کا انتظام اس سے وابستہ ہے اگر اس قسم کے قطب میں سے کوئی قطب چلا جائے (فوت ہو جائے) تو دوسرا آدمی اس کی جگہ پر مقرر کر دیا جاتا ہے لیکن قطب ارشاد کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمہ وقت موجود ہو ایک وقت ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا ایمان و ہدایت سے بالکل ہی خالی ہو جائے۔

اور کمال کے اعتبار سے ان قطبوں کے افراد میں بڑا فرق ہے لیکن یہ فرق ان سب کے درجہ ولایت تک واصل ہونے کے بعد ہے اقطاب ارشاد میں فرق ان سب کے درجہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ولایت تک واصل ہونے کے بعد ہے اقطاب ارشاد میں سے جو فرد (شخص) کامل ترین ہوتا ہے وہ حضرت خاتم الرسل علیه وعلیهم من الصلوات افضلها ومن التسلیمات اکملها کے قدم پر ہوتا ہے اور اس فرد (شخص) کا کمال حضور اکرم ﷺ کے کمال کے مطابق ہوتا ہے ان دونوں میں فرق اصل ہونے اور تابع ہونے کا ہی ہوتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور فرق نہیں ہوتا اور حضور اکرم ﷺ قطب الارشاد ہی تھے اور اس وقت میں قطب ابدال حضرت عمر اور اویس قرنی رضی اللہ عنہما

قطب ارشاد سے فیض پہنچنے کا طریقہ! اور قطب سے دنیا کو فیض پہنچنے کا طریقہ یہ ہے کہ قطب بوجہ اپنی حاصل کردہ جامعیت کے مبداء فیاض کے لئے مثل صورت اور مثل سایے کے بن گیا ہے اور دنیا تمام کی تمام خود اس قطب جامع کی تفصیل ہے چنانچہ بغیر کسی تکلف کے حقیقت سے صورت تک فیض پہنچتا ہے اور صورت جامعہ (قطب) سے عالم تک بغیر کسی رکاوٹ کے فیض پہنچتا ہے جو کہ اس کی تفصیل کے مثل ہے لہذا افیاض مطلق تو حق تعالیٰ ہی ہے اور خود واسطہ (یعنی قطب) کی اس فیض رسانی میں کوئی کاری گری نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ واسطہ کو اس فیض رسانی ۔۔۔۔ کی اطلاع بھی نہیں ہوتی۔

از ماو شما بہانہ بر ساختہ اند

ترجمہ ہمارا اور تمہارا درمیان میں اک بہانہ ہے

سوال! اگر کوئی شخص کہے کہ ایمان وہدایت کی نسبت تو عام خلائق کے ساتھ نہیں ہے لہذا قطب ارشاد کے فیوض عام نہیں ہوں گے بلکہ اہل ایمان وہدایت کے ساتھ مخصوص ہوں گے اور حضرت رسالت مآب ﷺ تو رحمت عالمیان ہیں اور اس کے ساتھ ہی (جیسا کہ آپ نے کہا ہے وہ) قطب ارشاد بھی ہیں تو اس کا مطلب کیا ہوگا؟

جواب! میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ مبداء فیاض سے جو کچھ فیض پہنچتا ہے اور تفصیل پاتا ہے وہ تو سب خیر وبرکت اور ایمان وہدایت ہی ہے شر اور نقص کی تو اس مقام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے خواہ وہ فیض اہل سعادت تک پہنچے یا اہل شقاوت تک ــــــ لیکن وہی ہدایت وارشاد بوجہ محل کی خباثت کے فساد پیشہ لوگوں میں گمراہی اور شرارت کے معنی پیدا کر لیتا ہے اسی انداز پر جس طرح غذا صالح بیمار آدمی میں محل خراب ہونے کی بنا پر اخلاط ردیہ اور امراض مہلکہ کا باعث بن جاتی ہے لہذا فساد پیشہ لوگوں میں وہی ہدایت ان کے قلبی امراض کی وجہ سے گمراہی کے معنی پیدا کر لیتی ہے جیسا کہ دریائے نیل کا پانی پسندیدہ اور محبوب لوگوں کیلئے پانی ہوتا ہے اور مجوبین (مخالفین) کے لئے ایک مصیبت وآزمائش بن جاتا ہے حقیقت میں وہ پانی ہے لیکن قبطی اسے خون پاتا ہے اور اس کا اسے خون پانا بوجہ اس کی اپنی خباثت کے ہے نہ پانی کی کسی خرابی کے باعث سے صفرا کا مریض جسے شیرینی بھی تلخ محسوس ہوتی ہے تو وہ اس کے اپنے مزاج میں خرابی کی وجہ سے ہوتی ہے شیرینی کی ذات میں کوئی تلخی پیدا نہیں ہوتی ــــــ بلکہ محل کے فساد کی وجہ ہی تلخی کے معنی اس محل میں پیدا ہوگئے ہیں جیسا کہ پہلے تفصیل سے گذر چکا ہے لہذا ثابت ہوگیا کہ جو کچھ حق تعالیٰ وتقدس کے جانب سے پہنچتا ہے وہ خیر وبرکت اور صلاح ورشد ہی ہے لیکن وہی خیریت (بھلائی) فساد کی جگہ میں فساد کے معنی پیدا کر لیتی ہے لہذا حق تعالیٰ سبحانہ پر مضل کا اطلاق اس معنی میں ہوتا ہے کہ خباثت کا محل جس فساد کا مقتضی ہوتا ہے وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے پیدا کر دینے سے وجود میں آجاتا ہے اس لئے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللهُ وَلٰكِن كَانُوٓا اَنفُسَهُم يَظلِمُونَ (اور خدائے تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں فرمایا وہ تو خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے)

قضا اور قدر کا ازالہ! اگر لوگ یہ کہیں کہ خباثِ محل کہاں سے آگئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی بدن مثلاً عناصر اربعہ سے مرکب ہے اور ہر عضو جو جسمِ انسانی کا جزو ہے وہ ایک قسم کی خصوصیت کا مقتضی ہے مثلاً جزو ناری ــــــ بلندی اور سرکشی چاہتا ہے اور جزو خاکی ــــــ پستی اور نیچائی چاہتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔

لہذا ان عناصر کے اجتماع میں ہر وہ شخص جو اعتدال سے زیادہ نزدیک ہے اسے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسیط حقیقی (ذات حق) سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے اور اس مناسبت کی بنا پر ایسا آدمی خیر و برکت اور رشد و ہدایت کے زیادہ لائق ہوتا ہے اور جو شخص اعتدال سے زیادہ دور ہے اس میں بعض اجزا کی خصوصیات زیادہ مغلوب ہو جاتی ہیں اور اس اختلال کی وجہ سے انہیں بسیط حقیقی (ذات حق تعالیٰ) سے مناسبت بھی کم رہ جاتی ہے لہٰذا لامحالہ خیر و برکت اور ان جیسی باتوں سے انہیں بہت کم حصہ نصیب ہوتا ہے فساد محل سے مراد اس نظام (جسم) کا خلل آ جانا اور اسی اعتدال کا بگڑ جانا ہے اور جو روح ان اجزائے مجتمعہ پر فائض ہوتی ہے اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے اس قسم کے اختلال سے خالی ہوتی ہے کیونکہ وہ بسیط ہے اور یہ اختلال مرکب ہی میں صورت پذیر ہوتا ہے لیکن حق تعالیٰ نے اسے اس انداز پر پیدا فرمایا ہے کہ وہ اپنی انتہائی لطافت کی وجہ سے اپنے پڑوسی کا اثر قبول کر لیتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس میں گم کر کے خود کو اس کا عین بنا لیتی ہے لہٰذا وہ خباثت ہمسائیگی کی وجہ سے (جسم سے) روح میں بھی سرایت کر جاتی ہے۔

فرشتے اپنے بسیط (یعنی غیر مرکب) ہونے کی وجہ سے شرارت اور اس جیسی چیزوں سے منزہ و پاک ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ انہیں ایسے مرکبات سے جن کے انتظام میں خلل آ گیا ہے کوئی مناسبت نہیں ہے اور اگر بالفرض بعض فرشتوں میں شر کا وجود صحیح مان لیا جائے تو اس کے جواز کی وجہ سے بعض ان افراد ملائکہ میں بعض مرکبات کے ساتھ ان کی مناسبت ہو سکتی ہے اگرچہ وہ مناسبت فی الجملہ (بہت کم) ہی کیوں نہ ہو اور اس مناسبت کا مطلق طور پر انکار کر دینا محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے پیدا کردہ یعنی غیر حقیقی بسیط چیزوں میں ترکیب اجتماع کو بھی پیدا فرما دیا ہے اگرچہ اس ترکیب واجتماع کے درجے مختلف ہیں اور جس طرح سے کہ ان بسائط میں سے ہر بسیط کسی نہ کسی امر کا مقتضی تھا ہر اجتماع بھی کسی نہ کسی امر کا مقتضی ہو گیا اس کے بعد حق تعالیٰ نے اس اجتماع کا جو تقاضا تھا اس کو پیدا فرمایا لہٰذا وہ فساد اس مرکب کی ذات کو لازم آتا ہے اور اس لازم کا پیدا کرنا بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اس میں کوئی برائی کی بات نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذات کی طرف کسی قسم کا کوئی شر یا نقص منسوب نہیں ہوسکتا بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ حق تعالیٰ اس شر اور نقص کا خالق اور موجد ہے اور کسی بری چیز کو پیدا کر دینا کوئی برائی نہیں ہے لہذا شرارت اور فساد خود ان چیزوں کی طرف لوٹتا ہے اور خیر و اصلاح حق سبحانہ وتعالیٰ وتقدس کی طرف یہ ہے کہ قضا وقدر کے مسئلہ کا راز اور اس بات کے مان لینے اور اس فیصلہ پر کوئی برائی لازم نہیں آتی اور یہ فیصلہ شائبہ ایجاب سے جو کہ حق تعالیٰ سبحانہ کے اختیار کے منافی ہے پاک ہے (یعنی اس بات کی آمیزش سے پاک ہے کہ حق تعالیٰ کے ذمہ کوئی بات ضروری قرار دی جائے۔)

لہذا اس پر غور کرنا تمہارے لئے ضروری ہے کہ تا کہ تم پر اس کا راز واضح ہو جائے اور تمہیں اہل بدعت وضلالت کے بہت سے اعتقادات سے نجات حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ہی حق کو حق ثابت کرتا ہے اور وہی صحیح راستہ کی رہنمائی فرماتا ہے یہ راز ان رازوں میں سے ہے جن کا تعلق حق تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا بلکہ مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرمایا سو حق سبحانہ کیلئے حمد ہے اور اس کا احسان ہے اس انعام پر بھی اور باقی تمام انعامات پر بھی۔

سوال ! اگر لوگ دریافت کریں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے قدیم علم میں یہ معلوم تھا کہ اس انداز کی ترکیب فساد اور خباثت کا باعث ہوگی تو اس نے اس ترکیب کو پیدا ہی کیوں فرمایا۔؟۔

جواب ! اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس گروہ پر وارد ہوتا ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ پر اس بات کو واجب سمجھتے ہیں کہ وہ صالح ترین چیز ہی پیدا فرمائے لیکن ہم تو حق تعالیٰ سبحانہ پر کسی چیز کو بھی واجب اور لازم نہیں سمجھتے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے جو کچھ کرتا ہے وہ اس کا جواب دہ نہیں ہے البتہ سب لوگ جوابدہ ہیں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ پیدا ہونے کے بعد وہ مرکب ہی اسی قسم کے خبث اور فساد کو مستلزم ہوگا اور اس لازم آنیوالی چیز کو بھی حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہی خود اپنے ارادہ سے پیدا فرمایا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے بطور ایجاب اور محکومیت کے نہیں جب کہ بعض لوگوں نے خیال کرلیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پورا غلبہ اور تسلط رکھتا ہے لہذا بندوں کا اس پر کوئی حکم نہیں چلتا کہ جس سے وہ ان کا محکوم ہو جائے اور بندہ محکوم اس کا حاکم بن جائے۔ حاصل یہ ہے کہ سر چشمہ فساد صرف مخلوق ہی ہے اور بس۔ اس کا پیدا کرنے والا حق تعالیٰ جس کی شان بہت ہی بلند ہے ظلم کی آمیزش ایجاب کے لوازم اور محکومیت کے نقائص سے منزہ اور مبراء ہے جو کچھ عام لوگ اللہ کے متعلق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور بہت ہی بلند ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(36) معرفت

ولایت، شہادت اور صدیقیت کے علوم کا فرق! جاننا چاہیے کہ ولایت، شہادت اور صدیقیت کے مقامات میں سے ہر مقام کے علوم و معارف الگ الگ ہیں جو اسی مقام سے مناسبت رکھتے ہیں مرتبہ ولایت میں علوم زیادہ تر سکر آمیز ہوتے ہیں کیونکہ اس مرتبہ میں سکر غالب ہے اور ہوش مغلوب اور مرتبہ شہادت میں جو درجات ولایت میں سے دوسرا درجہ ہے سکر مغلوب ہو جاتا ہے اور درجہ صدیقیت جو مراتب ولایت میں سے تیسرا مرتبہ ہے اور درجات ولایت کی آخری حد ہے کہ اس کے اوپر ولایت کو کائی درجہ نہیں بلکہ اس سے اوپر نبوت کا مرتبہ ہے اس درجہ کے علوم سکر سے بالکل آزاد ہوتے ہیں اور علوم شریعت کے مطابق ہو جاتے ہیں صدیق انہی علوم شرعیہ کو الہام کے ذریعے سے حاصل کرتا ہے جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی کے ذریعے سے حاصل فرماتے ہیں صدیق اور نبی کا فرق حاصل کرنے کے طریقے میں ہے ماخذ میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں حق تعالیٰ ہی سے حاصل کرتے ہیں لیکن صدیق، نبی کی پیروی کی وجہ سے اس درجہ تک پہنچتا ہے کہ نبی اصل ہے اور صدیق اس کی فرع ہے نیز یہ کہ نبی کے علوم قطعی ہوتے ہیں اور صدیق کے علوم ظنی ہوتے ہیں نیز یہ بھی کہ نبی کے علوم دوسروں پر حجت ہوتے ہیں اور صدیق کے علوم دوسروں پر حجت نہیں ہوتے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

درقافلہ کہ اوست دانم نرسم		این بس کہ رسد زدور بانگ جرسم
وہ ہے جس قافلہ میں جانتا ہوں میں نہ پہنچوں گا	ترجمہ	غنیمت ہے کہ آواز جرس تو مجھ تک آتی ہے

اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں ہمارے نبی ﷺ پر اور تمام انبیاء ومرسلین پر اور ملائکہ مقربین پر اور تمام فرماں بردار بندوں پر۔

لہذا اگر اس رسالہ میں کچھ علوم ومعارف بطور تنافی یا تعارض کے آگئے ہوں تو ان علوم کے اختلاف کو درجات ولایت کے اختلاف پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ ہر درجہ کے علوم الگ ہوتے ہیں جیسا کہ میں نے تحقیق کے ساتھ بیان کر دیا ہے علوم توحید درجہ ولایت سے مناسبت رکھتے ہیں اور درجہ شہادت کے علوم ومعارف کو اگر معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس معرفت کو جو آیت کریمہ لیس کمثلہ شئ میں مذکور ہوئی ہے اچھی طرح حاصل کرلو کیونکہ اس مقام کے علوم مرتبہ شہادت کے علوم میں سے ہیں چونکہ سالک اس مقام میں اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو بالکل مردہ پاتا ہے اسی لئے البتہ اس مقام کو شہادت کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور علوم صدیقیہ خود بعینہ علوم شرعیہ ہیں جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اور صحیح اور قابل اعتبار علوم وہی ہیں جو علوم شرعیہ کے مطابق ہوں حق تعالیٰ سبحانہ ہمیں روشن شریعت پر، صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں ثابت قدم رکھے۔

(37) معرفت

ماسوی سے قطع تعلق! جو کچھ ہم پر واجب ہے وہ ماسوائے حق سبحانہ کی گرفتاری سے اپنے دل کو سلامت اور محفوظ رکھنا ہے اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ غیر حق سبحانہ کا دل پر کوئی گذر نہ رہے اگر بالفرض ہزار سال تک بھی زندگی وفا کرے تو اس نسیان کے باعث جو دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے غیر کا دل پر گذر نہ ہو سکے۔

کار این ست، غیر این ہمہ ہیچ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ترجمہ! کام یہ ہے اور سب کچھ ہیچ ہے

(38) معرفت

مقام صدیقیت کا منتہیٰ! بعض اکابر مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ صدیقین کے دماغوں سے جو چیز سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ حب جاہ اور حب ریاست ہے بعض لوگوں نے اس جاہ وریاست کے متعارف ومشہور معنی کے خلاف معنی مراد لیے ہیں اور کہا ہے کہ حب جاہ وریاست کا نکل جانا صدیقیت کے پہلے قدم میں ہوا کرتا ہے لیکن اس حقیر کے نزدیک جو بات تحقیق کو پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ حب جاہ اور حب ریاست کی ایک قسم ایسی ہے کہ اس کا تعلق نفس سے ہوتا ہے۔

اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ جب تک یہ برائی نفس سے دور نہ ہو جائے وہ تزکیہ یافتہ نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ تزکیہ حاصل نہ کرلے مقام ولایت تک نہیں پہنچ سکتا مقام صدیقین تک پہنچنا تو بڑی بات ہے کہنے والے سے مراد اس قسم کی جاہ وریاست نہیں ہے جاہ کی ایک اور قسم بھی ہے جس کا تعلق لطیفہ قالب سے ہوتا ہے اور اس کی فطرت سے انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں اس قسم کی جاہ (کا دماغ سے نکل جانا) اطمینان نفس کے حاصل ہو جانے اور مرتبہ ولایت تک پہنچ جانے بلکہ صدیقیت کے حاصل ہو جانے کے بعد متحقق (ثابت) ہوا کرتا ہے اور کہنے والے کی مراد جاہ وریاست کی یہی قسم ہوگی کہ اس کا (دماغ سے) نکل جانا صدیقیت کے مقام کی آخری حد ہے محمدی المشرب اولیا کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور جس شیطان کے اسلام کے متعلق سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس ارشاد میں خبر دی ہے کہ اَسلَمَ شَیطَانِی (میرا شیطان مسلمان ہوگیا ہے) اس کا تعلق اسی بلند مقام سے ہے جیسا کہ ارباب سلوک پر مخفی نہیں ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برکتیں اور سلامتیاں نازل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کے تمام آل واصحاب پر۔

(39) معرفت

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا جذب وسلوک! معلوم ہونا چاہیے کہ عنایت الٰہی جل سلطانہ نے اولاً مجھے اپنی طرف کھینچا جیسا کہ مقام مراد پر فائز لوگوں کو کھینچا جاتا ہے اس کے بعد دوسرے درجہ میں میرے لئے اس جذبہ نے سلوک کی منزلوں کو طے کرنا نہایت ہی آسان کردیا چنانچہ میں نے شروع شروع میں حق تعالیٰ کی ذات کو اشیا کا عین پایا جیسا کہ متاخرین صوفیہ میں سے توحید وجودی کے مقام پر فائز حضرات نے ارشاد فرمایا ہے پھر میں نے حق تعالیٰ کو تمام چیزوں میں پایا بغیر اس کے کہ وہ ان اشیا میں حلول وسرایت کیے ہوئے ہو۔ پھر میں نے حق تعالیٰ کو معیت ذاتیہ کے طور پر تمام چیزوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ سبحانہ کو تمام چیزوں کے بعد پایا پھر تمام چیزوں سے پہلے پایا پھر میں نے حق تعالیٰ سبحانہ کو دیکھا اور کوئی ایک چیز بھی مجھے وہاں نظر نہ آئی توحید شہودی کا سبب یہی مطلب ہے جسے فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ پہلا قدم ہوتا ہے ولایت کے درجات میں رکھا جاتا ہے اور یہی وہ سابق ترین کمال ہے جو ابتداء میں حاصل ہوتا ہے اور یہ رویت، مراتب مذکورہ میں سے کسی مرتبہ میں بھی کیوں نہ پیش آئے اولاً آفاق میں ہوا کرتی ہے اور پھر دوسرے درجہ میں انفس ہوا کرتی ہے۔ پھر اس کے بعد میں نے بقا کی طرف ترقی کی جو ولایت میں دوسرا قدم ہوا کرتا ہے پس میں نے ان اشیا کو دوبارہ دیکھا اور میں نے حق تعالیٰ سبحانہ کو ان اشیاء کا عین پایا بلکہ خود اپنا عین پایا۔

اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کو تمام اشیاء میں دیکھا بلکہ خود اپنے نفس میں دیکھا اس کے بعد اشیاء کے ساتھ بلکہ خود اپنے ساتھ دیکھا پھر اشیا سے پہلے بلکہ اپنے سے بھی پہلے دیکھا پھر میں نے حق تعالیٰ سبحانہ کو اشیائے کے بعد دیکھا بلکہ خود اپنے بھی بعد دیکھا۔ پھر میں نے اشیاء کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کو بالکل ہی نہیں دیکھا اور یہ وہ آخری قدم تھا جس میں ابتدائی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قدم کی طرف لوٹنا ہوتا ہے اور مرتبہ عوام کی طرف واپس آجانا ہوتا ہے اور یہ مقام مخلوق کو حق سبحانہ کی طرف دعوت دینے اور بلانے کا کامل ترین مقام ہوا کرتا ہے اور یہی منزل تکمیل وارشاد کی کامل ترین منزل ہوا کرتی ہے تاکہ مخلوق کی طرف مناسبت مکمل ترین طریقے پر حاصل ہو سکے کیونکہ کمال درجہ کا فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا یہی تقاضا ہوتا ہے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے اور یہ تمام مذکورہ احوال اور تحریر کردہ کمالات مجھے حاصل ہوئے ہیں بلکہ ہر اس شخص کو حاصل ہوتے ہیں جو افضل الانبیاء اور اکمل البشر ﷺ کے طفیل سے واصل ہوتا ہے اے اللہ! ہمیں آپ کی پیروی پر ثابت قدم رکھ اور ہمارا حشر آپ ہی کے زمرہ میں فرما علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بندہ پر رحم فرمائے جو میری اس دعا پر آمین کہے اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

(40) معرفت

فضائل سلسلہ نقشبندیہ! سلسلہ عالیہ نقشبندیہ چند فضیلتوں کے اعتبار سے باقی تمام سلسلوں سے ممتاز ہے اور اس طریقہ عالیہ کو باقی تمام طریقوں پر ترجیح ہونا ظاہر ہے۔

یہ سلسلہ عالیہ برخلاف دوسرے سلاسل کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام بنی آدم میں سے سب سے افضل ہیں۔۔۔اس طریقے میں برخلاف باقی طریقوں کے آغاز ہی میں انجام مندرج ہوتا ہے (اندارج نہایت در بدایت)

علاوہ ازیں برخلاف دوسرے سلسلوں کے ان بزرگوں کے نزدیک جو شہود معتبر ہے وہ شہود دائمی ہے جسے ان حضرات نے یاداشت سے تعبیر فرمایا ہے اور جو شہود دوام پذیر نہ ہو وہ ان حضرات کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔

اور اس طریق کی منزلوں کو طے کرنا صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی

https://ataunnabi.blogspot.com/

مکمل پیروی کے بغیر میسر نہیں ہوتا برخلاف دوسرے سلسلوں اور طریقوں کے کہ کسی قدر ۔۔۔۔۔ پیروی کے ساتھ یہ لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی مدد سے انقطاع (دنیا سے بے تعلقی) کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں اس دعوے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلیل یہ ہے کہ یہ بزرگ محض جذبہ کی مدد سے راہ کو طے کرتے ہیں اور دوسرے طریقوں میں پرمشقت ریاضتوں اور شدید مجاہدوں کے ذریعے سے منزلیں قطع کرتے ہیں اور جذبہ محبوبیت کی صفت کو چاہتا ہے ۔ جب تک آدمی محبوب نہ بن جائے اسے جذب نہیں کرتے اور محبوبیت کی حقیقت محبوب رب العالمین ﷺ کی متابعت اور پیروی سے وابستہ ہے آیہ کریمہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ (لہذا میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا) اسی مضمون پر شاہد ہے لہذا جس قدر متابعت کامل تر ہوگی اسی قدر جذبہ زیادہ ہوگا اور جس قدر جذبہ زیادہ ہوگا اسی قدر منازل کو قطع کرنا آسان تر اور تیز تر ہوگا لہذا اکامل متابعت اور پیروی ان بزرگوں کے طریقہ کی شرط ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہوسکا ان حضرات نے عزیمت ہی پر عمل فرمایا ہے حتی کہ ذکر بالجہر کو بھی جو اس راہ میں بڑی عمدہ چیز ہے ان حضرات نے منع کردیا ہے اور سماع اور رقص سے بھی جو ارباب احوال کا مرغوب ترین خلاصہ ہے ان حضرات نے اجتناب فرمایا ہے۔

نیز ظاہر ہے کہ جو کمال متابعت پر مرتب ہوگا وہ تمام دوسرے کمالات سے بلند درجہ پر ہوگا یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے فرمایا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے ہی فضل والا ہے لہذا طالبان حق کے لئے اس طریق کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ راستہ انتہائی نزدیک تر ہے اور مطلوب انتہائی طور پر بلند ہے اور اللہ سبحانہ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

(41) معرفت

حضور انور ﷺ کے فضائل! حضرت محمد ﷺ اولاد آدم کے سردار و آقا ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور قیامت کے دن سب سے زیادہ تعداد آپ ﷺ کے پیروکاروں کی ہوگی آپ ﷺ اللہ کے نزدیک اولین وآخرین میں سب سے زیادہ معزز ہیں (قیامت کے روز) آپ ﷺ سب سے پہلے قبر شریف سے باہر تشریف لائیں گے، آپ ہی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول ہوگی سب سے پہلے آپ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور دروازہ آپ کے لئے کھول دیا جائے گا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا اور اسی جھنڈے کے نیچے آدم وتمام انبیاء کرام علیہم السلام ہوں گے اور تمام لوگ ہوں گے آپ ﷺ کی وہ ہستی مبارک ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ ہم (دنیا میں) سب سے بعد میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔

(اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے) میں بغیر کسی فخر کے ایک بات کہتا ہوں کہ میں اللہ کا حبیب ہوں میں رسولوں کا امام و پیشوا ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے میں خاتم النبیین ہوں مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں ہے کہ میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہوں (یعنی انسانوں) میں بنایا گیا ہوں پھر ان (انسانوں) کی دو جماعتیں بنائیں تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں سے بنایا پھر ان کے خاندان اور قبیلے بنائے گئے تو مجھے ان میں سے بہترین خاندان سے بنایا پھر ان گھرانے بنائے گئے تو مجھے بہترین گھرانے میں سے بہترین انسان بنایا لہذا میں ان کے گھرانوں کے اعتبار سے بہتر اور اپنی ذات کے اعتبار سے بہترین ہوں۔ جب لوگ (قیامت میں) اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلا (قبر مبارک سے) باہر آنے والا ہوں گا جب وہ (حق تعالیٰ کی حضوری میں) وفد کے طور پر جائیں گے) تو میں ان کا پیشوا ہوں گا جب وہ سب خاموش رہیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ سب روک دیئے جائیں گے تو میری ہی سفارش قبول کی جائے گی۔ جب وہ سب مایوس ہو جائیں گے تو میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں، عظمت وبزرگی اور نجات کی کنجیاں اس روز میرے ہی ہاتھ میں ہوں گی حمد کا جھنڈا (لوائے حمد) اس دن میرے ہی ہاتھ میں ہوگا میں اپنے پروردگار کے نزدیک اولاد آدم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بنایا پھران کے خاندان اور قبیلے بنائے گئے تو مجھے ان میں سے بہترین خاندان سے بنایا پھران گھرانے بنائے گئے تو مجھے بہترین گھرانے میں سے بہترین انسان بنایا لہذا میں ان کے گھرانوں کے اعتبار سے بہتر اور اپنی ذات کے اعتبار سے بہترین ہوں۔ جب لوگ (قیامت میں) اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلا (قبر مبارک سے) باہر آنے والا ہوں گا جب وہ (حق تعالیٰ کی حضوری میں) وفد کے طور پر جائیں گے) تو میں ان کا پیشوا ہوں گا جب وہ سب خاموش رہیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ سب روک دیئے جائیں گے تو میری ہی سفارش قبول کی جائے گی۔ جب وہ سب مایوس ہو جائیں گے تو میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں، عظمت و بزرگی اور نجات کی کنجیاں اس روز میرے ہی ہاتھ میں ہوں گی حمد کا جھنڈا (لوائے حمد) اس دن میرے ہی ہاتھ میں ہوگا میں اپنے پروردگار کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے زیادہ معزز محترم ہوں گا میرے گرد ایک ہزار خادم طواف کر رہے ہوں گے جو روشن موتیوں کی طرح ہوں گے جب قیامت کا دن ہوگا تو میں ہی انبیاء کا امام اور خطیب اور صاحب شفاعت ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر و ناز نہیں ہے۔ (واقعی) اگر آپ نہ ہوتے تو حق تعالیٰ سبحانہ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا اور آپ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

نماند بعصیاں کسے در گرد		کہ دارد چنیں سید پیشرو
کب گناہوں میں رہے وہ مبتلا	(ترجمہ)	جس کے رہبر ہوں محمد مصطفیٰ ﷺ

خسر ان مخالفین! لہذا اس روشن شریعت والی ہستی (حضور ﷺ) کے منکر اور اس ملت زہرا کے بانی (رسول ﷺ) کے مخالف ساری مخلوقات میں بد بخت ترین وہ لوگ ہیں ۔الاعراب اشد کفرا ونفاقا (بدوی لوگ کفر و نفاق کے اعتبار سے سخت ترین آدمی ہیں) ۔(یہ فرمان الٰہی) ان کی حالت کا پتہ دیتا ہے۔ تعجب ہے کہ بعض ناپختہ اور ناقص درویش جو اپنے خیال کشف کو معتبر سمجھتے ہیں اس روشن شریعت کی مخالفت اور انکار میں پیش قدمی کرتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گا) یا وہ ان کی باتوں کو شریعت کے مخالف سمجھتے ہیں لیکن خیال کرتے ہیں کہ حقیقت شریعت کے مخالف ہے اور یہ عین اور زندقہ ہے ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کردے زندقہ ہی ہوتی ہے

۔

یہ فقیر اس جماعت کے بعض کشفی عقائد کا یہاں ذکر کرتا ہے انصاف کرنا چاہیے کہ آیا وہ اس قدر شریعت کے مخالف ہیں یا کسی صحیح تاویل کے قابل بھی نہیں ہیں یا مخالف نہیں ہیں اس جماعت کا شیخ اور رئیس اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ روح انسانی خصوصیت کے ساتھ حق تعالیٰ وتقدس کی عین ذات ہے اور ان دو آیات کریمہ کو اس پر بطور استدلال کے پیش کرتا ہے۔
(۱) وَجَاءَ رَبُّکَ وَالمَلَکُ صَفًّا صَفًّا (اور تیرا پروردگار آئے اور فرشتے صف بستہ آئیں گے) اور (۲) یومَ یَقُومُ الرُّوحُ وَالمَلاَئِکۃُ صَفًّا (جس دن روح کھڑی ہوگی اور فرشتے صف بستہ ہوں گے) ان میں سے ایک آیت میں (فرشتوں کے ساتھ) رب (کا آنا) فرمایا ہے اور دوسری آیت میں روح (کا آنا) فرمایا ہے لہذا رب اور روح ایک ہی چیز ہوں گے اور یہ اتحاد وتوحید وجودی کی قسم سے نہیں ہوے کیونکہ وہ روح کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام اس میں برابر کا حصہ دار ہے۔

اسی کتاب میں وہ دوسری جگہ کہتا ہے کہ ابدال میں سے کچھ لوگ جو غاروں میں رہتے ہیں اور وہ کل ستر فرد ہوتے ہیں قیامت قائم ہونے تک رہیں گے اور انہیں موت نہیں آتی وہ طبائعی وجود رکھتے ہیں اور یہ بات نص قرآنی کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَۃُ المَوتِ (ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے) کے خلاف ہے۔۔ ایک دوسری جگہ آخرت کے حالات میں لکھتا ہے کہ مبداء سے معاد تک دو عالم ہیں دنیا اور آخرت اور ان دونوں عالموں میں ہر ایک نے چھ مرتبہ تربیت پائی ہے۔ دنیا میں نزول کے انداز پر اور آخرت میں ترقی کے انداز پر۔

اور ترقی کی ترتیب کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ زمین پارہ پارہ ہوکر اس کے اجزا پانی میں منتشر ہوجائیں گے اس کے بعد تمام مخلوقات پانی میں غرق ہوجائے گی اور یہ جو صاحب شریعت فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام مخلوق پسینے میں غرق ہوجائے گی تو وہاں پسینے سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مراد یہی طوفان ہے وہ وقت ترقی کا وقت ہوگا کہ سب کے سب ذات ا، ریت کی جانب جو حیات دنیوی کے مراتب کا سرچشمہ اور عزت الٰہی جل شانہ سلطانہ کا سراپردہ (بارگاہ) ہے متوجہ ہو جائیں گے لیکن ہر شخص اپنی اپنی شناخت اور دریافت کی مقدار کے مطابق ان تمام مراتب میں سے ہر مرتبہ میں ہوگا اور تمام مخلوق کی تین جماعتیں بن جائیں گی سابقین۔ اصحاب یمین۔ اصحاب شمال۔

اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ پانی بھی جو آگ کی حرارت کی وجہ سے تپا ہوا ہوگا خشک ہو جائے گا اور سب کا سب ہوا بن جائے گا اور قیامت کی ہولناکی سے یہی مرتبہ مراد ہے کہ اکثر خلائق تشنہ لب اور پیاسی ہوگی اس کے بعد وہ ہوا بھی کرہ آتش کی حرارت سے آگ بن جائے گی اور سب کو اسی آگ پر سے گذرنا ہوگا دوزخ سے مراد یہی عالم عنصری ہے جو سب کا سب آگ بن جائیگا یہ دوزخ قمر (چاند) کے آسمان کے نیچے واقع ہوگی دوزخ کے درجات میں سے ہر درجہ میں اپنے عمل اور حجاب کی مقدار کے مطابق ایک گروہ عذات وعتاب میں گرفتار ہوگا باقی لوگ جو اس مقام سے گذر گئے ہوں گے وہ عالم نور میں رہیں گے اور بہشت سے مراد یہی عالم نور ہے کہ افلاک کے طبقات میں سے ہر طبقہ مراتب بہشت ہی کا ایک مرتبہ ہوگا اور یہ بہشت فلک قمر سے لیکر عرش کے نیچے تک آٹھ آسمانوں پر مشتمل ہوگی لہذا آٹھ بہشتیں ہوں گی کچھ لوگ اس مرتبہ میں سکونت رکھیں گے اور ان کی راحتوں میں وہ راضی اور خوش اور خرم ہوں گے یہ ان کے عمل کی مقدار کے مطابق ہوگا اور کچھ دوسرے حضرات جو انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے گروہ سے ہوں گے وہ اس مرتبہ سے بھی آگے نکل جائیں گے اور لقا (دیدار) الٰہی کی طرف متوجہ اور وصال کے منتظر ہوں گے ان حضرات پر نہ آگ کی گرمی کا کوئی اثر ہوگا اور نہ راحت نور کی کوئی تاثیر ہوگی یہ حضرات دیدار حق میں مستغرق ہوں گے۔ مقام محمود ان کا مقام ہوگا۔ قابَ قوسَین اَو اَدنیٰ (پھر رہ گیا کیا فرق دو کمانوں کے برابر یا اس سے زیادہ قریب تر) سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے یہ مقام عرش کے اوپر ہوگا ان ہی حضرات کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے اِنَّ اللہَ تَعَالٰی جَنَّۃٌ لَیسَ فِیھَا حُورٌ وَّلَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قُصورٌ وَفِيهَا يَتَجَلّٰى رَبُّنَا ضَاحِكًا (یعنی اللہ تعالیٰ کی ایک جنت ایسی بھی ہے جس میں نہ حوریں ہوں گے نہ محلات ہوں گے اس میں ہمارا پروردگار ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا)

ہر اس شخص پر جو ادنی سی تمیز بھی رکھتا ہو یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی کہ یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی کہ یہ تمام باتیں شریعت کے خلاف ہیں (یا نہیں) دوزخ کو اس نے ایک آتشی کرہ سے تعبیر کیا اور زمین اور پانی اور ہوا کو اس میں گم کردیا بہشت سے عالم نور مراد لیا جو فلک سے قمر سے لیکر عرش کے نیچے تک ہوگا اور انبیاء واولیاء کے لئے عرش سے اوپر جگہ ثابت کردی ہے نہ کہ بہشت میں یہ ساری باتیں (شریعت کی) صریح مخالفت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہیں اہل سنت وجماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ دوزخ اس وقت موجود ہے اور جن بھی اور انبیاء واولیاء اور تمام مومنین اپنے درجوں اور مرتبوں کے تفاوت کے مطابق جنت میں ہی ہوں گے۔ یہ نہیں کہ وہ جنت سے گذر کر عرش کے اوپر چلے جائیں گے اور وہیں قیام کریں گے۔ یہ سب خیالی ڈھکوسلے ہیں کنایہ سے بھی ان کا کوئی تعلق نہیں ہے ان باتوں میں بہشت کے اندر دیدار الہی کے وجود کا انکار ہے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ عرش کے اوپر پہنچ کر لقا ہوگا اور عرش کے اوپر اس نے ایک الگ جنت دیدار بنائی ہے جس میں نہ حوریں ہوں گے نہ محلات ہوں گے لہذا عام مومنین لقا (دیدار الہی) سے بے نصیب ہوں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اس قسم کے تخیلات فاسد سے محفوظ رکھے۔

مقام محمود کو جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور اسی طرح اَوْ اَدْنیٰ کے مقام کو اس شخص نے تمام انبیاء واولیا کا حصہ قرار دیا ہے یہ بلا شبہ ایک بہتان کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس کی ان مذکورہ باتوں سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ کفار کے لئے عذاب کو بھی ابدی نہیں سمجھتا اسی طرح جنت کی نعمتوں کو بھی دائمی اور ابدی نہیں مانتا اور یہ خود صریح کفر ہے اور جو چیز اس معنی پر دلالت کرتی ہے خود اس کی عبارت ہے جو عذاب وثواب کے بارے میں پہلے گذر چکی ہے کہ وہ عمل کی مقدار کے مطابق ہوگا سیاق (آگے آنے والی عبارت) میں بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کی صریح ہے اسے خوب سمجھ لو صاحب فصوص نے جو عذاب ابدی کے بارے میں کلام کیا ہے وہ اس کی وجہ سے مطعون خلائق ہو گیا ہے تو وہ لوگ مطعون کیوں نہیں ہوں گے جو ثواب ابدی ہی کا انکار کرتے ہیں۔

اور آخر میں وہ یہ بات لکھتا ہے کہ اس کے بعد جب ہائے ہویت سے ذات احدیت کے دریچہ سے ان کے اوپر آفتاب ذات چمکے گا تو اولین و آخرین تمام مخلوقات یعنی جو مراتب نار میں محجوب ہوں گے وہ بھی اور جو مقام نور میں مستور ہوں گے وہ بھی اور جن لوگوں کا نشیمن گاہ مقام محمود ہو گا وہ بھی سب کے سب اس جمال کے پرتو میں گم ہو جائیں گے اور دریائے لاہوت میں فنا ہو جائیں گے نہ بہشت کا کوئی اثر باقی رہے گا۔ اور نہ دوزخ کا کوئی شرارہ اس مقام پر نہ جلنا ہو گا نہ کسی طرح کا بناؤ سنوار ہو گا نہ حیرانی ہو گی نہ انتظار ہو گا نہ زندگی ہو گی نہ موت ہو گی کیونکہ سب کے سب ذات بن جائیں گے اور جیسا کہ ازل میں تھا اسی طرح ابدی ہو جائیگا اس کے بعد وہی دونوں عالم یعنی ایک عالم نور جس میں بہشت کے طبقات ہیں اور دوسرا عالم نار جس میں دوزخ کے درجات ہیں جمال و جلال کی تجلی سے ظہور میں آئیں گے کیونکہ ابتداء عالم میں بھی ان ہی دونوں صفتوں کی تجلی سے ظہور میں آتے تھے۔ لیکن وہ وہاں بالامکان (ممکن ہونے کے ساتھ) تھے اور یہاں بالوجوب (واجب ہونے کے ساتھ) ہوں گے اہل بہشت اپنے مرتبہ سکونت کریں گے اور ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان دو تجلیوں کے بعد کوئی اور تجلی ملحوظ نہیں ہے اور ذات کسی تعین کے ساتھ منسوب نہیں۔ انتہیٰ

ان باتوں سے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جنت اور دوزخ باوجودیکہ وہ آخرت میں داخل ہیں فنا ہو جائیں گے غور کرنا چاہیے کہ یہ بات کفر تک پہنچا دیتی ہے یا نہیں جو ظہور ان کے زوال کے بعد حاصل ہو گا اس ظہور کو وہ بالوجوب (واجب الوجود) کہتا ہے۔ اور ظہور دنیا کو بالامکان (ممکن الوجود) غور کرنا چاہیے کہ اہل بہشت اور اہل دوزخ کو واجب کہنا کفر ہے یا نہیں؟ نیز اسی عبارت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ انبیاء اولیاء ہمیشہ ذات (احدیت) میں عدم کے اندر زوال پذیر اور مضمحل رہیں گے اور انہیں ہرگز وجود حاصل نہیں ہو گا یہ بھی صریح کفر ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ بہشت میں رہیں گے بغیر عدم اور بغیر زوال کے اور اس کی عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انبیاء گروہ سابقین میں سے ہیں اور سابقین عرش کے اوپر رہیں گے جہاں نہ حوریں ہیں نہ محلات۔ نہ تنعم ہے نہ راحت۔ یہ بات بھی نص قطعی کے خلاف ہے حق سبحانہ وتعالیٰ سابقین کے بارے میں تنعمات کا اثبات فرماتا ہے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کا بھی اثبات فرماتا ہے تو اس کا یہ قول نص کی مخالف کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اس شخص نے ان تمام نعمتوں کو جو قرآن مجید میں سابقین کے بارے میں واقع ہوئی ہیں اہل یمن کے بارے میں ثابت کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے آیت کریمہ عَلٰی سُرُرٍ مَّوضُونَۃٍ مُّتَّکِئِینَ الی آخرہ (وہ جڑاؤ تختوں پر بیٹھے ہوں گے تکیہ لگائے ہوئے آخر آیت تک) سابقین کے بارے میں ہے اور یہ شخص اس آیۃ کریمہ کو بھی) اہل یمن کے بارے میں ہونا بیان کرتا ہے اور سابقین کو نعمتوں سے محروم کرتا ہے کیونکہ یہ شخص قرآن مجید سے بالکل جاہل ہے اور اس کتاب کے آخر میں ایک اور اضافہ کرتا ہے اور توحید وجودی میں شیخ عطار اور مولوی رومی کی تقلید کرتا ہے اور اضافہ میں لکھتا ہے کہ وہ خر بھی شیطان ہوگیا (نعوذ باللہِ من ذالک) اس کلمہ کی قباحت سے ہم حق سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس کلمہ سے یاد کرنا قبیح تر قباحت ہے اور شدید ترین کفر ہے

ارباب توحید اگرچہ ہمہ اوست کہتے ہیں لیکن اس قسم کے قبیح الفاظ کے اطلاق کو وہ بھی جائز نہیں رکھتے حق سبحانہ وتعالیٰ کو شریعت میں خالِقُ کُلِّ شَیءٍ (ہر چیز کو پیدا کرنے والا) کہتے ہیں لیکن خَالِقُ النَّجَسِ وَالقَاذُورِ (ناپاک اور گندی چیزوں کو پیدا کرنے والا) کہنا جائز قرار نہیں دیتے۔ اس عبارت میں اس قسم کی باتوں میں اگر کوئی شخص تلاش کرے تو بہت سی باتیں ظاہر ہوں لیکن ان تھوڑی سی باتوں ہی سے بہت سی باتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ترجمہ وہ سال اچھا ہے جس کی بہار اچھی ہے

اس فقیر نے اس کی بیہودہ باتوں میں سے چند باتیں اس رسالے میں بیان کی ہیں تا کہ لوگ اس کے کام کی برائی (برے عقائد) سے واقف ہو سکیں اور اس کی تقلید کر کے اہل الحاد کے گروہ میں شامل نہ ہوں اگر وہ اس کے باوجود بھی اس جماعت کی تقلید ہی کو اختیار کریں گے تو حجت ان لوگوں پر پوری ہو چکی ہو گی۔

الحمدلله والاوآخرا والصلواة والسلام علی رسوله محمد وآله دائما سرمدا والسلام علی من اتبع الهدی (اور اول و آخر اللہ تعالیٰ کی حمد اور محمد رسول اللہ ﷺ پر دائمی رحمتیں اور سلامتیاں ہوں اور اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اعتراف خدمات

امام ربانی" حضرت مجدد الف ثانی کی اکبری ضلالت و گمراہی کے خلاف تحریک کوئی ایسی ڈھکی چھپی بات نہیں جو مورخین کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہو یہ ایک اظہر من الشمس کارنامہ ہے اور "درویشانہ عزیمت" ہے حاکم وقت کے خلاف 'کلمہ حق کہنا جسے حدیث شریف میں "افضل الجہاد" کہا گیا ہے۔ اس منصب کا تقاضا بھی تھا جس پر شیخ سرہند فائز تھے۔ اور جہاں سے اس تحریک حق آگاہی و حق پرستی کے علاوہ کچھ کیا جانا منصب سے ناانصافی ہو جاتی۔ متعدد مؤرخین نے حضرت امام الہند کی اکبرو جہانگیر کی کفریہ و فاسقانہ روایات و اعتقادات کے خلاف اقدامات اور دین محمدی کی روشن تعلیمات کے احیاء کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد دین الٰہی اپنی موت آپ مر گیا...... بہر کیف! اس الحاد و ارتداد کے خلاف جو زوردار آواز اٹھائی گئی وہ شیخ احمد (سرہندی) کی آواز تھی جن کو حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(A Short History of Indo-Pakistan)

ڈاکٹر حفیظ ملک: فی الحقیقت آنے والی نسل کو شیخ احمد نے بے حد متاثر کیا ان کا نعرہ تھا "چلو چلو محمد مصطفےٰ ﷺ کی طرف چلو"...... مذہبی اور سیاسی حیثیتوں سے یہ نعرہ نہایت ہی دوررس نتائج کا حامل ہوا...... ان کی تعلیمات نے معاصر (اکبری و جہانگیری دور کی) فکر مسلم کو لادینی بنانے کی مخالفت کی

(Muslim Nationalism in India and Pakistan)

ڈاکٹر محمد مسعود احمد: ایک بزرگ نے حضرت مجدد کی تعلیمات کو افیون سے تعبیر کیا ہے اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ جو کام وہ تیس چالیس برس میں نہ کر سکے حضرت مجدد نے وہ کام چند برسوں میں کر دیا اور آنے والی صدیوں کو اتنا متاثر کیا کہ ہر مصلح کسی نہ کسی انداز میں متاثر نظر آتا ہے (مجدد ہزارہ دوم ص ۳۹)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی آگے آئے آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر' جہانگیر' شاہ جہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی فضا میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مطالعہ کی جاسکتی ہیں (مقدمہ ہسٹری آف دی فریڈم موومنٹ جلد اوّل)

ڈاکٹر زبید احمد : شیخ احمد سرہندی کو بجا طور پر مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے دوسرے ہزارے کے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی اور نہایت کامیابی کے ساتھ اکبر اعظم کی ملحدانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کیا (دی کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو عریبک لٹریچر)

پروفیسر عزیز احمد : اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی نگارشات اور آپ کے اثرات نے ہندوستان میں اسلام کے انتشار اور الحاد کو روکا آپ نے مذہب کی حرکیت اور تصوف کی باطنی قوت کو دوبارہ مجتمع کیا ۔ اسلامی ہند میں مذہبی متصوفانہ فکرِ اسلامی کے سلسلے میں آپ کی خدمات نہایت ہی نمایاں اور ممتاز ہیں (اسٹیڈیز ان اسلامک کلچر)

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام : بلاشبہ یہ کہنا زیادہ غلط نہ ہوگا کہ دورِ اکبری سے لے کر دورِ عالمگیری تک حکومت کی مذہبی پالیسیوں میں جو نشیب و فراز آتے رہے وہ بڑی حد تک حضرت مجدد اور آپ کی تعلیمات ہی کی وجہ سے آئے (مسلم سویلائزیشن ان انڈیا اینڈ پاکستان)

ڈاکٹر ظہور الحسن شارب : اکبر کے دینی عقائد سے آپ کو بنیادی اختلاف تھا جہانگیر کو (مخلوق میں) آپ کا بڑھتا ہوا اقتدار اور اثر پسند نہ آتا تھا (تذکرہ اولیائے پاک و ہند)

ڈاکٹر علامہ اقبالؒ : اقبال اپنی نظم "پنجاب کے پیرزادوں سے" میں کہتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان!
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار! (بالِ جبرئیل)

مولانا ابوالکلام آزاد : شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہد جہانگیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علماء و مشائخ حق سے بالکل خالی ہو گیا تھا؟ کیسے کیسے اکابر موجود تھے لیکن مفاسد وقت اور اصلاح و تجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا صرف حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی کا وجودِ گرامی ہی "تن تنہا" اس کاروبار کا کفیل ہوا (تذکرہ ص ۲۲۸)

سید عروج احمد قادری : امام ربانی قدس سرہ کا مجاہدانہ کارنامہ اقامت سنت اور رد بدعت کے ساتھ ان کا بے انتہا شغف اسلام کے ساتھ اُن کی پرجوش محبت ان کی حق پرستی و حق دوستی اور ان کا تقویٰ وطہارت اپنی جگہ آفتاب کی طرح روشن اور ثابت ہے (تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان :ایسے حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نے خان خاناں 'صدر جہان خان اعظم 'مہابت خان 'تربیت خان 'اسلام خان 'دریا خان 'سکندر خان 'مرتضیٰ خان جیسے امراء کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر کے بادشاہ کی توجہ دین کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی جہانگیر نہ صرف خود معتقد ہو بلکہ اپنے بیٹے خرم کو حضرت سے بیعت کرایا۔ سجدہ تعظیمی موقوف ہوا 'گائے کا ذبیحہ پھر شروع ہوا جو مسجدیں منہدم ہو گئی تھیں دوبارہ تعمیر (آباد) ہوئیں اور جس قدر خلاف شرع قوانین رائج تھے سب منسوخ ہوئے۔ (شیخ سرہند صفحہ ۱۰۰)

سید انور علی ایڈووکیٹ : اکبری دور کی بے راہروی اور بے دینی کے خلاف جدوجہد میں مجدد الف ثانی نے اپنی علمی اور عملی دونوں قوتوں کو بروئے کار لا کر احیاء دین کا ایسا کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا ...... رفتہ رفتہ مجددؒ کی تعلیمات کا اثر مسلمانوں میں احیاء دین کی صورت میں نمو دار ہوا اور اکبر کا دین الٰہی خود اپنی موت آپ مر گیا۔ (شیخ سرہند صفحہ ۱۳۶۔۱۳۷)

جمیل اطہر سرہندی :اس وقت ہندوستان میں دین اسلام کو بے شمار مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا۔ اسلام کی تعلیمات پر ہندو دھرم کے اثرات ہویدا ہونے لگے تھے۔ اور اسلام کے اصل چہرے کو ہندومت کی دھند نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اور یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ اہل اسلام کو اسلام کی اصل تصویر سے ناآشنا کر دیا جائے گا۔ اکبر کا دین الٰہی بھی اپنا کام دکھانے لگا تھا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے ان تمام فتنوں کے خلاف مسلمانوں کو شعور اور آگہی عطا کی۔ (شیخ سرہند صفحہ ۲۲)

پروفیسر انیس احمد شیخ : امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے جس پامردی اور اولوالعزمی کے ساتھ فتنہ اکبری اور دین الٰہی اور فتنہ جہانگیری کا مقابلہ کیا تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں۔ (شیخ سرہند صفحہ ۱۵۹۔۱۶۰)

ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی :صوفی فضل دین کے اشعار آپ نے منقبت شیخ سرہند میں حوالہ کے طور پر پیش کیے ہیں۔ جو حضرت مجدد کی خدمات "رد فتنہ اکبری" اور "دفع فساد جہانگیری" پر دال ہیں۔ ان میں سے دو شعر اس طرح ہیں۔

بجھا کے دین الٰہی کی ظلمتوں کا چراغ — فریب کفر پہ ہیں۔ شیخ سرہندی
سیاہ خانہ اکبر کا سحر توڑ دیا — وہ آفتاب درخشاں ہیں شیخ سرہندی

پروفیسر محمد اسلمؒ : اکبر کے آخری ایام زندگی میں اس کے حواریوں میں سے .... ایک ایک کر کے راہی ملک بقا ہوئے ان کے مرنے سے شاہی دربار میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو خلا پیدا ہوا اسے پر کرنے کے لئے راسخ العقیدہ امراء آگے بڑھے ان میں ...... پیش پیش تھے۔ ان امراء نے دربار میں اپنی ایک جماعت قائم کرلی جسے حضرت مجدد الف ثانی "جرگہ ء مردان دولت اسلام" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان امراء کی کوشش اور ہمت سے اسلام کو کافی حد تک تقویت پہنچی ...... شاہی دربار سے باہر حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی تحریک احیاء دین کے روح رواں تھے۔ یہ دونوں بزرگ ان امراء کو بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے اور ترویج شریعت کے لئے کوشش کرنے کی ترغیب دلاتے رہتے تھے ...... جہانگیر کی تخت نشینی سے گو اسلام کو سنبھالا مل گیا لیکن اکبر کا لگایا ہوا زخم اتنا کاری تھا کہ وہ اتنی جلدی مندمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کام کے لئے کسی مرد حق کی ضرورت تھی۔

آخر آمد آن یارے کہ ما می خواستیم

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ کام حضرت مجدد الف ثانی سے لیا۔ اور ان کی اصلاحی تحریک سے اسلام کو ہندوستان میں صحیح مقام مل گیا۔ (دین الٰہی اور اس کا پس منظر ص ۲۴۰۔۲۴۲)

ڈاکٹر اقبال سرہندی : نے اپنے اشعار میں خدمات شیخ سرہند بر دفع "فتنہ اکبر و جہانگیر در ہند" کا حوالہ اس طرح دیا ہے۔

جب سنائی اپنی لے میں حمد باری آپ نے ۔۔۔ آپڑے تھے منہ کے بل سب اکبری لات و منات
دور کی اہل دول کی شرم ساری آپ نے ۔۔۔ کر کے خم سیدھا جہانگیری کلاہ کا فقر سے

سید محمد فاروق القادری : احیاء سنت کے سلسلے میں آپ (مجدد الف ثانی) نے بے مثال کارنامے انجام دیے۔ اکبر کے دین الٰہی اور جہانگیر کے غیر اسلامی رسوم کے خلاف یہ مرد خدا علی الاعلان ڈٹ گیا۔ (انفاس العارفین اردو ترجمہ فٹ نوٹ ص ۴۵)

غلام صابر قدیری سندیلوی : اپنے منظوم کلام میں خدمات شیخ رضی اللہ عنہ پر یوں خامہ فرسائی فرماتے ہیں

فتنہ دین الٰہی ہوا پامال و تباہ ۔۔۔ دشمن دین محمد ہوا خوار سرہند
شاہ سرہند نے فرمایا قصور اس کا معاف ۔۔۔ اور جہانگیر ہوا آکے نثار سرہند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا (مضمون مجدد الف ثانیؒ) اکبر کے عہد میں مسلمانوں میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا تھا جس کا نظریہ یہ تھا کہ اسلام کی تعلیم صرف ایک ہزار سال تک کے لیئے تھی لہٰذا ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اب اس (اسلام) کی ضرورت نہیں ہے شیخ احمد سرہندی نے اس عقیدے کا بطلان کیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو گمراہی سے نکال کر صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا۔ اسلام کی تعلیم کو از سر نو زندہ کیا...... اس لیے آپ کو مجدد الف ثانی کے نام سے پکارا گیا یعنی ہزار سال کا مجدد (پرانے کو نیا کرنے والا) آپ اس لقب سے مشہور ہیں۔

(یہی عبارت فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا عنوان مجدد الف ثانی میں بھی نقل ہوئی ہے)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے اکبری فتنہ کے ضمن میں تحریکی کردار کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

> "اکبر کے عہد کی بے اعتدالیوں نے سلطنت مغلیہ کی اسلامی حیثیت کو جس طرح مسخ کر رکھا تھا اور ملک بھر میں کچھ تو عجمی تصوف اور کچھ بھگتی تحریک کے زیر اثر جو ملحدانہ خیالات اور تحریکات پھیل رہی تھیں ان کے ازالہ میں حضرت مجدد کی مساعی فیصلہ کن ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کو اس امر میں شبہ ہے کہ حضرت مجدد کی دعوت کا ایک رخ سیاسی تھا وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام اور ہندو مذہب کی آمیزش کا وہ عمل جو سیاست، معاشرت اور تہذیب و تمدن میں جاری تھا حضرت مجدد ہی کی کوششوں سے رکا۔ (جلد دوم ص ۱۲۸)

پروفیسر شیخ محمد رفیق حضرت مجدد کے زمانے میں اکبر نے "توحید الٰہی" کے نام سے اسلام، ہندومت، جین مت اور مجوسیت کا ایک ملغوبہ تیار کیا آپ (حضرت مجدد الف ثانی) نے ابوالفضل اور فیضی کے ساتھ طویل بحثیں کر کے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن وہ قبول ہدایت کے لئے تیار نہ ہوئے اور برصغیر میں بے دینی کا زہر سرکاری سرپرستی میں پھیلنے لگا آپ (حضرت مجدد الف ثانی) نے اس کا سدباب کرنے کے لیئے مندرجہ ذیل ذرائع اختیار کیئے۔

☆ اپنے حلقہ بیعت کو وسیع کیا لوگوں کے عقائد درست کرائے۔ ذکر الٰہی سے ان کے قلب زندہ کیئے اور آپ نے تبلیغ اسلام کے لیے باقاعدہ منظم کام کیا اور ہندوستان سے باہر بھی تبلیغی وفود بھیجے۔ یہ گویا کارکن سازی کا مرحلہ تھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

☆آپ نے علماء اور سنجیدہ لوگوں کے نام خطوط لکھے اور ان کی ذہنی الجھنوں کو دور کر کے اسلام کا صحیح شعور دیا آپ نے انہیں بے دینی کا مقابلہ کرنے پر اکسایا اور علمائے حق کے اتحاد پر زور دیا۔

☆آپ نے دربار شاہی میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لیئے امرأ کے نام مکتوب لکھے اور انہیں اسلام کے احیاء پر آمادہ کیا آپ نے اس حقیقت کو پالیا تھا کہ مغل شہنشاہیت کی پالیسی صرف امرأ سے متاثر ہوتی ہے چنانچہ آپ کے حلقہ اثر میں عبدالرحیم خان خاناں 'صدر جہان' خان جہان لودھی' اسلام خان' مرتضیٰ خان (شیخ فرید)' سکندر خان' دریا خان' مہابت خان' قلیچ خان اور خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش شامل تھے۔

☆آپ نے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کا حق ادا کر دیا آپ نے اکبر کے ایک امیر کو لکھا "بادشاہ اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہو گیا ہے۔ جاؤ میری طرف سے اسے کہہ دو کہ اسکی بادشاہی کی طاقت 'اس کی فوج سب کچھ ایک دن مٹ جانے والی ہے وہ توبہ کرے اور خدا اور رسول کا تابعدار رہے ورنہ اللہ کے غضب کا انتظار کرے"۔

☆اکبر کے عہد حکومت کے آخری ایام میں آپ نے اپنے زیر اثر امرأ کے ذریعے اکثر صوبوں میں اسلامی قانون بحال کروایا اور دین پر ظالمانہ پابندیوں کا خاتمہ کروایا۔

☆جب اکبر کی موت کا وقت آیا تو خانخاناں اور شیخ فرید کے ذریعے خسرو کی بجائے جہانگیر کو جانشین نامزد کروایا اور اس سے اسلامی قانون کی بحالی کا عہد لیا۔ خسرو اپنے دادا اکبر کے مذہبی خیالات کا حامی تھا اور جہانگیر کم از کم عقائد کے اعتبار سے مسلمان تھا۔ جہانگیر کے ابتدائی احکام میں اسلام کا نفاذ کا وعدہ اور دین الٰہی کی بساط لپیٹ دینا اسی وجہ سے ممکن ہوا...... دین الٰہی کی گمراہیوں کے خلاف آپ نے کامیابی سے جہاد کیا۔ اکبر جیسے مذہب سے بیزار بادشاہ کا بیٹا جہانگیر اسلامی احکام کے احیاء کے لیئے آپ ہی کے فیض سے کوشاں ہوا (تاریخ پاکستان مطبوعہ سٹینڈرڈ بک ہاؤس لاہور ۳۶۔ ۳۵ برائے طلباء سال اول)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیا آپ جانتے ہیں؟

حضرت علامہ سید آل رسول حسنین میاں برکاتی مدظلہ

جہانِ انبیاء علیہم السلام

شبیر حسن چشتی نظامی

سِرُّ الاسرار

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ

سیرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

ساحر البیان حضرت علامہ عبدالرحیم خان صاحب قادری

خطباتِ الٰہیہ

نواز رومانی

بزرگ

نواز رومانی

تذکرہ مجددینِ اسلام

علامہ غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

معجزاتِ رسولِ کریم ﷺ

حضرت علامہ عبدالرحیم

قادری رضوی کتب خانہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیا آپ جانتے ہیں؟

حضرت مولانا سید آل رسول حسنین میاں برکاتی

جہانِ انبیاء علیہم السلام

شبیر حسن چشتی نظامی

سرالاسرار

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ

سیرتِ غوث اعظم

ساحر البیان حضرت علامہ عبدالرحیم خان صاحب قادری

خطباتِ الٰہیہ

نواز رومانی

بزرگ

نواز رومانی

تذکرہ مجددین اسلام

علامہ غلام مصطفٰے مجددی ایم اے

معجزاتِ رسول کریم ﷺ

حضرت علامہ عبدالرحیم

قادری رضوی کتب خانہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari